www.KitaboSunnat.com



باقی نہ رہا۔ [1]

## قازان کے پاس وفد لے جانا

یہ دیکھ کر امام ابن تیمیہ نے قاضی بدرالدین بن جماعہ شافعی، شیخ زین الدین الفارقی، شیخ نجم الدین ابن صصری، شیخ عزالدین ابن ترکی، شیخ عزالدین ابن القلانسی، قاضی جلال الدین قزوینی اور ابوبکر بن قوام وغیرہ کو ساتھ لے کر بعلبک کے قریب ۳ ربیع الآخر ۶۹۹ھ کو پیر کے دن قازان سے ملاقات کی، اور بڑی بے باکی اور دلیری کے ساتھ اس سے گفتگو کی، قازان خود بہت متعجب ہوا اور اپنے امیروں سے کہا میں نے ایسا نڈر آدمی نہیں دیکھا۔ [2] امام نے اس کے سامنے عدل وانصاف کی خوبیاں بیان کی، تاتاریوں کے مظالم بیان کیے، پھر آرمینہ کے کردوں اور عیسائیوں کو لوٹ مار کرنے کی اجازت دینے پر بڑی ملامت کی، گفتگو کے جوش میں وہ بار بار کھسک کر قازان سے قریب ہو جاتے تھے اور اُن کے گھٹنے اس کے گھٹنوں سے مل جاتے تھے، امام نے کہا: تم سمجھتے ہو کہ تم مسلمان ہو اور تمہارے ساتھ قاضی، امام، مؤذن اور مشائخ بھی ہیں، تم نے ہم مسلمانوں کے ساتھ لڑائی کی اور ہمارے ساتھ بدترین سلوک کیا، تمہارے باپ، دادا کافر تھے مگر انہوں نے ہمارے ساتھ ویسا سلوک نہیں کیا، جس طرح تم مسلمان ہو کر ہمارے ساتھ کر رہے ہو، تمہارے باپ دادا نے جب بھی ہم سے کوئی معاہدہ کیا اس کو باقی رکھا اور اسکی خلاف ورزی نہیں کی، لیکن تم معاہدہ کر کے اس کو توڑ دیتے ہو، تم نے اپنی کوئی بات پوری نہیں کی۔

امام کی ان تیز وتند باتوں سے سارا وفد ہراساں ہو گیا، سب کو یقین ہو چلا تھا، کہ اب وہ زندہ واپس نہیں ہو سکتے، ان کی نظریں ہر وقت جلادوں کی تلواروں کی طرف لگی ہوئی تھیں کہ اب حکم ہوا اور سب کے سب قتل کر دیئے گئے۔

## دستر خوان پر کھانا کھانے سے انکار

قازان کے حکم سے وفد کے لیے دستر خوان چنا گیا، امام ابن تیمیہ کے سوا سب نے کھانا کھایا، اور جب ان سے وجہ دریافت کی گئی، تو انہوں نے صاف جواب دیا میں یہ کھانا کیسے

---

[1] ایضاً۔ [2] البداية والنهاية: ١٤/ ٧۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کھا سکتا ہوں، جب کہ اس کو لوٹ کے مال سے تیار کیا گیا ہے۔ [1]

## دُعا کی درخواست

واپس ہوتے وقت قازان نے دُعا کی درخواست کی، امام نے یہ دُعا کی، یا اللہ! اگر تو یہ جانتا ہے کہ قازان تیرا کلمہ بلند کرنے کے لیے لڑ رہا ہے اور تیری راہ میں جہاد کرنے کے لیے نکلا ہے تو تو اُس کی مدد کر اور اگر یہ جانتا ہے کہ وہ مال و ولت کے حاصل کرنے کے لیے نکلا ہے تو اس کو اس کی پوری جزا عطا کر، قازان بھی اس وقت آمین کہتا جا رہا تھا۔

## ابوالعباس کا بیان

قاضی القضاۃ ابوالعباس کہتے ہیں کہ ہم سب اس دعا پر کانپ رہے تھے، اور ہم کو یقین تھا کہ اب یہ قتل ہونے والے ہیں، ہم اپنے کپڑوں کو سمیٹ رہے تھے کہ اب یہ قتل ہوئے اور اُن کے خون سے ہمارے دامن آلودہ ہو گئے، جب ہم وہاں سے نکلے تو ہم لوگوں نے غصے میں آ کر کہا کہ تم تو اپنے ساتھ ہم سب کو قتل کیے جا رہے تھے، جاؤ اپنا راستہ لو، ہم تمہارے ساتھ نہیں جائیں گے، اس پر امام ابن تیمیہ کو بھی غصہ آ گیا، انہوں نے وفد کو چھوڑ کر اکیلے شہر کی راہ لی، ابھی کچھ دور بھی نہیں گئے تھے کہ تاتاریوں کا ایک دستہ ان کے پاس آیا اور ان سے برکت اور دُعا کی درخواست کی۔ [2]

## حق گو اور دلیر آدمی کی پہچان

حق گو اور دلیر آدمی کی پہچان یہ ہے کہ وہ جابر بادشاہوں کو بھی ٹوکنے سے نہیں ڈرتا، خود امام ابن تیمیہ فرمایا کرتے تھے کہ جس شخص کے دل میں کھوٹ ہو وہی غیر اللہ سے ڈرتا ہے، پھر کہا کسی نے امام احمد بن حنبل کے سامنے کسی والی کی طرف سے اپنا خوف ظاہر کیا، امام موصوف نے فرمایا: اگر تمہارا دل درست ہوتا تو ہرگز اس والی سے نہ ڈرتے، تمہارا خوف تمہارے دل کے کھوٹ کو ظاہر کرتا ہے۔ [3]

## قیدیوں کو رہا کرانے کی کوشش

اس وفد کے آنے سے پہلے ہی امیر سیف الدین قبچاق دمشق والوں کے لیے امن کا

---

[1] مجموعہ الدرر، ص: ۱۶۲۔ [2] ایضاً۔ [3] ایضاً۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


پروانہ حاصل کر چکا تھا، امام ابن تیمیہ نے قازان سے کہا کہ ان تمام قیدیوں کو رہا کر دیا جائے جو قلنقشاہ اور بولائی کے ہاتھ میں اسیر ہیں، ابتداء میں قازان صرف مسلمان قیدیوں کے رہا کرنے پر آمادہ ہوا لیکن جب امام نے کہا کہ یہود و نصرانی بھی ہماری رعایا ہیں، اور ان کے جان و مال کی حفاظت ہم پر ضروری ہے تو اس نے ان کو بھی رہا کر دیا۔ [1]

## امن کا اعلان

جمعہ (۷ ربیع الآخر: ۶۹۹ھ) کے خطبے میں خطیب نے سلطان کا نام نہیں لیا، جمعہ کی نماز کے بعد امیر اسماعیل اور دوسرے تاتاری نمائندے شہر میں داخل ہوئے، اور بوستانِ ظاہر میں قیام کیا، ۸ ربیع الآخر ۶۹۹ھ کو ہفتے کے دن جامع مسجد کے مقصورۂ خطابت میں امن کا پروانہ پڑھ کر سنایا گیا، اور سارے شہر میں گھوم پھر کر اس کا اعلان کیا گیا، دوسرے روز اتوار کو مدرسۃ القیمریہ دمشق میں دیوان استخلاص کی مجلس ہوئی، شہر کے بڑے بڑے لوگوں کو پکڑ امنگایا گیا، اور ان سب سے مطالبہ کیا گیا کہ حکومت کا جو مال و متاع اور جو گھوڑے اور ہتھیار ان کے ذمے ہیں ان سب کو لا کر حاضر کریں، اس سلسلے میں بہت سے لوگوں کو بڑی تکلیفیں دی گئیں، ۱۰ ربیع الآخر ۶۹۹ھ کو پیر کے دن امیر سیف الدین قبچاق منصوری اپنی فوج کے ساتھ شہر میں داخل ہوا، اس کی وجہ سے ہر جگہ گرانی بڑھ گئی، اور لوٹ مار شروع ہو گئی، اس نے علم الدین ارجواش منصوری کو کہلا بھیجا کہ دمشق کا قلعہ اس کے حوالے کر دے، مگر اس نے نہیں مانا، قبچاق نے اس کے پاس عمائدین شہر کا ایک وفد بھی روانہ کیا، اس پر بھی وہ نہیں مانا، امام ابن تیمیہ نے خفیہ یہ پیغام کہلا بھیجا، کہ اس قلعے کو جب تک کہ ایک پتھر بھی باقی رہ جائے تاتاریوں کے حوالے مت کرنا، اس میں ملک شام والوں کی بھلائی ہے، خدا نے یہ قلعہ مسلمانوں کے لیے محفوظ کر دیا ہے، یہ وہ گھاٹی ہے جو مسلمانوں کے لیے پناہ گاہ کا کام دیتی ہے یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نازل ہونے کے وقت تک ایمان اور سنت کا گھر بنا رہے گا۔ [2]

## قازان کے نام خطبہ

۱۴ ربیع الآخر ۶۹۹ھ کو جمعہ کے دن دمشق کی جامع مسجد میں قازان کے نام سے خطبہ

---

[1] الرسالة القبرصيه، ص: ۱۳، ۱۴۔ [2] البداية والنهاية: ۱۴/ ۸۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



پڑھا گیا اور نماز کے بعد مصلے پر بھی اس کے لیے دعا کی گئی، بہت سے تاتاری اس نماز میں شریک تھے۔ سیف الدین قبچاق کے نائب الشام ہونے کا فرمان بھی پڑھ کر سنایا گیا، شہر کے بڑے بڑے لوگوں نے اس کے پاس جا کر مبارکباد دی، اس نے اپنی مسرت ظاہر کی اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی کہا کہ تاتاریوں کی موجودگی کی وجہ سے جو تکلیف ہے، اس کا اسے بھی پورا احساس ہے۔ [1]

## نصرانیوں اور کردوں کی لوٹ مار

۱۵ ربیع الآخر ۶۹۹ھ کو ہفتے کے دن سیس کے نصرانی حکمران اور اس کے پیروؤں، کردوں اور تاتاریوں نے صالحیہ، مسجد اسدیہ، مسجد خاتون، دار الحدیث الاشرفیہ کو لوٹنا شروع کیا، جامع التوبہ میں آگ لگا دی، آرمینیہ کے کرد اور سیس کے نصرانی درحقیقت مسلمانوں سے بدلہ لینا چاہتے تھے، وہ رباط حنابلہ کی کی طرف گئے اور وہاں بہت سے گھروں کو لوٹا، اور بہت سی شریف زادیوں کی عزت و آبرو لی، بہت سے مردوں اور عورتوں کو قید کر لیا، تاتاریوں کے شیخ الشیوخ محمود بن علی شیبانی دمشق کے مدرسۃ العادلیۃ الکبیرہ میں اترے ہوئے تھے، امام ابن تیمیہ نے ان کو ساتھ لے کر ان کردوں اور نصرانیوں کے مظالم کی روک تھام کی، اس کے باوجود بہت سے لوگ مارے گئے، قاضی القضاۃ تقی الدین کو بہت تکلیفیں دی گئیں، کہا جاتا ہے کہ صرف صالحیہ کے چار سو آدمی مارے گئے اور چار ہزار آدمی قید کر لیے گئے، رباطِ ناصری، مدرسۂ ضیائیہ اور خزانۃ ابن البزوری کی تمام کتابیں، جو وقف تھیں، لوٹ لی گئیں، صالحیہ کی طرح مزہ میں بھی اسی قسم کی لوٹ مار ہوئی، جب لوگ بھاگ کر داریا کی جامع مسجد میں پناہ گیر ہوئے تو زبردستی اس کے دروازے کھلوائے گئے، اور بہت سے مردوں، عورتوں اور بچوں کو تہ تیغ کیا گیا۔ [2]

## قازان سے ملنے کی ناکام کوشش

امام ابن تیمیہ چند ساتھیوں کے ساتھ ۲۰ ربیع الآخر ۶۹۹ھ کو جمعرات کے دن قازان سے ملنے گئے اور دو دن تک اس کا انتظار کیا، مگر وزیر سعد الدین محمد ساوجی اور خواجہ رشید

---

[1] البداية والنهاية: ۱۴/ ۷، ۸۔ [2] البداية والنهاية: ۱۴/ ۸۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


الدین نے اس سے ملنے نہیں دیا، یہ دونوں ہمیشہ یہی جواب دیتے ہیں کہ قازان بہت مصروف ہے، اس وقت اس سے ملاقات نہیں ہوسکتی، ان دونوں نے یہ بھی کہا کہ تاتاریوں کو جتنا ملنا چاہیے تھا وہ اب تک نہیں ملا ہے، اس کا کچھ انتظام ہونا چاہیے، جب امام ابن تیمیہ اپنے مقصد میں ناکام واپس آئے تو سارے شہر میں یہ افواہ پھیل گئی کہ تاتاری شہر کو لوٹنا چاہتے ہیں، یہ سن کر لوگوں پر بے انتہا خوف اور ہراس چھا گیا، لوگ بھاگنا چاہتے تھے مگر انہیں کوئی صورت نظر نہیں آتی تھی، وہ اپنی ضروریاتِ زندگی کے لیے بھی باہر نہیں نکل سکتے تھے، اکثر لوگ تو گھر بند کر کے بیٹھ رہے اگر کوئی باہر نکلتا بھی تو وہ تاتاریوں کے لباس میں باہر جاتا اور فوراً واپس ہو جاتا، جمعہ کے دن جامع مسجد میں ایک صف بھی پوری نہیں ہوتی تھی، تمام مسجدوں میں قازان ہی کا نام لیا جا رہا تھا۔

## انفرادی لوٹ مار

شہر میں انفرادی لوٹ مار کا سلسلہ برابر جاری تھا، اور لوگوں سے برابر وصول کیا جا رہا تھا، شیخ علم الدین برزالی لکھتے ہیں کہ انہوں نے شیخ وجیہ الدین ابن المنجا کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ چھتیس لاکھ درہم قازان کے خزانہ میں پہنچائے گئے تھے، گھوڑے اور ہتھیار جو دیئے گئے وہ اس رقم کے علاوہ تھے، تاتاری امیروں نے اپنی اپنی جگہ بہت کچھ وصول کر لیا تھا، شیخ المشائخ محمود بن علی شیبانی کو چھ لاکھ درہم، خواجہ نصیر الدین طوسی کے لڑکے اصیل کو ایک لاکھ درہم اور صفی سخاوی کو اسی ہزار درہم دیا گیا تھا، [1] یہ تمام رقمیں امیر و غریب ہر ایک سے وصول کی گئی تھیں، پہلے درجے کے امیروں سے ستر ستر ہزار، دوسرے درجے کے امیروں سے تیس تیس ہزار اور باقی عام آدمیوں سے وصول کیا گیا تھا۔ [2]

## قلعۂ دمشق کے لینے کی ناکام کوشش

تاتاریوں نے قلعۂ دمشق کو لینے کی پھر ایک مرتبہ کوشش کی، انہوں نے جامع مسجد کے صحن میں ایک بڑی منجنیق (گوپھن) نصب کی اور قلعۂ دمشق کی عمارتوں پر پتھر برسانا

---

[1] البداية والنهاية: ١٤/ ٩۔ [2] تاريخ ابن خلدون: ٥/ ٤١٤؛ خطط الشام للمقريزي، جزء ثاني، ص: ١٤٠؛ دول الاسلام للذهبي: ٢/ ١٥٨۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



شروع کیا، اس کے باوجود علم الدین ارجواش منصوری کا ارادہ متزلزل نہیں ہوا، اس نے پہلے ہی قلعے کی فصیل کے اطراف کی تمام اونچی عمارتیں گرادی تھیں، تاکہ تاتاری ان پر چڑھ کر قلعہ کے اندر کی عمارتوں کو کچھ نقصان نہ پہنچا سکیں اس نے قلعے کی حفاظت کا ہر ممکن بندوبست کیا، اس نے عام حکم دے رکھا تھا کہ قلعے کے اندر کا ہر ایک شخص راتوں میں فصیل کی دیوار کے نیچے آکر پڑا رہے، اور اپنے گھر میں نہ سوئے، امام ابن تیمیہ راتوں میں ہتھیار باندھ کر فصیل کے اطراف چکر لگایا کرتے تھے، اور قرآنِ مجید کی آیتوں کی تلاوت کر کے مجاہدین کی ہمتوں اور ان کے حوصلوں کو بڑھانے کی کوشش کرتے تھے اور نیز ان کو صبر کی تلقین کیا کرتے تھے۔ [1]

## قازان کی واپسی

اسی اثناء میں تاتاری پائے تخت تبریز میں حالات بدلنے لگے، جس کی بنا پر قازان کو واپس ہونا پڑا، اس نے ۱۹ جمادی الاولیٰ ۶۹۹ھ کو جمعہ کے دن اعلان کروایا کہ وہ اس سال اپنے پائے تخت کو واپس ہو رہا ہے، آئندہ سال نئے ساز وسان کے ساتھ واپس آئے گا اور مصر کو فتح کرے گا، اس وقت تک ملک شام کے تمام لوگ نائب شام امیر سیف الدین قبچاق منصوری کی فرماں برداری کریں۔

قبچاق قازان اور اس کے سپہ سالار قتلغشاہ کو رخصت کرنے تھوڑی دور اُن کے ساتھ گیا اور ۲۵ جمادی الاولیٰ ۶۹۹ھ کو جمعرات کے دن ظہر کی نماز کے بعد دمشق واپس آیا، اس درمیان میں قلعے سے رات کے وقت ایک مختصر فوج باہر نکلی، اس نے جامع مسجد کی منجنیق کے کھمبے کتر دیئے اور شریف قمی شیخ شمس الدین محمد بن محمد بن احمد بن ابی القاسم المرتضیٰ العلوی اور ان کے ساتھیوں کو بھی اپنے ساتھ گھسیٹ لے گئے، کیونکہ یہ ہر موقع پر تاتاریوں کی رہنمائی کر رہے تھے۔

## امن کا اعلان

قبچاق نے ہر جگہ یہ اعلان کروایا کہ تمام تاتاری واپس ہو گئے ہیں اور اب پورا امن اور

---

[1] البداية والنهاية: ١٤/ ١۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


اطمینان ہو گیا ہے، لوگ آئیں اور اپنی دکانیں کھولیں اور اپنا کاروبار کریں، لیکن شہر والوں پر کچھ ایسا خوف چھایا ہوا تھا کہ کسی کو باہر نکلنے کی ہمت نہیں ہوتی تھی۔

## قازان کے لیے بیعت

۸ رجب ۶۹۹ ھ کو امیر سیف الدین قبچاق نے تمام قاضیوں، عالموں اور عمائدین شہر کو جمع کیا اور سب سے قازان کے لیے بیعت لی، اسی دن امام ابن تیمیہ تاتاری امیر بولائی کے پاس گئے اور دو دن رہ کر ان تمام مسلمانوں کو رہا کرایا جو اس کے ہاتھ میں اسیر تھے، جب شہر کے دوسرے لوگ اس کے پاس گئے تو اُن کے ساتھ بہت برا سلوک کیا اور اُن کے کپڑے اتروا لیے۔

## قبچاق کا ملک ناصر سے مل جانا

۱۰ رجب ۶۹۹ ھ کو جمعہ کے دن قبچاق نے مسلح فوج کے ساتھ نماز پڑھی، اس نے تمام لوگوں کو اطمینان دلانے کی کوشش کی کہ اب پورا امن ہو چکا تھا، پھر بھی بعض لوگ اپنے باغوں اور کھیتوں میں کام کرنے کے لیے جاتے تھے، اور تاتاریوں کے ڈر سے سویرے گھر واپس لوٹ جاتے تھے۔ جب مصر سے یہ اطلاع آئی کہ ملک ناصر ایک زبردست فوج لے کر دمشق آ رہا ہے تو قبچاق چپکے سے وہاں سے نکل گیا، وہ درحقیقت پہلے ہی سے ملک ناصر سے خط و کتابت کر رہا تھا، اس نے غزہ اور عسقلان کے درمیان ملک ناصر سے ملاقات کی، اس کے ساتھ بکتیمور سلحدار ظاہری اور امیر فارس الدین بکی الفی بھی تھے، ملک ناصر نے ان سب کا احترام کیا اور ان کی خطائیں معاف کر دیں۔

جب دمشق کی تاتاری فوجوں کو یہ معلوم ہوا کہ قبچاق اور اس کے ساتھی ملک ناصر سے مل چکے ہیں تو وہ بھی وہاں سے فرار ہو گئیں، ۱۷ رجب ۶۹۹ ھ کو جمعہ کے دن جو خطبہ دیا گیا، اس میں قازان کی بجائے ملک ناصر کا نام لیا گیا، جس سے دمشق والوں کو بڑی خوشی ہوئی، اسی دن امام ابن تیمیہ نے سارے شہر اور بازار کا چکر لگایا اور شراب کی دکانیں بند کروا دیں، تمام گھڑے اور مٹکے تڑوا دیئے، اور لوگوں کو ہدایت کی گئی کہ وہ اسلامی احکام کی پوری پابندی کریں، دوسرے دن یعنی ۱۸ رجب ۶۹۹ ھ کو مصری لشکر باب الفرج اور باب النصر سے شہر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



دمشق میں داخل ہوا، سارے شہر میں خوشیاں منائی گئیں، کچھ دن بعد امیر جمال الدین آقوش الافرم نائب الشام ہو کر اپنی فوج کے ساتھ ۱۰ شعبان ۶۹۹ھ کو دمشق داخل ہوا، اس کی وجہ سے ہر طرف خوشی اور مسرت کی ایک لہر دوڑ گئی۔ [1]

## کسروان کے شیعوں کے خلاف جہاد

شوال ۶۹۹ھ کی ابتدا میں ان تمام مسلمانوں کو سزائیں دی گئیں جنہوں نے در پردہ یا اعلانیہ تاتاریوں کی تائید کی تھی اور شامی اور مصری مسلمانوں کو نقصان پہنچایا تھا، چونکہ اس جنگ سے بھاگے ہوئے مسلمان سپاہیوں اور مجاہدوں کو جرد و کسروان کی پہاڑیوں میں رہنے والے شیعوں نے بڑی بڑی تکلیفیں دی تھیں اور بہت سوں کو قتل کر کے ان کا مال و اسباب اور ہتھیار اور گھوڑے چھین لیے تھے، اس لیے نائب الشام امیر جمال الدین آقوش الافرم ۲۰ شوال ۶۹۹ھ کو جمعہ کے دن ایک زبردست لشکر لے کر دمشق سے نکلا، اس کے ساتھ امام ابن تیمیہ اور دوسرے رضا کار سپاہی بھی تھے، جب یہ لشکر ان پہاڑیوں کے پاس پہنچا تو شیعوں کے سردار آئے، امام ابن تیمیہ نے ان سے گفتگو کی، اُن کی اعتقادی غلطیوں کو واضح کیا، ان میں سے بہت سے لوگ تائب ہو گئے اور وعدہ کیا کہ وہ شکست خوردہ سپاہیوں اور مجاہدین سے چھینا ہوا سارا مال و اسباب واپس لوٹا دیں گے اور بہت سا مال بطور تاوان حکومت کو ادا کریں گے، ان کی بعض زمینوں کو بھی ضبط کر لیا گیا۔ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ اس سے پہلے یہ لوگ نہ کسی حکومت کی فرماں برداری کرتے تھے اور نہ کسی ملت کے احکام کی پیروی کرتے تھے۔ [2]

یہ لشکر ۱۳ ذوالقعدہ ۶۹۹ھ کو اتوار کے دن دمشق واپس آیا شہر والوں نے بعلبک جا کر ان کا استقبال اور خیر مقدم کیا، شہر بھر میں خوشیاں منائی گئیں، ۱۶ ذوالقعدہ ۶۹۹ھ کو شہر بھر میں یہ اعلان کیا گیا کہ تمام لوگ اپنی دکانوں پر تلواریں لٹکا کر رکھیں، تمام مدرسوں میں تیر اندازی اور تلوار چلانے کی مشق کرائیں اور تمام علما و فقہاء کو بھی دشمن کے مقابلے کے لیے تیار کرائیں۔

## جہاد کی تلقین

صفر ۷۰۰ھ میں بار بار یہ افواہ اڑنے لگی کہ تاتاری اس مرتبہ بڑے زور و شور سے ملک

---

[1] البداية والنهاية: ۱۴/ ۱۱۔ [2] البداية والنهاية: ۱۴/ ۱۲۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


شام پر حملہ کرنے والے ہیں، امام ابن تیمیہ نے ۲ صفر ۷۰۰ھ کو جمعہ کے دن جہاد کے متعلق جامع مسجد میں ایک زوردار تقریر کی، تمام لوگوں کو شہر چھوڑ کر بھاگنے سے منع کیا، ہر ایک کو ملک کی حفاظت کے لیے مال خرچ کرنے کی ترغیب دلائی اور بتایا کہ تاتاریوں کا مقابلہ کرنا ہر ایک پر فرض ہے، اس کے بعد بھی انہوں نے کئی مرتبہ تقریریں کیں اور ہر ایک کو جہاد کی تلقین کی، شہر بھر میں اعلان کیا کہ کوئی شخص بھی بغیر اجازت دمشق چھوڑ کر نہ جائے، اس کے باوجود اس اعلان سے پہلے ہی قاضی نجم الدین ابن صصری، ابن فضل اللہ، ابن منجا ابن سوید، ابن الزملکانی اور ابن جماعہ کے خاندان مصر جا چکے تھے۔

ربیع الآخر ۷۰۰ھ کی ابتداء میں یہ خبر مشہور ہوئی کہ تاتاری مقام بیرہ تک پہنچ چکے ہیں، امیر جمال الدین آقوش الافرم نائب الشام نے ان کے مقابلے کی تیاریاں شروع کر دیں بہت سے رضا کار سپاہی بھی اس کی فوج میں شامل ہو گئے، جن کی کل تعداد پانچ ہزار کے قریب تھی۔

## تاتاریوں پر بد دعا

پچھلے سال کی بے پناہ خونریزی کا خوف و ہراس اتنا چھایا ہوا تھا کہ اس افواہ کے سنتے ہی خطیب ابن جماعہ نے ہر نماز میں قنوت پڑھنا شروع کیا، جس میں تاتاریوں پر بد دعا کی جانے لگی۔

## حماۃ اور مرج صفر میں اسلامی فوجوں کا اجتماع

جب تاتاری لشکر حلب کے قریب پہنچا تو یہاں کے لوگ شہر چھوڑ کر جنوب کی طرف فرار ہو گئے، اور خود حلب کا والی قراسنقر منصوری اپنی فوج کو لے کر حماۃ چلا آیا، یہاں کے والی زین الدین کتبغا نے ۲۲ ربیع الآخر ۷۰۰ھ کو شہر کے باہر میدان میں اپنی فوج کو آراستہ کیا، حلب کی فوج بھی اس سے آملی، قراسنقر منصوری اور زین الدین کتبغا نے دمشق اور مصر کی طرف مزید کمک اور مدد کے لیے ہرکارے دوڑائے، نائب الشام امیر افرم دمشق سے باہر مرج صفر میں اپنی فوج لیے پڑا تھا، دمشق کے بہت سے لوگ رضا کارانہ طور پر اس کی فوج میں شریک تھے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



## جہاد کی ترغیب

امام ابن تیمیہ پہلی جمادی الاولیٰ ۷۰۰ھ کو مرج صفر تشریف لے گئے اور وہاں امیروں اور سپاہیوں کے سامنے جہاد کی آیتیں تلاوت کیں اور حدیثیں سنائی اور اپنی جادو بیانی سے ان سب کو دشمن کے مقابلے پر ابھارا اور ان کے اندر جوش اور ہمت پیدا کرنے کی کوشش کی، اس مرتبہ فتح ونصرت پر ذیل کی آیت سے لطیف استدلال کیا:

﴿ذٰلِكَ ۚ وَمَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوْقِبَ بِهٖ ثُمَّ بُغِيَ عَلَيْهِ لَيَنْصُرَنَّهُ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ۝﴾ [1]

''یہ ہو چکا، اور جو شخص اسی قدر تکلیف پہنچائے جس قدر کہ اس کو پہنچائی گئی ہے، پھر اس پر زیادتی کی جائے تو بیشک اللہ ضرور اس کی مدد کرے گا، بے شک اللہ معاف کرنے والا بخشنے والا ہے۔''

## مصر جا کر ملک ناصر کو جنگ پر آمادہ کرنا

امام ابن تیمیہ نے یہ رات لشکر گاہ میں گزاری دوسرے دن ہفتے کو امیر افرم اور دوسرے سپہ سالاروں نے یہ رائے دی کہ وہ ڈاک میں بیٹھ کر مصر جائیں اور ملک ناصر کو جنگ پر آمادہ کریں، چنانچہ امام موصوف دمشق واپس آئے اور ۴ جمادی الاولیٰ ۷۰۰ھ کو پیر کے دن ڈاک میں بیٹھ کر مصر روانہ ہوئے، ملک ناصر اپنی فوج کے ساتھ نہر عوجا پہنچا جو رملہ کے شمال میں بارہ میل کے فاصلہ پر واقع ہے، بارش کی کثرت سے تمام راستے خراب ہو گئے تھے، ہر جگہ کیچڑ اتنا تھا کہ گھوڑوں کے پیر اور گاڑیوں کے پہیے اندر دھنسے جا رہے تھے، سامانِ جنگ اور رسد کا ایک مقام سے دوسرے مقام پر لے جانا بہت ہی دشوار تھا، مصری فوج آگے بڑھ نہیں سکتی تھی، اسی ایک چیز کو بہانہ بنا کر ملک ناصر واپس ہو گیا، اور ۱۰ جمادی الاولیٰ ۷۰۰ھ کو قاہرہ میں داخل ہوا، امام ابن تیمیہ اس کے پیچھے دوسرے دن قاہرہ میں داخل ہوئے اور ملک ناصر اور دوسرے اراکین سلطنت سے ملاقات کی، سب نے بارش اور کیچڑ کا بہانہ کیا، اور امام ابن تیمیہ کی زبان بندی کے لیے حکومت کی طرف سے روزانہ ایک دینار مقرر کر دیا، امام ابن تیمیہ

---

[1] ۲۲/الحج: ۶۰۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ان کی اس چال کو اچھی طرح سمجھتے تھے، انہوں نے یہ وظیفہ قبول نہیں کیا اور سرکاری مہمان خانے میں ٹھہرنے کی بجائے کاتب السر احمد بن یحییٰ بن فضل اللہ العمری کے چچا شیخ شرف الدین عبدالوہاب بن فضل اللہ العمری ۶۲۳ھ تا ۷۱۷ھ کے گھر میں قیام کیا، جو امام ابن تیمیہ کے بڑے ہمدردوں میں سے تھے، امام موصوف نے ملک ناصر کے سامنے بڑی سختی سے گفتگو کی اور قرآنِ مجید کی اس آیت:

﴿ وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ ﴾ [1]

''اور اگر وہ تم سے دین کے بارے میں مدد چاہیں تو تم پر ان کی مدد کرنا واجب ہے۔''

کو تلاوت کر کے کہا: اگر تم ملک شام کے حاکم بھی نہ ہوتے اور وہاں کے لوگ تم سے امداد کے طالب ہوتے تو تمہیں اس آیتِ کریمہ کے مطابق ان کی مدد کرنا واجب ہوتا تھا، اب تو تم ہی اس کے مالک اور حاکم ہو، اور شام کے لوگ تمہاری رعایا ہیں۔ ایسی حالت میں اگر تم ان کی مدد نہ کرو گے تو خدا کے نزدیک تمہاری بڑی باز پرس ہوگی، انہوں نے یہاں تک دھمکی دے دی کہ اگر تم پیٹھ پھیرتے ہو اور لڑائی پر کمر بستہ نہیں ہوتے ہو تو ہم کسی ایسے شخص کو اپنا سلطان مقرر کریں گے، جو ہماری اور ہمارے ملک کی حمایت اور حفاظت کر سکتا ہو، پھر انہوں نے فوراً ہی برجستہ یہ آیت پڑھی:

﴿ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۙ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ ﴾ [2]

''اور اگر تم پیٹھ پھیرو تو وہ تمہارے سوا کسی اور قوم کو تمہاری جگہ کر دے گا، پھر وہ قوم تمہاری طرح نہیں ہوگی۔''

امام ابن تیمیہ نے بھی کہا کہ اس مرتبہ مسلمان ضرور اس جنگ میں کامیاب ہوں گے اور میں فتح و نصرت کی ضمانت دیتا ہوں۔ [3]

---

[1] ۸/الانفال: ۱۰۔ [2] ۴۷/محمد: ۳۸۔

[3] البداية والنهاية: ۱۴/ ۱۵۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



## علمائے مصر کے تأثرات

امام ابن تیمیہ مصر میں آٹھ دن تک رہے اور مختلف اعیان واکابر دولت اور عمائدین وعلما وفضلاء شہر سے ملاقات کرتے اور انہیں جہاد پر ورغلاتے رہے، قاضی القضاۃ شیخ تقی الدین ابن دقیق العید شافعی اور ابوحیان اندلسی جیسے علما نے اُن سے ملاقات کی اور اُن کی گفتگو سنی، اور ان سے بے حد متأثر ہوئے، قاضی القضاۃ تقی الدین ابن دقیق کی علمی و دنیوی منزلت بہت بڑی تھی، شیخ تاج الدین سبکی ان کو مجتہد مطلق سمجھتے تھے، تاہم قاضی موصوف نے کہا: میں نہیں سمجھتا تھا کہ اللہ تعالیٰ اس جیسا شخص بھی پیدا کرسکتا ہے، جب وہ باہر آئے تو لوگوں نے قاضیٔ موصوف سے رائے پوچھی، انہوں نے کہا میں نے ایسا شخص دیکھا جس کی آنکھوں کے سامنے تمام علوم موجود ہیں، وہ جن کو چاہے لے لیتا ہے اور جن کو چاہے چھوڑ دیتا ہے۔

## ابوحیان اندلسی کی تعریف

ابوحیان اندلسی تو اتنے متأثر ہوئے کہ انہوں نے امام ابن تیمیہ کی تعریف میں ایک زور دار قصیدہ ہی لکھ ڈالا، جس کے چند اشعار ہم ذیل میں نقل کرتے ہیں:

لَمَّا اَتَيْنَا تَقِيَّ الدِّيْنِ لَاحَ لَنَا
دَاعٍ اِلَى اللّٰهِ فَرْدٌ مَّا لَهٗ وِزَرُ

جب ہم تقی الدین (ابن تیمیہ) کے پاس آئے ہمیں ظاہر ہوا کہ وہ اللہ کی طرف تن تنہا بلانے والے ہیں ان کا کوئی قصور نہیں ہے۔

عَلٰى مُحَيَّاهُ مِنْ سِيْمَا الْاُوْلٰى صَحِبُوْا
خَيْرَ الْبَرِيَّةِ نُوْرٌ دُوْنَهٗ الْقَمَرُ

ان کے چہرے پر ان لوگوں کی پیشانیوں کا نور ہے، جنہوں نے افضل مخلوق یعنی آنحضرت ﷺ کی صحبت اختیار کی تھی اور یہ نور ایسا ہے کہ چاند بھی اس کے مقابلہ میں کم حیثیت رکھتا ہے۔

حِبْرٌ تَسَرْبَلَ مِنْهُ وَهْرُهٗ حِبْرٌ
بَحْرٌ تُقَاذِفُ مِنْ اَمْوَاجِهِ الدُّرَرُ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وہ ایک ایسے عالم ہیں جن کی وجہ سے ان کے زمانے نے علمیت کا جامہ پہن لیا ہے وہ ایک ایسا سمندر ہیں جس کی موجوں سے موتیاں اچھل پڑتی ہیں۔

قَامَ ابْنُ تَیْمِیَةَ فِیْ نَصْرِ شَرْعَتِنَا
مَقَامَ سَیِّدِ تَیْمٍ اِذْ عَصَتْ مُضَرُ

ابن تیمیہ ہماری شریعت کی حمایت میں اسی طرح کھڑے ہوئے جس طرح قبیلۂ تیم کے سردار (یعنی آنحضرت ﷺ) قبیلۂ مضر کی نافرمانی کے وقت کھڑے ہوئے۔

فَاَظْهَرَ الْحَقَّ اِذْ آثَارُهُ دَرَسَتْ
وَاَخْمَدَ الشَّرَّ اِذْ طَارَتْ لَهُ شَرَرُ

پس انہوں نے حق کو ظاہر کیا جبکہ اس کی نشانیاں مٹ چکی تھیں اور انہوں نے برائی کی چنگاریوں کو جبکہ اس کی نشانیاں مٹ چکی تھیں اور انہوں نے بُرائی کی چنگاریوں کو جبکہ وہ اُڑ رہی تھیں بجھایا۔

كُنَّا نُحَدِّثُ عَنْ حِبْرٍ يَجِئُ بِهَا
اَنْتَ الْاِمَامُ الَّذِیْ قَدْ كَانَ يُنْتَظَرُ

ہم ایک ایسے عالم کے متعلق بیان کرتے تھے جو آنے والا ہے، پس تو تم وہی امام ہو جس کا انتظار کیا جا رہا تھا۔

اس آخری شعر سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ ابوحیان نے امام ابن تیمیہ کو مہدیٔ منتظر کا درجہ دیا تھا۔ ابوحیان نے اپنے دوستوں اور ملنے والوں سے کہا کہ ان کی آنکھ نے ابن تیمیہ کا نظیر نہیں دیکھا۔

## ایک نحوی بحث پر اختلاف

امام ابن تیمیہ کی ایک عادت یہ تھی کہ جس کسی چیز کو وہ صحیح تصور کرتے تھے اس کو بڑی شدت کے ساتھ پیش کرتے تھے، ان کو اپنی باتوں کی صحت پر اتنا یقین ہوتا تھا کہ وہ بڑے بڑے مشہور امامِ فن کو بھی جاہل اور ناواقف کہنے سے پرہیز نہیں کرتے تھے، اور یہی بات

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



لوگوں کو سخت ناگوار ہوتی تھی، ابوحیان اندلسی نحو کے استاد تھے، اس لیے لامحالہ انہیں فطری طور پر سیبویہ اور دیگر امامانِ فن سے شیفتگی ہونی چاہیے تھی، ابوحیان اندلسی جو پہلے ہی مجلس میں امام ابن تیمیہ کے اتنے گرویدہ ہو گئے تھے، ایک نحوی بحث پر اختلاف ہو جانے کی وجہ سے ان سے سخت ناخوش ہو گئے اور ان کے سخت مخالف ہو گئے، سورۂ انفال کی آیت ہے:

﴿ يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴾ [1]

''اے اللہ تیرے لیے اور ان لوگوں کے لیے جو مومنین میں سے تیری پیروی کرتے ہیں کافی ہے۔''

اس آیت کی تشریح میں مفسرین کا ایک زبردست اختلاف ہے کہ ﴿ مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴾ کا فقرہ کس پر عطف ہے اگر اس کو اللہ پر عطف مانا جائے تو اس آیت کا یہ مطلب ہو جاتا ہے کہ اللہ اور وہ مومنین جو تیرے پیرو ہیں تیرے لیے کافی ہے، اس کے دوسرے معنی یہ ہیں کہ نبی کی تائید میں اللہ پیروانِ نبی کو بھی شریک کر لیتا ہے۔ عام مفسرین سیبویہ کی اتباع میں اس فقرہ کو اللہ پر عطف قرار دے کر یہی معنی مراد لیتے ہیں، جب امام ابن تیمیہ نے ''ک'' کی ضمیر پر عطف مانا تو ابوحیان اندلسی نے اس کی مخالفت کی اور اپنی تائید میں فوراً سیبویہ کا حوالہ دیا، امام ابن تیمیہ نے کہا کہ یہ سیبویہ کی ان اسّی غلطیوں میں سے ایک ہے جو اس نے قرآن کے متعلق کی ہیں اور جن کو نہ تو سیبویہ ہی سمجھتا تھا اور نہ تم ہی ان کو جانتے ہو، وہ قرآن کے متعلق کئی جگہ فحش غلطیاں کر جاتا ہے، جب ابوحیان نے سیبویہ کی عظمت جتانی شروع کی تو کہا کہ سیبویہ کچھ نحو کا پیغمبر نہیں تھا جو غلطیوں سے پاک ہو، اس تیز و تند لہجہ کی وجہ سے ابوحیان بہت ہی برافروختہ ہو گئے اور ان کے سخت مخالف ہو گئے۔

## حافظ ابن المحب کا بیان

حافظ ابوبکر المحب کہتے ہیں کہ جب ۷۳۴ھ میں ابوحیان حج کے لیے تشریف لائے تو میں ۶ ذوالحجہ کو اتوار کے دن ان سے مکے میں ملا اور ان کا دیوان پڑھنے اور نقل کرنے کی اجازت چاہی، اس دیوان میں وہ قصیدہ بھی تھا جو امام ابن تیمیہ کی شان میں کہا گیا تھا، ابوحیان

---

[1] ۸/الانفال:٦٤۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



نے صرف اس ایک قصیدے کے نقل کرنے کی اجازت نہیں دی، جب وجہ پوچھی تو کہا: اب میں ان کو اچھے لفظوں سے یاد نہیں کرتا، اور اس کے بعد وہ واقعہ بیان کیا جس کا اوپر ذکر ہوا۔ [1]

ابوحیان نے امام ابن تیمیہ کے اس تیز و تند لہجے کو ایک ناقابل عفو گناہ قرار دے لیا تھا۔ اس لیے وہ خاص کر اپنی تفسیروں البحر المحیط اور النہر الماد من البحر میں امام ابن تیمیہ پر طعن و تشنیع کرتے ہیں اور ان کی ہر جگہ تحقیر کرتے نظر آتے ہیں۔

## دمشق میں سراسیمگی

سلسلہ کلام میں ہم کہیں سے کہیں نکل آئے، امام ابن تیمیہ کے مصر جانے کے بعد جب دمشق والوں کو یہ معلوم ہوا کہ ملک ناصر راستے ہی سے واپس ہو گیا ہے تو وہ بہت پریشان ہو گئے۔ اور انہیں بالکل ہی مایوسی اور ناامیدی ہو گئی، والئ شہر ابن النحاس نے یہ اعلان کر دیا کہ جو لوگ بھی دمشق سے فرار ہونے کی قوت اور استطاعت رکھتے ہیں وہ فرار ہو جائیں، اس کی وجہ سے دمشق کے مرد و عورت اور بچے بالکل ہی سراسیمہ ہو گئے، عورتیں چلا چلا کر رونے لگیں، نادار اور غریب لوگ اپنے بچاؤ کی کوئی تدبیر نہ پا کر یقین کرنے لگے کہ اب ان کی نجات کا کوئی ذریعہ نہیں ہے، ابن جماعہ، حریری، ابن صصری، ابن منجا جیسے علما و فضلا اور بہت سی عمائدین شہر مصر فرار ہو گئے، یہ دیکھ کر امام ابن تیمیہ کے چھوٹے بھائی شیخ شرف الدین عبداللہ بن تیمیہ، شیخ زین الدین الفارقی، شیخ ابراہیم رقی، شیخ ابوبکر بن قوام وغیرہ نائب الشام امیر فرم کے پاس جا کر اس کو دشمن کے مقابلے پر ابھارا، امیر عرب مہنا بن عیسیٰ سے بھی ملاقات کی اور اس کو جہاد پر آمادہ کیا، اس نے امیر افرم کی تائید کا وعدہ کیا، اور دشمن کے مقابلے کی ہر ممکن تیاری کی۔ [2]

امام ابن تیمیہ بھی ملک ناصر اور دوسرے اعیان سلطنت کو جنگ پر آمادہ کر کے ۲۷ جمادی الاولیٰ ۷۰۰ھ کو دمشق واپس آئے اور جہاد کی مزید تیاریاں کیں۔

## تاتاریوں کی واپسی

اس مرتبہ تاتاری اپنے ساتھ کھانے پینے کا سامان بہت کم لائے تھے، انہیں امید تھی کہ ملک شام کی زرخیز زمینوں سے اتنا کچھ مل جائے گا کہ انہیں اپنے ساتھ کچھ لے جانے کی

---

[1] مجموع الدرر، ص: ۳٤۔ [2] البداية والنهاية: ١٤/ ١٦۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ضرورت نہ ہوگی، مگر حلب کے قریب پہنچنے کے بعد انہیں اپنی غلطی کا احساس ہوا، بارش کی کثرت کی وجہ سے تمام فصلیں برباد ہو چکی تھیں، سارے راستے دل دل ہو چکے تھے، سامانِ رسد کے کافی ذخیروں کے بغیر فوج کا آگے بڑھانا نہایت ہی خطرناک تھا، بارش کے ساتھ ساتھ شدت کی برف باری شروع ہو چکی تھی، جس کی وجہ سے تاتاری سپاہی بالکل ہی بدحواس ہو گئے، یہ دیکھ کر قازان نے ۱۱ جمادی الاولیٰ ۷۰۰ھ کو پیر کے دن اپنی فوج کو واپس چلنے کا حکم دے دیا۔ [1] اسی دن امام ابن تیمیہ مصر داخل ہوئے تھے۔

## دعوتِ جہاد

مصر سے واپس آتے ہی امام ابن تیمیہ نے عام مومنین کے نام ایک طویل خط لکھا، جو ''العقود الدریہ'' میں منقول ہے، یہ خط تقریباً پچپن صفحوں پر پھیلا ہوا ہے، اس خط کا ایک بڑا حصہ لکھا ہی تھا کہ انہیں خبر ملی کہ قازان واپس ہو گیا ہے۔ اور اس کی صرف ایک جماعت باقی رہ گئی ہے انہوں نے حماۃ کر وہاں کے امراء اور عوام کو جہاد پر کمربستہ کرنا چاہا، مگر بعد میں یہ اطلاع آئی کہ تمام تاتاری واپس ہو گئے ہیں، انہوں نے رجب ۷۰۰ھ میں اس خط کو مکمل کیا۔ [2]

## دعوتِ جہاد کا خلاصہ

اگر گنجائش ہوتی تو ہم اس کتاب میں اس خط کا پورا ترجمہ درج کر سکتے تھے، کیونکہ یہ امام ابن تیمیہ کی بصیرت اور ان کے اجتہادات و استنباطات کا ایک کھلا ہوا ثبوت ہے، ہم ذیل میں صرف اس خط کا خلاصہ پیش کرتے ہیں:

امام ابن تیمیہ سلام اور حمد و نعت کے بعد لکھتے ہیں:

''تاتاریوں کے ساتھ ہماری اس لڑائی کا واقعہ احزاب کی جنگ سے بہت کچھ مماثلت رکھتا ہے، ہم اس سے بہت کچھ سیکھ سکتے ہیں، احزاب کی جنگ کے موقع پر دشمن بہت سی غلط باتیں مشہور کر چکے تھے اور مسلمانوں پر ان دشمنوں کا خوف اتنا چھا گیا تھا کہ ان کے کلیجے منہ تک آ گئے تھے، اور وہ ہر وقت مدد الٰہی کے منتظر رہتے تھے، اس لڑائی میں بھی مسلمانوں کا یہی حال تھا۔

---

[1] العقود الدریۃ، ص: ۱۷۱۔ [2] العقود الدریۃ، ص: ۱۷۵۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



پچھلے سال کی جنگ میں مسلمانوں کی شکست اُن کے کھلے ہوئے گناہوں اور فسادِ نیت اور ان کے ظلم و فواحش کا نتیجہ تھی، مسلمان اپنے فرائض سے بالکل غافل ہو چکے تھے، انہوں نے صوبہ جزیرہ اور روم کے مسلمانوں پر ظلم کیا تھا۔

دشمن ابتداء میں مصالحت پر آمادہ تھا، وہ ایمان لا کر پُرامن زندگی کرنے کے لیے تیار تھا، مگر مسلمانوں ہی نے اللہ کے احکام سے روگردانی کی جس کی سزا کے طور پر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تاتاریوں کے مظالم کا شکار بنایا۔ مسلمان رعایا اور سپاہیوں میں بہت بڑا شر تھا، جس کی وجہ سے ان کے دین اور ان کی دنیا میں بہت بڑا فساد رونما ہوا۔

احزاب کی جنگ میں منافقین نے آنحضرت ﷺ اور عام مومنین و مسلمین کے خلاف زبردست کام کیا، اس جنگ میں زندیقوں، فلسفیوں، منجموں، طبیبوں، صوفیوں، فقیہوں اور شیعوں نے تاتاریوں کی تائید کی، اور ہر موقع پر مسلمانوں کو برباد کرنے کی کوشش کی، شیعوں کے خاص خاص فرقوں یعنی خرمیوں، باطنیوں، قرامطیوں، اسماعیلیوں اور نصیریوں نے کھلم کھلا تاتاریوں کی امداد کی، ان میں سے بعض لوگ تاتاریوں کو ناپسند کرتے ہیں تو وہ اُن کے دین کی خرابی کی وجہ سے نہیں ہے، بلکہ ان کی سیرت کی وجہ سے ہے، کیونکہ تاتاری اعلانیہ خونریزی کر بیٹھتے ہیں، اور لوگوں کا مال لوٹ لیتے ہیں، اس میں وہ اپنے دوست دشمن کی کوئی تمیز نہیں کرتے۔

مسلمان جب تک عزم اور ارادے کے پکے تھے خدا بھی ان کی پوری امداد کرتا رہا اور ہر موقعے پر ان کو فتح و نصرت عطا کرتا رہا، مگر جب وہ بزدل ہو گئے اور موت سے ڈرنے لگے تو اُن کو ہر جگہ ناکامی ہونے لگی، مجاہدین کے لیے سب سے زیادہ صبر اور توکل چاہیے، جب ان میں یہ دونوں صفتیں نہیں ہوتیں تو پھر انہیں جنگ میں کامیابی نہیں ہوتی۔

احزاب کی جنگ کے موقعے پر یہودی بھی کفار مکہ کے ساتھ مل گئے، اس جنگ میں ارمینیہ کے نصرانی اور کردتا تاریوں کے ساتھ مل گئے، تاتاریوں کا لشکر زیادہ ہونے کے باوجود وہ آگے بڑھنے کی ہمت نہیں کر رہا تھا، ایک قدم آگے بڑھتا تھا تو دوسرے قدم پیچھے ہو جاتا تھا۔

احزاب کی جنگ کے موقعے پر کفار نے تقریباً بیس دن تک مدینہ منورہ کا محاصرہ جاری

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



رکھا، اس جنگ میں تاتاریوں نے ۱۷ ربیع الآخر ۷۰۰ھ کو دریائے فرات پار کیا اور بیس بائیس دن کے قیام کے بعد یہ لوگ ۱۱ یا ۱۲ جمادی الاولیٰ ۷۰۰ھ کو واپس ہو گئے۔

احزاب کی جنگ کے وقت بڑی شدت کی سردی اور برف باری ہوئی تھی اور سخت ہوا چلی تھی جس کی وجہ سے کفار مکہ کے خیمے الٹ گئے اور انہیں مجبور ہو کر واپس ہونا پڑا، اس سال بھی اسی قسم کی سردی اور برف باری ہوئی اور سخت بارش ہونے لگی، مسلمانوں نے اس کو ایک عذاب الٰہی تصور کیا، مگر یہی ان کے حق میں ایک بڑی رحمت ثابت ہوا، کیونکہ اسی شدت کی سردی بارش اور برف باری کی بنا پر دشمن واپس ہونے پر مجبور ہو گیا، ہم مسلمانوں سے صاف کہتے رہے کہ تم اس سردی اور بارش کو ناپسند مت کرو، اس میں خدا کی کوئی نہ کوئی حکمت پوشیدہ ہے، خدا نے اسی سردی، بارش اور برف باری کی بدولت ہمارے دشمنوں کو برباد کیا اور اس کو ملک شام سے نکلنے پر مجبور کیا، ان کے بہت سے سپاہی اور گھوڑے مر گئے اور بہت سے بھوک پیاس کی وجہ سے لب گور پہنچ چکے تھے، ملک شام کے ایک امیر نے مجھ سے کہا، خدا ہمارے چہروں کو روشن نہ کرے، ہمارا دشمن سر سے پیر تک برف میں ڈوبا ہوا تھا، اور ہم خاموش بیٹھے اس کو دیکھتے رہے، ہم نے موقع سے فائدہ اٹھا کر دشمن کو گرفتار کرنے کی کوشش نہ کی۔

احزاب کی جنگ کے وقت جب کافروں نے مدینۂ منورہ کا محاصرہ کر لیا تو مسلمانوں کے دل انتہائی خوف سے کانپ اٹھے اور وہ خدا کے متعلق طرح طرح کی بدگمانیاں کرنے لگے، اسی طرح جب تاتاریوں نے ملک شام کے مختلف شہروں کا محاصرہ شروع کیا تو مسلمانوں کے دل لرز اٹھے اور ان کے کلیجے منہ کو آ گئے، انہیں طرح طرح کی بدگمانیاں ہونے لگیں، بعض تو یہ کہنے لگے کہ اب مسلمان تاتاریوں کے مقابلے میں ثابت قدم نہیں رہ سکتے، تاتاری چاند کے ہالے کی طرح دمشق کو گھیر لیں گے اور اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے، ملک شام رہنے کی جگہ نہیں رہی اور تاتاری ملک شام کے بعد مصر کو بھی فتح کر لیں گے اس لیے بعض لوگ مصر سے بھی بھاگنے کی تیاریاں کر رہے تھے، کچھ لوگ یمن جانے کی فکر کر رہے تھے، مگر جو لوگ حقیقی مومن تھے اور جن کے دل میں کسی طرح کا کھوٹ نہیں تھا، انہیں خدا پر پورا اعتماد اور بھروسہ تھا، وہ غیر اللہ سے ڈرنے پر ہرگز آمادہ نہیں تھے، اسی لیے ان

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کے ارادوں میں کسی قسم کا تزلزل نہیں آیا اور وہ آخر وقت تک دشمن کے مقابلے پر ڈٹے رہے، اللہ تعالیٰ نے ان کی مدد کی اور انہیں ان کے مقصد میں کامیابی عطا کی۔

احزاب کی جنگ کے وقت بعض لوگوں نے مسلمانوں سے کہا کہ اب محمد ﷺ کے دین پر قائم نہیں رہ سکتے اس لیے شرک کا دین اختیار کرو، اسی طرح اس جنگ میں بعض مسلمانوں نے کہا کہ صلح و امان کے بغیر اب کوئی چارہ نہیں ہے، اسی لیے تاتاریوں کی فرمانبرداری اختیار کرو۔ یہ لوگ درحقیقت موت سے ڈرتے تھے جس سے کبھی چھٹکارا نہیں مل سکتا، یہ لوگ بعض منافقین کی طرح میدان جنگ سے اپنے گھروں کو بھاگنے کی کوشش کر رہے تھے، اور سمجھتے تھے کہ وہ اس طرح موت کے پنجے سے چھوٹ جائیں گے، مگر تجربے سے ظاہر ہو گیا کہ بھاگنے والے ہی زیادہ تر مارے گئے، جو لوگ دشمن کے مقابلے میں ڈٹے رہے، اور اپنے گھروں کو نہیں چھوڑا وہ بہت کم موت کا شکار ہوئے، یہ اللہ کی سنت ہے، جو ہمیشہ سے جاری رہی اور ہمیشہ جاری رہے گی، دنیا کی قلیل زندگی اور ساز و سامان کی خاطر موت سے ڈرنا حماقت ہے، بند برجوں میں بھی موت سے کوئی چھٹکارا نہیں مل سکتا۔

جب بعض مسلمانوں نے عزمِ راسخ ظاہر کیا تو دشمنوں کے دل رعب سے بھر گئے، اور کثیر تعداد رکھنے کے باوجود وہ واپس ہونے پر مجبور ہو گئے، جب مسلمانوں نے اپنا ثباتِ قلب دکھایا، اور خدا پر بھروسہ کیا، تو اللہ تعالیٰ نے دشمن کو بھی پھیر دیا، کیونکہ خدا خالص نیت اور سچی ہمت والوں کی ضرور مدد کرتا ہے، چاہے وہ عمل اور فعل ہی سے خالی کیوں نہ ہو۔''

## دمشق میں خوشیاں

جب تاتاریوں کے واپس جانے کی مصدقہ خبر دمشق والوں کو ملی تو تمام لوگوں نے خوشیاں منائیں، مسجدوں میں خدا کا شکر ادا کیا، اپنے دوستوں کے نام مبارکباد کے پیغام روانہ کیے ملک ناصر کو بھی اس خوشخبری کی اطلاع دی گئی۔

## قازان کا تہدیدی خط

ناکامی و نامرادی کا جو تیر قازان کے سینے میں پیوست ہو چکا تھا، اس کو نچلا بیٹھنے نہیں دیتا تھا، اس نے جنگ اور زور آزمائی کا ارادہ کر لیا، مگر اس سے پہلے یہ چاہتا تھا کہ مصری حکومت پر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



حجت قائم کر لے، اس نے رمضان ۷۰۰ھ میں کردی پہاڑیوں سے ملک ناصر کے نام ایک تہدیدی خط لکھا، جس کو امیر کبیر ناصر الدین علی خواہ اور ملک القضاۃ جمال الدین موسیٰ ابن یوسف مصر لے آئے تھے، اس میں قازان نے سارے الزامات مصری حکومت کے سر تھوپے ہیں، پھر اپنی قاہرانہ قوت کے دکھانے کے بعد سخت ترین لہجہ میں مصری حکومت کو اپنی اطاعت کرنے کی تاکید کی ہے اور ساتھ ہی خراج ادا کرنے کا حکم دیا ہے، اور یہ دھمکی دی ہے کہ خراج ادا نہ ہونے کی صورت میں تاتاری مصر اور شام کو اپنے گھوڑوں کے ٹاپوں سے روند ڈالیں گے۔

ذیل میں قازان کے اس خط کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے۔ [1]

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

بقوۃ اللّٰہ تعالیٰ و میامین الملۃ المحمدیہ

حکم السلطان محمود غازان

ملک ناصر کو معلوم ہوا کہ اس کی بعض مفسد فوجیں ہمارے شہروں کی حدود میں داخل ہوئیں اور خدا کی دشمنی اور نیز ہماری دشمن کی بنا پر ماردین اور اس کے قرب وجوار میں فساد مچایا اور جن جن باشندوں پر قابو حاصل ہو سکا، ان پر کھلم کھلا ظلم کیا، خدا کی نافرمانی کی اور عجیب و غریب افعال بد کی مرتکب ہوئیں، انہوں نے خدا کے خلاف جنگ کی اور ناموسِ شریعت کا پردہ چاک کیا ان کے ان حملوں کی وجہ سے ہمیں بھی غیرت وحمیت لاحق ہوئی اور ہماری اسلامی حمیت وغیرت کا تقاضا یہی تھا کہ ہم بھی ان کے شہروں میں داخل ہوں اور ان کے فساد کی روک تھام کریں، چنانچہ ہم اپنی موجودہ فوج کو لے کر نکلے اور سید المرسلین ﷺ کے ارشادات اور آثار متقدمین کی پیروی میں اور نیز خدا کے اس قول

﴿لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ﴾ [2]

''تاکہ لوگوں کو رسولوں کے بھیج دینے کے بعد اللہ پر حجت اور دلیل قائم نہ ہو جائے۔

کی اقتداء کرتے ہوئے ہم نے یعقوب سکر جی کو قاضیوں اور اماموں کی ایک جماعت کے ساتھ تمہارے پاس بھیجا اور یہ پیام کیا۔

---

[1] صبح الاعشی للقلقشندی: ۸/ ۶۹۔ [2] ۴/النساء:۱۶۵۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



﴿ هٰذَا نَذِيْرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰى ۝ اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ ۝ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَاشِفَةٌ ۝ ﴾ [1]

''یہ بھی اگلے ڈر سنانے والوں میں سے ایک ڈر سنانے والا ہے، آنے والی قیامت قریب آ پہنچی، اس (قیامت) کو اللہ کے سوا کوئی ٹال نہیں سکتا۔''

لیکن اس کے برخلاف تم اپنی ضد پر اڑے رہے اور اپنی ذات کو اور تمام مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کا فیصلہ کیا، تم نے حسنِ سلوک کے معاملے میں بادشاہوں کے طریقے کی خلاف ورزی کی، اس کے باوجود ہم نے تمہاری گمراہی اور سرکشی پر صبر کیا، یہاں تک کہ اللہ نے ہماری مدد کی اور اس نے تمہارے بارے اپنا فیصلہ دکھا دیا۔

﴿ اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ ۚ فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ ﴾ [2]

''کیا یہ لوگ اللہ کے مکر سے اپنے کو امن میں سمجھتے ہیں، پس اللہ کے مکر سے اپنے کو امن نہیں سمجھتے مگر وہی لوگ جو گھاٹے میں ہیں۔''

ہم یہ گمان کر رہے تھے کہ جب تم پر حقیقتِ حال ظاہر ہو جائے گی اور تم پر ہو گزرے گا جو کچھ کہ ہونا تھا، تو تم اپنی زیادتی اور بدعنوانیوں کی تلافی کرو گے جو تم نے دھوکے سے ہمارے ساتھ کی ہیں اور نیز ہماری طرف عذر اور معذرت روانہ کرو گے، ہم یہ سمجھتے تھے کہ تم مصر لوٹنے کے بعد اس معاملے کو سلجھانے کے لیے قاصد روانہ کرو گے، اسی لیے ہم چند دن دمشق میں ٹھہرے رہے، لیکن تم نے محض اپنی سستی کی بنا پر اصلاحِ حال کی طرف کوئی توجہ نہیں کی اور اپنے آپ کو امن میں سمجھتے رہے۔

پھر جب ہم اپنے شہروں کو لوٹے تو یہ خبر ملی کہ تم نے فوجیوں اور عام لوگوں کو یہ سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ تم آئندہ ہم سے حلب یا فرات پر ملو گے اور تمہاری وجہ سے اسلام کو جو دھچکا لگا ہے اس کی تلافی کرو گے، یہ بھی معلوم ہوا کہ تم اپنے ارادے پر قائم ہو اور لڑائی کے سوا تمہارا کوئی اور ارادہ نہیں ہے، اس لیے ہم اپنی فوج کو لے کر تمہاری ملاقات کے لیے فرات پر پہنچے اور یہ امید کرتے رہے کہ تم اپنے دعوے کو ثابت کرو گے، مگر تمہاری جانب سے نہ کوئی تلوار

---

[1] ۵۳/النجم:۵۶_۵۸_ [2] ۷/الاعراف:۹۹_

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



چمکی اور نہ کوئی نیزہ یا بھالا بلند ہوا۔ ہم حلب تک آئے اور تمہارے نہ آنے پر تعجب کرتے رہے، ہم یہ سوچتے تھے کہ اگر ہم اپنی شاندار زبردست اور قاہر فوجوں کو آگے بڑھائیں تو اُن کے آگے بڑھنے سے بہت سے شہر ویران ہو جائیں گے اور اگر وہ کسی شہر میں اتر پڑیں تو اس شہر کا سارا کاروبار فاسد ہو جائے گا، اور لوگوں اور شہروں کو ان سے نقصان پہنچے گا، اسی لیے ہم ان پر رحم کر کے اپنی فوجوں کو واپس لے آئے۔ اب ہم اپنی فتح مند فوجوں کو جمع کر رہے ہیں اور اپنے ارادوں کی تکمیل کرنا چاہتے ہیں، ہم منجنیق (گوپھن) اور آلات حصار بھی تیار کر رہے ہیں۔ ہم نے عزم کر لیا ہے کہ تمہاری خاطر خواہ تنبیہ کر کے رہیں گے، مگر اس سے پہلے خدا کے ارشاد:

﴿ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَسُولًا ﴿١٥﴾ ﴾ [1]

''ہم کسی کو سزا نہیں دیتے، یہاں تک کہ ہم کسی قاصد کو بھیج نہیں لیتے۔''

کے مطابق ہم اپنے امیر کبیر ناصر الدین علی خواجا اور ملک القضاۃ جمال الدین موسیٰ بن یوسف کو اپنا قاصد بنا کر تمہارے پاس بھیج رہے ہیں تا کہ وہ ہمارے نمایندے بن کر تم سے گفتگو کریں، تمہیں چاہیے کہ ان دونوں کی کماحقہٗ عزت اور تکریم کرو اور ان دونوں کی باتوں کا اعتبار کرو، کیونکہ یہ دونوں ہمارے اعیانِ دولت سے ہیں اور ہمارے دفاتر کے معتمد علیہ ہیں، اللہ کا ارشاد ہے:

﴿ قُلْ فَلِلَّهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ ۚ فَلَوْ شَاءَ لَهَدَاكُمْ أَجْمَعِينَ ﴿١٤٩﴾ ﴾ [2]

''(اے پیغمبر) کہہ دو کہ پہنچنے والی حجت اللہ ہی کی ہے پس اگر وہ چاہے تو البتہ تم سب کو ہدایت دے سکتا ہے۔''

پس تمہیں چاہیے کہ ہمارے لیے تحفوں اور ہدیوں کا سامان کرو، تنبیہ کر دینے کے بعد تمہارے لیے عذر باقی نہیں رہ جاتا، اگر تم اس کی تلافی نہ کرو تو مسلمانوں کے خون اور مال سے اس کی تدبیر کی جائے گی اور تمہاری تقصیر اور کوتاہی کی بنا پر خدا کے نزدیک تم ہی سے پوچھ گچھ ہوگی۔

---

[1] ۱۷/بنی اسرائیل:۱۵۔ [2] ۶/الانعام:۱۴۹۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


پس سلطان کو چاہیے کہ اپنی رعایا کی بہبودی اور بھلائی کا خیال کرے آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے، کہ اللہ تعالیٰ جس شخص کو اس امت کے امور کا والی بناتا ہے اور وہ اپنی ہی حاجتوں اور ضرورتوں کا خیال رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنی حاجتوں اور ضرورتوں اور فقر وفاقے کا محتاج بنا دیتا ہے۔ پس جس نے ایک مرتبہ تنبیہ کر دی اس کا عذر پورا ہو گیا اور جس نے پوری تنبیہ کی اس نے انصاف سے کام لیا اور سلامتی ہے اس شخص پر جس نے ہدایت کی اتباع کی۔ یہ خط کر دی پہاڑیوں سے عشرہ اوسط رمضان ۷۰۰ھ کو لکھا گیا ہے۔ والحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیدنا محمد المصطفیٰ وآلہ وصحبہ وعترتہ الطاہرین۔

## ملک ناصر کا جواب

ملک ناصر نے بڑے غور وفکر کے بعد محرم ۷۰۱ھ میں اس کا جواب دیا۔ اس میں زیادہ تر دفاعی پہلو اختیار کیا اور ان الزامات کو اٹھانے کی کوشش کی جو قازان نے مصری حکومت کے سر تھوپے ہیں، آخر میں اسلامی بھائی چارگی کو جتلا کر بے گناہ مسلمانوں پر دست درازی کرنے سے منع کیا، ذیل میں اس خط کا خلاصہ دیا جاتا ہے۔ [1]

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

بقوۃ اللّٰہ تعالٰی

و

میامین الملۃ المحمدیۃ

امابعد۔ سب تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے ہم کو سابقین اولین اور ہدایت پائے ہوئے ہادیوں میں سے گردانا جو قیامت کے دن تک سید المرسلین ﷺ کی سنت کی پیروی کرتے رہیں گے اور درود وسلام ہو ہمارے سردار محمد ﷺ پر اور آپ کی آل اور ساتھیوں پر جن کو اللہ نے سابقین اولین میں شمار کیا اور یہ بات پہلے ہی لوحِ محفوظ میں لکھ دی اور فرمایا:

﴿ وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ۙ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ ۚ ﴾ [2]

''اور جو آگے بڑھنے والے ہیں (ان کا کیا کہنا) وہ آگے بڑھنے والے ہی ہیں،

---

[1] صبح الاعشی للقلقشندی: ۲۴۳/۷۔ [2] ۵۶/الواقعۃ: ۱۰، ۱۱

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وہی خدا کے مقرب بندے ہیں۔''

باقبال دولة السلطان الملك الناصر كلام محمد بن قلاوون۔

سلطان معظم محمود غازان کو معلوم ہو کہ اس کا مراسلہ پہنچا، ہم نے اپنے جیسوں کے شایانِ شان اس مراسلے کی عزت اور قدر کی، ہم نے سلام اور سلامتی کے ساتھ اس کو اپنے ہاتھ میں لیا، ہم نے اس کو پڑھا اور اس پر غور و فکر کیا۔ اس طرح کہ کوئی اس کی باریکیوں اور حقیقتوں کو سمجھنے کی کوشش کرتا ہے، ہم نے اس کو ایسے امور کے مؤاخذے پر مشتمل پایا جو خود مؤاخذے کے لائق ہیں، ان کو ہم پر ظلم کرنے کے لیے بطور عذر پیش کیا گیا ہے، جو درحقیقت صرف بعض کے مظالم تھے۔ ان کے بدلے تمام سے مؤاخذہ کیا جا رہا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى﴾ [1]

''اور ایک گناہ کرنے والا دوسرے کے گناہ کو نہیں اٹھائے گا۔''

اب رہا یہ اعتراض کہ ہمارے شہروں کے اطراف میں بسنے والوں نے ماردین کو لوٹا اور عجیب و غریب کاموں اور بھیانک گناہوں کا ارتکاب کیا، جس کی وجہ سے تم کو غیرت و حمیت لاحق ہوئی، اور تم ہم سے مقابلہ کرنے پر آمادہ ہوئے، تم نے اس کو اپنی سرکشی اور اپنے ظلم کے لیے ایک عذر اور سبب قرار دیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ لوٹ مار طرفین سے ہوئی، ہمارے درمیان کوئی صلح یا معاہدہ نہیں تھا جس کی بنا پر ہم اپنا ہاتھ روک لیتے، تم کو اچھی طرح معلوم ہے کہ تمہارے آباء و اجداد کفر اور شقاق پر قائم تھے، اور انہیں اسلام کے ساتھ کوئی الفت اور محبت نہیں تھی، ماردین کا بادشاہ اور اس کی رعایا شہروں کو نقصان پہنچانے اور لوگوں کو تکلیف پہنچانے میں اسی طرح حصہ لیا کرتے تھے، جس طرح تمہارے آباء و اجداد حصہ لیا کرتے تھے، تمہارے آباء اجداد کے ساتھ ان لوگوں کا یارانہ تھا اور خدا کے اس قول:

﴿وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ﴾ [2]

---

[1] ۱۷/بنی اسرائیل:۱۵۔ [2] ۵/المائدۃ:۸۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


''اور جو شخص تم میں سے ان کو دوست بنائے گا، تو وہ بھی انہیں میں سے ہوگا۔''

کے مطابق ماردین والے بھی ہمارے دشمنوں سے شمار ہوں گے۔

ماردین والوں کے اس اختلاف کو تم نے اپنی حمیت جاہلیت کی بنا پر ایک گناہ قرار دے لیا ہے، اور تم ماردین والوں کی حمایت پر کمر بستہ ہو گئے ہو، تم یہ سمجھتے ہو کہ تمہاری ہمتیں بھری ہوئی ہیں، تم ہم لوگوں سے پورا انتقام لینا اور برائی کا بدلہ برائی سے دینا چاہتے ہو، یہ انتقام انہیں لوگوں سے لینا چاہیے جنہوں نے کوئی گناہ کیا ہے، ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ تم اپنے لاؤ لشکر کو لے کر اسلام ہی سے انتقام لو اور صلیب کے پرستاروں کو اپنے ساتھ لے کر پاک اور مقدس جگہوں کو روند ڈالو اور بیت المقدس کی بے حرمتی کرو، جس کا درجہ بیت اللہ الحرام کے بعد اور مسجد نبوی کے برابر ہے، اگر تم یہ دلیل دیتے ہو کہ اس لوٹ مار کی باگ دوڑ ہمارے ہاتھ میں تھی اور اس قسم کا ظلم وستم ہماری سنت سے ہے تو اس کا صاف جواب یہی ہے کہ ہمارے اور ماردین والوں کے درمیان صلح اور معاہدہ نہ ہونے کی وجہ سے ایسا ہوا۔

یہ جو تم نے دعویٰ کیا ہے کہ قاصدوں کے بھیجنے کے بارے میں تم نے سید المرسلین اور آثار متقدمین کی پیروی کی ہے، تو ہم نے اس کو بھی پڑھا اور اُن آیتوں کو سمجھا جن کو تم نے پیش کیا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ تمہارے قاصد اس وقت ہمارے پاس پہنچے جب کہ ڈیرے ڈیروں سے مل چکے تھے، اور تیر تیروں کے مقابل ہو چکے تھے، اور ایک قوم دوسری قوم سے قریب ہو چکی تھی، لڑائی شروع ہونے کے لیے صرف ایک دن بلکہ اس سے بھی کم وقت باقی رہ گیا تھا، اچانک دونوں جانب سے تیر چلنے لگے اور ایک دشمن دوسرے سے گتھ گیا، اگر تم صلح پر آمادہ ہوتے تو ہم بھی خدا کے اس ارشاد:

﴿ وَإِنْ جَنَحُوا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا ﴾ [1]

''اور اگر وہ صلح کی طرف مائل ہوں تو تم بھی اس کی طرف مائل ہو جاؤ۔''

پر عمل کرتے ہوئے صلح پر آمادہ ہوتے۔

تمہارے خط کے اسلوب ہی سے پتہ چلتا ہے کہ تم صلح اور معاہدے کے لیے تیار نہیں

---

[1] ۸/الانفال:۸۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



تھے، امیر المؤمنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ٹھیک فرمایا کہ انسان اپنے دل میں کوئی بات نہیں چھپاتا، مگر اُس کے چہرے اور اس کی زبان سے وہ بات عیاں ہونے لگتی ہے، اگر تمہارے قاصد اس حالت میں پہنچتے کہ ان کی تلواریں ان کے میان میں ہوتیں اور ان کے نیزے اور تیر ترکشوں میں بند ہوتے اور ان کے گھوڑوں کی لگام آزاد نہ ہوتی تو ہم ضرور ان کی گفتگو سنتے اور ان کا جواب دیتے۔

یہ جو تم نے اپنی زبان قلم کو بے لگام دوڑایا ہے اور انتہائی غیظ وغضب کا اظہار کیا ہے، اور یہ لکھا ہے کہ تم نے ہماری گمراہی اور سرکشی پر صبر کیا، تو یہ صبر کہاں ہوا، جبکہ تم نے مصالحت کی خاطر اپنے قاصدوں کو بھیجنے سے پہلے اپنے گھوڑے دوڑا دیئے اور تنبیہ کرنے سے پہلے ہمارے شہروں میں گھس پڑے، اگر تم ان باتوں پر دوبارہ غور وفکر کرو اور اپنے طرز خطاب کا خیال کرو تو ہماری طرف سے تاخیر جواب کا عذر پاؤ گے، لیکن نصیحت نہیں پکڑتے، مگر عقلمند لوگ۔

یہ جو تم نے خوشی ظاہر کی ہے کہ اللہ نے ہر لڑائی میں تمہاری مدد کی اور تم کو کامیاب بنایا تو تم اگر ذرا بھی غور وفکر سے کام لیتے تو تمہیں معلوم ہو جاتا کہ اس میں فخر کی کوئی بات نہیں ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ لِيَزْدَادُوا إِثْمًا﴾ [1]

''بے شک ہم ان کو ڈھیل دیتے ہیں تا کہ ان کے گناہ اور زیادہ ہوں۔''

تم کو اچھی طرح سے معلوم ہے کہ اسلامی تلواروں نے تمہارے ساتھ کیا کیا، تم ہماری فوجوں کے عزم سے اچھی طرح واقف ہو، اگر ہماری تمام فوجیں وہاں جمع ہوتیں تو کسی کو تمہاری خبر تک نہیں ملتی، ہم ابتدائی تیاریوں میں لگے تھے، ہم محض لوگوں کو دیکھ بھال کے لیے ملک شام آئے تھے، اور جب ہمیں تمہارے آنے کی خبر ملی تو ہم نے مسلمانوں سے تکلیف اور نقصان کو دور کرنے کے لیے تم سے لڑائی کی، ہم نے جہاد سنت اور اپنا ایک فرض منصبی ادا کیا، اس سے ہماری غرض صرف اپنے پروردگار کی مغفرت کی تلاش تھی، ہم نے اپنی فوج کی کمی

---

[1] ۳/آل عمران:۱۷۸۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


کے باوجود خدا کے اس ارشاد:

﴿ كَم مِّن فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً ﴾ [1]

''کتنی چھوٹی جماعتیں ہیں جو بڑی جماعت پر غالب آ گئیں۔''

پر بھروسہ کیا، ورنہ تمہارے بڑے لوگ اچھی طرح واقف ہیں کہ اسلامی فوجوں نے ان کو کس طرح روندا اور وہ کس طرح اجر کثیر کے مستحق ہوئے، جب یہ فوجیں اللہ کے راستے پر گامزن ہوئیں تو اُن پر فتح ونصرت کے دروازے کھل گئے، اگر تم ذرا بھی غور کرتے تو تمہیں اس قسم کا کوئی التباس نہ ہوتا اور تمہیں انکار کی جرأت نہ ہوتی، اگر تم پرانی تاریخ کے صفحات کو اُلٹ کر دیکھتے تو تمہیں معلوم ہو جاتا کہ کامیابی اللہ کی تقدیر سے ہے، اس میں غلبہ پانے والوں کے لیے فخر کی کوئی بات نہیں ہے اور نہ مغلوب کے لیے کوئی عار ہے۔ کتنے بادشاہ ایسے گزرے ہیں جن پر دوسروں نے غلبہ حاصل کیا، اور پھر جب اُن کی مدد ہوئی تو انہوں نے اپنی پچھلی شکست کا کس کر بدلہ لے لیا، دینِ اسلام کے بادشاہوں کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا ہے۔

اب رہا تمہارا یہ کہنا کہ جب تم دمشق آ کر اترے تو ہم نے تمہارے پاس کوئی قاصد نہیں بھیجا تو بات یہ ہے کہ جب ہم مصر پہنچے تو ہم نے جنگ کی تیاری شروع کر دی، ہر طرف سے فوجوں کو جمع کیا اور خدا کی راہ میں خوب روپیہ خرچ کیا، اور جب ہم مصر سے روانہ ہوئے تو تمہارے واپس چلے جانے کی خبر ملی، ہم آگے بڑھنے سے رُک گئے، اور اپنی فوج کے ایک حصے کو ان تاتاریوں کے خلاف بھیجا جو ہمارے شہروں میں ٹھہرے ہوئے تھے، ان میں سے کسی نے اس فوج کا مقابلہ نہیں کیا، ہماری فوج فرات تک گئی، مگر تاتاری قوم کا کہیں نشان نہیں ملا۔

تم کہتے ہو کہ ہم نے اپنی فوجوں اور عام لوگوں کو یہ سمجھایا کہ ہم تم سے حلب یا فرات پر ملیں گے، اسی لیے تم نے اپنی فوجوں کو جمع کر کے فرات پر ہمارا انتظار کیا۔ واقعہ یہ ہے کہ جب ہم کو تمہارے آگے بڑھنے کی خبر پہنچی تو ہم نے تمہاری ملاقات کا عزم بالجزم کر لیا ہمارے ساتھ

---

[1] ۲/البقرۃ: ۳۳۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



امیر المومنین حاکم بامر اللہ بھی تھے، جو ہمارے سردار رسول اللہ ﷺ کے چچا کی اولاد میں سے ہیں، اور جن کی اطاعت ہر ایک مسلمان پر واجب اور ہر ایک نافرماں بردار اور فرماں بردار پر ان کی بیعت اور پیروی فرض ہے، ہم نے جہاد کے فرض کی ادائیگی میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ دین اور دُنیا کا کوئی کام امیر المومنین کی مشایعت کے بغیر پورا نہیں ہوسکتا، جس شخص نے ان کو اپنا والی مانا وہ اللہ کی حفاظت میں آ گیا اور خدا اس کا دوست ہو گیا اور جس نے ان سے یا ان لوگوں سے جن کو انہوں نے مقرر کیا دشمنی کی وہ خدا کی طرف سے ذلیل اور خوار ہوگا۔

ہماری فوجیں شام کے شہروں تک پہنچیں، تمام نشیبی زمینیں اور پہاڑ ان سے بھر گئے، اس لشکر کا اگلا حصہ حماۃ تک پہنچ گیا، تمہارے لوگوں نے اس پر حملہ کرنے یا اس کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی بھی جرأت نہیں کی، ہم کچھ دن تک وہیں ٹھہرے رہے، یہاں تک کہ تمہارے واپس چلے جانے کی خبر ملی۔

یہ جو تم نے لکھا ہے کہ تم نے محض ہمارے شہروں اور لوگوں کی تباہی اور خرابی کا خیال کر کے اپنی فوجوں کو آگے نہیں بڑھایا تو سوال یہ ہے کہ لوگوں اور شہروں کے ساتھ کب سے تمہیں ہمدردی اور مہربانی پیدا ہوئی؟ اور کب سے تمہاری فوجوں کا یہ اخلاق بدلا ہے؟ ذرا خیال تو کرو کہ آل سلجوق کے ساتھ تمہارا کیا سلوک رہا، تمہارے آثار تمہاری حرکت پر گواہ ہیں، آل سلجوق نے نہ کسی گھر سے اور نہ کسی پڑوسی سے تعرض کیا، انہوں نے آثار سلف میں سے کسی کو بھی نہیں مٹایا، کسی مسلمان کو ان سے کوئی تکلیف نہ پہنچی، آل سلجوق میں سے ہر ایک درہم اور دینار دے کر اپنی روزی خریدتا تھا اور کسی مسلمان کو تکلیف یا ایذا دینے سے ہمیشہ گریز کرتا تھا، یہی ہے مسلمانوں کی سنت اور یہی ہے ایک ایسے شخص کا کام جو اپنے ملک کی بقا اور اس کا دوام چاہتا ہے۔

یہ جو تم نے اپنی زبانِ قلم کو بے لگام اور آزاد دوڑایا ہے اور یہ کہہ کر کہ فوجیں جمع کی جا رہی ہیں اور منجنیقیں تیار کی جا رہی ہیں، ہمیں ڈرایا ہے تو قرآن کی زبان میں اس کا یہی جواب ہوسکتا ہے:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



﴿ اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا ۖ وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ﴾ [1]

''وہ لوگ جن کو لوگوں نے کہا، بے شک لوگ تمہارے خلاف جمع ہو گئے ہیں تو تم ان سے ڈرو تو ان کا ایمان اور زیادہ ہو گیا اور کہا کہ اللہ ہمارے لیے کافی ہے اور وہ بہت اچھا کارساز ہے۔''

اب رہا تمہارا یہ کہنا کہ اگر ہم اپنی بدعنوانیوں کی تلافی نہیں کریں گے تو مسلمانوں کے خون اور ان کے مال سے اس کی تدبیر کی جائے گی، تو اس کا جواب یہی ہے کہ کوئی جواب نہ دیا جائے جو شخص صلح اور اصلاح چاہتا ہے اس قسم کے الفاظ جن سے اللہ اور اس کا رسول راضی اور خوش نہیں ہے اپنی زبان پر کیونکر لا سکتا ہے، اور کسی طرح اپنی نیت کو چھپا کر اس قسم کی طویل طویل بحث کرنے لگتا ہے اس قوم کی خامیاں کچھ پوشیدہ نہیں ہیں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے انسان کی نیت اس کے عمل سے زیادہ اہم ہے، اب سوال یہ ہے کہ کس قانون کی رُو سے مسلمانوں کے خون کو بہایا جائے گا؟ جو بھی ان کے خون سے تعرض کرے گا، دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ اس سے مؤخذ اکرے گا۔

اب رہے تمہارے فلاں اور فلاں قاصد، تو بے شک یہ ہمارے پاس آئے، ہم نے ان کی پوری تعظیم و تکریم کی، ہم نے باوجود اس کے کہ ان کی کم قدری اور ان کے معاملے کی کمزوری ہم سے کچھ چھپی ہوئی نہیں تھی، ان کی باتیں سنیں اور ان کا جواب دیا ان میں اہم امور کے دفاع کی سکت نہیں تھی، انہوں نے اپنے جرائم پر جن کا انہوں نے ارتکاب کیا پردہ ڈالنے کی کوشش کی، اس قسم کے لوگ ہم جیسوں کے پاس بھیجے جانے کے لائق نہیں تھے، اس قسم کے کاموں کے لیے ایسے آدمی منتخب کیے جاتے ہیں جن کی بزرگی اور صفاتی گفتگو پر تمام کا اجماع ہوتا ہے۔

تم نے ہم سے تحفے اور ہدیے طلب کیے ہیں، اگر تم ہم کو تحفے اور ہدیے بھیجتے تو ہم بھی ضرور ان سے بہتر تحفے اور ہدیے تمہیں روانہ کرتے۔ تمہارے چچا ملک احمد نے ہمارے والد

---

[1] ۳/آل عمران:۱۷۳۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ماجد کے نام مراسلہ بھیجا اور اس کے ساتھ بہت سے تحفے تحائف روانہ کیے تو ہمارے والد ماجد نے بھی بہت سے نفیس تحفے اور ہدیے انہیں روانہ کیے۔

اب جبکہ تمہارے تمام سوالوں کا جواب دیا جا چکا ہے تو ہمارا کہنا یہی ہی کہ ہم بھی صلح کی طرف مائل ہوں گے بشرطیکہ تم بھی صلح کی طرف مائل ہو تمہیں اسلام کے دائرے میں احسان کرنے والوں کی طرح نہیں، بلکہ اس کے ذریعہ شرف حاصل کرنے والوں کی طرف داخل ہونا چاہیے اور تمہیں چاہیے کہ خدا اور اس کے رسول کی پوری پابندی کرو تمہارا قول تمہارے فعل کے مطابق ہو، ان کافروں کو جو تمہارے اردگرد جمع ہیں چھوڑ دو، ان کو اپنے ساتھ رکھنا کسی طرح بھی جائز نہیں ہے، اگر تمہارا قاصد صلح کی آیتیں پڑھتا ہوا ہمارے پاس آتا اور اس کا خطاب و جواب ایسا عمدہ ہوتا کہ اس کے واپس جانے پر لوگ بے اختیار پکار اٹھتے:

﴿ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ﴾ [1]

''اے کاش! میں قاصد ہی کی راہ اختیار کرتا۔''

اس وقت ہمارے اور تمہارے دشمن ہم سے خوف کھاتے اور ہم دونوں مل کر اہل شرک کا قلع قمع کرتے اور ہماری کامیابی ہمارے مخالفین کی کمزوری کا سبب بنتی اور ہم دونوں کی دوستی پر خدا کا یہ قول گواہ ہوتا۔

﴿ وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ﴾ [2]

''اور یاد کرو اللہ کی نعمت کو تم پر جبکہ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں کے درمیان الفت ڈال دی پس تم اس کی نعمت کی وجہ سے بھائی بھائی ہو گئے۔''

اس وقت اگر خدا چاہے تو تمام امور کا بہترین انتظام ہو سکتا ہے اور صلح و کامیابی کی رسی کو اس طرح مضبوط پکڑا جا سکتا ہے، کہ وہ کبھی ٹوٹنے نہ پائے اور صلح کی بنیاد ایسی چیزوں پر ہو سکتی ہے، جن سے اللہ اور اس کا رسول راضی ہے۔

---

[1] ۲۵/الفرقان:۲۷۔ [2] ۳/آل عمران:۱۰۳۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



## جنگ کی تیاری

قازان کو جب یہ معلوم ہو گیا کہ مصری حکومت اپنی تمام کمزوریوں کے باوجود اس کی اطاعت کرنے پر آمادہ نہیں ہے تو اس نے بڑے زور وشور کے ساتھ اعلیٰ پیمانہ پر جنگ کی تیاری شروع کر دی، ادھر ملک ناصر نے مصر میں اور نائب الشام امیر جمال الدین آقوش الافرم نے بھی ملک شام میں زبردست تیاریاں شروع کر دیں۔

## امام ابن تیمیہ وغیرہ کو بدنام کرنے کی کوشش

امام ابن تیمیہ کے اقامت حدود کی بنا پر بعض رند مشرب اوباش ان کے سخت مخالف ہو گئے تھے، انہوں نے اُن کو بدنام کرنے کی کوشش کی، اس سلسلہ میں انہوں نے ایک جعلی خط بنایا اور یہ مشہور کر دیا کہ امام ابن تیمیہ اور قاضی القضاۃ شمس الدین بن الحریری اور ملک شام کے کئی ایک امیر ''قازان'' سے مل جانے کی کوشش کر رہے ہیں اور شیخ کمال الدین ابن الزملکانی اور شیخ کمال الدین بن العطار تاتاریوں کو امیر جمال الدین آقوش الافرم کی جنگی تیاریوں کے متعلق مختلف خفیہ باتوں کی اطلاع دے رہی ہیں، اور یہ چاہتے ہیں کہ امیر سیف الدین قبچاق کو دمشق کا حاکم بنائیں۔ یہ جعلی خط اتفاق سے جمادی الاولیٰ ۷۰۲ھ میں امیر افرم کے ہاتھ لگا، دیکھتے ہی اس نے اندازہ لگا لیا کہ یہ جعلی ہے اور محض ان علمائے کرام کو بدنام کرنے کے لیے ایسا کیا گیا ہے، مگر تحقیق حق کی غرض سے اُس نے خفیہ پولیس سے کام لیا۔ اس سلسلے میں ایک فقیر پکڑا گیا جس کا نام یعفوری تھا اور جو ہمیشہ جامع دمشق کی محرابِ صحابہ میں عبادت کرتا رہتا تھا، جب اس کے متعلق مزید کھوج لگایا گیا تو معلوم ہوا کہ احمد الغفاری نامی ایک شخص اس کا شریکِ کار ہے اور تاج منادیلی نے ان دونوں کے لیے یہ خط لکھ کر دیا ہے، چنانچہ اس خط کا اصل مسودہ بھی ان کے پاس مل گیا، امیر افرم نے تاج منادیلی کا ہاتھ کٹوا دیا، اور یعفوری اور احمد الغفاری کو بھی سخت سزائیں دیں۔ [1]

## ایک نیا مسئلہ کہ تاتاریوں سے لڑنا جائز نہیں ہے

اسی زمانے میں بعض فتنہ پردازوں نے ایک نیا مسئلہ اٹھایا وہ یہ کہ تاتاری مسلمان ہیں،

---

[1] البداية والنهاية: ۱۴/ ۲۲۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ان کے ساتھ لڑائی کرنا قرآن مجید کی رُو سے جائز نہیں ہے، بلکہ جب دونوں مسلمان جماعتیں آپس میں لڑ رہی ہوں تو ان کے درمیان صلح کرانے کی کوشش کرنی چاہیے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَ اِنْ طَآىِٕفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَ اَقْسِطُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝﴾ [1]

''اور اگر مومنین کی دو جماعتیں لڑیں تو ان کے درمیان صلح کراؤ، پس اگر ان میں سے ایک دوسرے پر زیادتی کرے تو اس جماعت سے جو زیادتی کرتی ہے لڑو، یہاں تک کہ اللہ کے حکم پر اتر آئے پس اگر وہ اتر آئے تو ان کی عدل کے ساتھ صلح کراؤ اور انصاف کرو بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو چاہتا ہے۔''

بعض لوگوں نے یہ کہنا شروع کیا کہ تاتاری مسلمان ہیں وہ باغی نہیں ہیں کیونکہ وہ امام کی بیعت میں کبھی داخل نہیں ہوئے اس لیے ان کو ہرگز باغی تصور نہیں کیا جا سکتا۔ امام ابن تیمیہ نے جواب دیا کہ ان کی مثال اُن خوارج کی سی ہے، جنہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت کی اور اپنے آپ کو حق پر سمجھتے تھے۔ اور یہ تاتاری بھی یہی سمجھتے ہیں کہ وہ مسلمانوں میں حق کے قائم کرنے کے حقدار ہیں، کیونکہ مصری اور شامی مختلف فسق و فجور میں مبتلا ہیں، حالانکہ یہ تاتاری اس سے زیادہ فسق و فجور میں مبتلا ہیں، امام ابن تیمیہ نے اپنی ایک تقریر میں اس مسئلہ پر نہایت ہی شرح و بسط کے ساتھ روشنی ڈالی اور یہاں تک کہہ دیا کہ اگر میں بھی اپنے سر پر قرآنِ مجید رکھ کر آؤں اور تاتاریوں کی حمایت کروں تو تم مجھے بھی قتل کر دینا۔ [2]

اس پر جوش تقریر سے عام لوگوں کے شکوک اور شبہات زائل ہو گئے اور ان کی ہمتیں پہلے سے زیادہ بڑھ گئیں۔

---

[1] ۴۹/الحجرات:۹۔ [2] البداية والنهاية: ۱۴/ ۲۴۔

مُحکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



## تاتاریوں کی پیش قدمی اور دمشق میں خوف وہراس

قازان نے اس مرتبہ ایک بہت بڑی فوج تیار کر کے قتلغشاہ کے ساتھ روانہ کی، وہ خود اس جنگ میں شریک نہیں ہوا، جب تاتاری فرات کو پار کر کے حلب کی طرف بڑھے تو وہاں کا والی اپنی فوج لے کر حماۃ کی طرف آ گیا، اور پھر حلب اور حماۃ کی فوجیں دونوں مل کر حمص کی طرف ہٹ آئیں، یہ رنگ دیکھ کر تاتاری لوٹ مار کرتے ہوئے آگے بڑھے، اگرچہ مصری لشکر امیر رکن الدین بیبرس جاشنگیر، امیر حسام الدین لاچین، امیر سیف الدین کرای وغیرہ کی سرکردگی میں ۱۸ شعبان ۷۰۲ھ کو دمشق پہنچ چکا تھا، لیکن چونکہ اس کے ساتھ ملک ناصر نہیں آیا تھا، اس لیے دمشق کے لوگ پریشان ہو گئے، کچھ لوگ مصر کے طرف بھاگنے لگے، دمشق میں ہر جگہ یہ اعلان کیا گیا کہ کوئی شخص شہر چھوڑ کر نہ بھاگے، تمام قاضی، علما وفقہاء اور امراء دمشق کی جامع مسجد میں جمع ہوئے اور تمام سے لڑائی لڑنے پر حلف لیا۔

## امام ابن تیمیہ کا فتح ونصرت کی بشارت دینا

امام ابن تیمیہ نے حلب اور حماۃ سے آئی ہوئی فوج سے قطیعہ میں ملاقات کی اور امیروں اور سپہ سالاروں سے دمشق کے قضاۃ وعلما وفقہاء وامراء کے حلف اٹھنے کا واقعہ بیان کیا اور انہیں لڑائی پر اُبھارا ہر ایک سے جنگ لڑنے پر قسم لی، وہ ہر ایک سے یہی کہتے جاتے تھے کہ اس مرتبہ تمہاری جیت ہے اس پر کوئی امیر کہتا کہ ان شاء اللہ کہے تو امام ابن تیمیہ پورے اعتماد اور یقین کے ساتھ جواب دیتے:

اِنْ شَاءَ اللّٰہ تَحْقِیْقًا لَا تَعْلِیْقًا۔

''تحقیقی ان شاء اللہ ہے نہ کہ تعلیقی ان شاء اللہ۔

وہ ہر ایک کو فتح ونصرت کی بشارت دیتے جاتے تھے اور قرآن مجید کی مختلف آیتوں سے اپنے دعوے پر استدلال کرتے تھے، ان میں سے ایک آیت یہ تھی:

﴿ثُمَّ بُغِيَ عَلَيْهِ لَيَنْصُرَنَّهُ اللّٰهُ ط﴾ [1]

''اور جس شخص پر زیادتی کی جائے تو البتہ خدا ضرور اس کی مدد کرے گا۔''

---

[1] ۲۲/الحج: ۶۰۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



## دمشق سے مصری اور شامی فوج کی روانگی

مصری اور شامی فوج ۲۴ شعبان ۷۰۲ھ کو دمشق سے روانہ ہوئی، دمشق سے باہر چند میل کے فاصلے پر مرج الصفر کے مشہور میدان میں قیام کرنے کی بجائے کسوہ کے قریب کے پل پر پڑاؤ کیا، اس کی وجہ سے قسم قسم کی بدگمانیاں ہونے لگیں، بعض کہنے لگے کہ مرج الصفر میں نہر اور نالے زیادہ ہیں، یہاں تاتاریوں سے لڑنا دشوار ہے، اس لیے مصری اور شامی فوج نے پل کے نزدیک کے میدان کو منتخب کیا ہے تاکہ اگر شکست کھا کر بھاگنے کا موقع آ پڑے تو پل پار کر کے مصر کی طرف فرار ہو جائیں، امام بھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ جنگ میں شریک ہونے کے ارادے سے دمشق سے روانہ ہوئے، بعض لوگوں کو گمان ہوا کہ یہ بھی بھاگنے کے ارادے سے شہر چھوڑ کر جا رہے ہیں، چنانچہ کسی نے ان سی کہہ بھی دیا کہ تم تو ہم کو شہر چھوڑ کر فرار ہونے سے منع کر رہے تھے، اب تم ہی بھاگے جا رہے ہو، امام ابن تیمیہ نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا اور آگے بڑھ گئے۔ [1]

## دمشق میں لوٹ مار اور خوف و ہراس

مصری اور شامی فوج کے چلے جانے کے بعد شہر دمشق میں ہر طرف وحشت برسنے لگی، چور اور اوباش گھروں اور باغوں میں گھس کر لوٹ مار کرنے لگے، عورتیں اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کو لے کر بالا خانوں پر چڑھ کر اِدھر اُدھر نظریں دوڑانے لگیں، لوگ مسجد کے میناروں پر چڑھ کر لڑائی کا حال معلوم کرنے کی کوشش کرنے لگے، مگر انہیں گرد و غبار کے سوا کوئی چیز نظر نہیں آتی تھی، جب ۲۹ شعبان ۷۰۲ھ کو جمعرات کا دن آیا تو دمشق والوں میں بے حد خوف و ہراس پیدا ہو گیا، ہر ایک امید و بیم کی حالت میں گرفتار تھا، عورتیں سجدے میں گر کر دعائیں کر رہی تھیں اور بچے مارے خوف کے سہمے جا رہے تھے۔ [2] جب شام ہوئی تو امیر فخر الدین ایاس المرقبی نے آ کر بشارت دی کہ ملک ناصر ایک بہت بڑی فوج لے کر میدانِ جنگ پر پہنچ چکا ہے اور اس نے اسے دمشق بھیجا ہے تاکہ یہ معلوم کر کے تاتاریوں نے کہیں شہر کا رُخ تو نہیں کیا ہے، اس روز مطلع ابر آلود تھا، چاند دکھائی نہیں دیا مگر قاضی نے فتویٰ دیا کہ آج

---

[1] البداية والنهاية: ۱۴/ ۲۴۔ [2] دول الاسلام للذهبی: ۲/ ۱۶۱۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



سے رمضان شروع ہو گیا، تراویح پڑھی جائے، چنانچہ تمام مسجدوں میں تراویح شروع ہوئی، لوگ خلاف معمول لمبی لمبی دُعائیں کرنے لگے اور خدا سے فتح ونصرت چاہنے لگے۔

## امام کا فتویٰ کہ روزہ نہ رکھا جائے

یکم رمضان ۷۰۲ھ کو مصری اور شامی فوجیں مرج الصفر کے میدان میں جمع ہوئیں، امام ابن تیمیہ نے فتویٰ دیا کہ لڑائی کی مدت تک روزہ نہ رکھا جائے، تنگ نظر علما نے اعتراض کیا کہ اب تو سفر کا کوئی موقع نہیں ہے، امام موصوف نے جواب دیا کہ جب سفر کی معمولی تھکان کے لیے روزہ توڑ دینا جائز ہے تو دشمن کے ساتھ لڑنے کی طاقت پیدا کرنے کے لیے روزہ توڑ دینا کیوں جائز نہ ہوگا۔ بلکہ جنگ کی حالت میں روزہ نہ رکھنا ہی افضل ہے، امام موصوف ہر ایک امیر اور سپہ سالار کے پاس جاتے تھے اور اس سے انگور یا کوئی اور چیز مانگ کر کھاتے تھے، تاکہ سب کو یہ معلوم ہو، کہ وہ روزہ دار نہیں ہیں۔[1] وہ ہر ایک سے یہ بھی کہتے جاتے تھے کہ اس مرتبہ ہماری جیت ہے اور قرآن مجید کی مختلف آیتوں سے اس پر استدلال کرتے تھے۔

## دمشق میں پریشانی

یکم رمضان ۷۰۲ھ کو جمعہ کے دن دمشق والوں کو بڑی پریشانی تھی، ہر ایک دوسرے سے جنگ کی خبر دریافت کرتا تھا، مگر کوئی یہ نہیں بتا سکتا تھا، کہ مرج الصفر میں کیا ہو رہا ہے، اتنے میں امیر سیف الدین غرلو عادلی گھوڑا دوڑاتا ہوا شہر میں داخل ہوا، اور نائب قلعہ سے کچھ بات چیت کی اور پھر فوراً ہی میدانِ جنگ کی طرف واپس ہو گیا، کسی کو یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ اس نے کیا گفتگو کی، ہر شخص اپنی اپنی جگہ پر مختلف قیاس آرائیاں کرتا جاتا تھا، جب دوسرا دن آیا تو لوگ اور زیادہ پریشان تھے، عورتیں اور بچے اپنے اپنے کوٹھوں پر چڑھ کر دھوپ میں ننگے سر ہو کر خدا سے دعائیں کرنے لگے۔

## باقاعدہ جنگ

مرج الصفر کے میدان میں ۲ رمضان ۷۰۲ھ کو سنیچر کے دن عصر کے وقت باقاعدہ

---

[1] البداية والنهاية: ۱۴/۲۶۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



جنگ شروع ہوئی، طرفین کی شاندار اور زبردست فوجیں ایک دوسرے کے مقابل صف آراستہ تھیں۔ جب ملک ناصر نے تاتاریوں کے لشکر پر نظر دوڑائی تو ۶۹۹ھ کی خوفناک جنگ کا نقشہ اس کی آنکھوں میں پھر گیا، اس نے امام ابن تیمیہ سے درخواست کی کہ وہ اس کے جھنڈے کے نیچے کام کریں، امام موصوف نے جواب دیا کہ سنت یہی ہے کہ ہر ایک سپاہی اپنی قوم کے جھنڈے کے نیچے لڑے اور چونکہ میں شامی ہوں اس لیے مصری جھنڈے کے نیچے لڑ نہیں سکتا، ملک ناصر نے ان کے اس جواب کو قبول کر لیا اور اپنی بات پر کوئی اصرار نہیں کیا۔

## فتح و نصرت کی بشارت

اس جنگ میں خلیفہ ابوالربیع سلیمان بھی شریک تھا، امام ابن تیمیہ تمام امیروں اور سپہ سالاروں سے ملاقات کرتے جاتے تھے، اور ان کو فتح و نصرت کی بشارت دیتے جاتے تھے اور جب امیروں کو اس پر شک اور تعجب ہوتا تھا تو وہ قسم کھا کر کہتے جاتے تھے کہ اس مرتبہ ہماری جیت ہے اس میں شک کرنے کی گنجائش نہیں ہے، جب کوئی امیر کرید کرید کر اس کے متعلق دریافت کرنے لگے تو وہ کہتے کہ مجھ سے بار بار سوال مت کیا کرو، اللہ تعالیٰ نے اس کو لوح محفوظ میں لکھ دیا ہے، اس کا فیصلہ کبھی ٹل نہیں سکتا۔ [1]

## امام کی ثابت قدمی اور بہادری

امام ابن تیمیہ نے اس جنگ میں جس ثابت قدمی اور بہادری کا ثبوت دیا وہ سب کے لیے حیرت کا باعث تھا، وہ نہ تو فوجی آدمی تھے اور نہ فوجی خاندان سے تعلق رکھتے تھے، ان کا اور ان کے باپ دادا کا پیشہ درس و تدریس اور تعلیم و تعلم تھا، اس کو سپہ گری سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ مگر ایمان و ایقان کی پختگی اور جوش جہاد نے ان کو ایک بہادر اور دلیر سپاہی بنا کر میدان جنگ میں لا کر کھڑا کر دیا۔

## تاتاری فوج کے ایک حصہ کی پسپائی

اس روز یہ لڑائی شام تک جاری رہی، طرفین کی فوج نے بڑی بہادری اور بے جگری کے

---

[1] مدارج السالکین لا بن قیم: ۲/ ۲۵۰۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ساتھ لڑنا شروع کیا، تھوڑی دیر میں فریقین کے سینکڑوں آدمی مارے گئے اور شام ہوتے ہوتے تاتاری فوج کا ایک حصہ پسپا ہو گیا، مگر تاتاری سپہ سالار چوپان مصریوں کے مقابلے میں برابر ڈٹا رہا، یہاں تک کہ رات کی تاریکی نے دونوں کو جدا کر دیا۔

## تاتاریوں کے اطراف گھیرا ڈالنا

اس رات تاتاری غباغب کی پہاڑیوں میں پھیل گئے، مصری اور شامی فوج اندھیرے میں بھی تیر چلاتی رہی، جس کی وجہ سے، بہت سے تاتاری مارے گئے، مصریوں اور شامیوں نے ان پہاڑیوں کو ہر طرف سے گھیر لیا اور جب صبح ہوئی تو تاتاریوں کی حیرت کی انتہا نہیں رہی، انہوں نے محسوس کیا کہ وہ ہر طرف سے گھر چکے ہیں، اسلامی فوجوں کی کثرت کو دیکھ کر ان کا کلیجہ پانی ہوا جا رہا تھا، تاتاری سپہ سالاروں نے اسلامی لشکر کی صفوں کو چیر کر اپنی فوج کو باہر نکال لے جانے کی کوشش کی، مگر اس میں وہ ناکام رہے، ان پہاڑیوں کے دامن ان کی لاشوں سے بھر گئے۔

## شہادت کا شوق

جب دوسرے دن گھمسان کی لڑائی شروع ہوئی تو امام ابن تیمیہ نے ایک امیر سے کہا کہ ذرا مجھے موت کی جگہ دکھاؤ، اس نے ان کو ایک ایسی جگہ پر لے جا کر کھڑا کر دیا جہاں تاتاریوں کے بے پناہ تیر برس رہے تھے، امیر نے ان سے کہا موت کی بہترین جگہ یہی ہے اس سے زیادہ آپ کو کیا چاہیے۔

امیر موصوف کا بیان ہے کہ امام موصوف نے آسمان کی طرف اپنی نظریں بلند کیں اور تھوڑی دیر تک دعا کی، اس کے بعد میان سے تلوار نکالی اور عقاب کی طرح دشمن کی صفوں پر جھپٹ پڑے اور نظروں سے غائب ہو گئے یہاں تک کہ عصر کے قریب تاتاریوں کو شکست ہوئی اور وہ میدانِ جنگ سے صحیح وسلامت باہر نکل آئے۔ [1]

---

[1] مجموع الدرر، ص: ١٦٤۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



## تاتاریوں کی شکست

ملک ناصر اور دوسرے مصری اور شامی سپہ سالار اس روز ثابت قدمی کے ساتھ لڑے، بارش ہو جانے کی وجہ سے سارا میدان کیچڑ ہو گیا تھا، گھوڑوں کے پیر اندر دھنسے جا رہے تھے، ہر طرف کشتوں کے پشتے لگ گئے، ملک ناصر کا استاد الدار امیر حسام الدین لاچین رومی اور سلطنت کے آٹھ بڑے بڑے امیر شہید ہو گئے، ملک سعید کامل بن سعید بن صالح اسماعیل کا لڑکا صلاح الدین بھی شہید ہو گیا اس کے باوجود مصری اور شامی سپاہی اتنی بے جگری سے لڑے کہ تاتاری شکست کھا کر بھاگ نکلے، مگر جانے کے لیے کوئی راستہ نہیں تھا، بہت سے تاتاری دریائے فرات میں کود پڑے مگر بہت کم لوگ پار کر سکے، تاتاریوں کا اس طرح شکست کھانا تھا کہ مصریوں اور شامیوں نے ۶۹۹ھ کی جنگ کا دل کھول کر بدلہ لینا شروع کیا، اور جو اس پچھلی جنگ میں شکست کھا کر بھاگے تھے، اور جن کو اپنے گناہوں کا احساس تھا، انہوں نے ۷۰۲ھ کی جنگ میں اپنے بہادرانہ کارناموں کے ذریعے اپنے گناہوں کا کفارہ ادا کیا اور تاتاریوں کے خون سے اپنے اُس پرانے داغ کو مٹایا۔ [1]

اس جنگ کو ''واقعۂ شقحب'' کہا جاتا ہے، اس میں بہت کم تاتاری بچ کر واپس جا سکے اتنی بڑی فوج کا اس طرح برباد ہو جانا کچھ معمولی بات نہ تھی، جب قتلغشاہ اور چوپان اپنی بچی کھچی شکست خوردہ فوج کو لے کر قازان کے پاس پہنچے تو اس کو سخت صدمہ ہوا، اس نے اپنے سپہ سالاروں کو ان کی غفلت شعاری اور کم ہمتی کی بنا پر درے لگوائے اور طیش میں آ کر انہیں بہت سخت سست کہا، مگر اس سے کیا ہو سکتا تھا، غیر معمولی شکست کی وجہ سے قازان کا دل بالکل ہی ٹوٹ گیا، اب اُس میں مصر و شام پر حملہ کرنے کی طاقت نہیں تھی، وہ دوسرے ہی سال یعنی ۱۰ شوال ۷۰۳ھ کو اس دنیائے فانی سے رحلت کر گیا۔

## سپہ سالاروں اور امیروں کی عقیدت

چونکہ امام ابن تیمیہ کی پیشین گوئی حرف بحرف ثابت ہوئی تھی، اس لیے ملک ناصر، خلیفہ ابو الربیع سلیمان اور مصری اور شامی سپہ سالاروں اور امیروں کی ان سے عقیدت

---

[1] الرسالة القبرصيه لابن تيمية، ص: ١٤۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


بڑھ گئی، وہ انہیں مبارک باد دیتے تھے، اور ان کی غیر معمولی تعریف کرتے جاتے تھے، مگر وہ یہی کہتے تھے کہ قوم کا ایک معمولی فرد ہوں، میں دولت اور سلطنت کے اعیان میں سے نہیں ہوں۔

## دمشق میں جشن

۴ رمضان ۷۰۲ھ کو پیر کے دن مصری اور شامی فوج کا ایک حصہ دمشق واپس آیا اور ملک ناصر، خلیفہ ابوالربیع سلیمان اور دوسرے سپہ سالار اور امیر اپنے اپنے دستوں کے ساتھ ۵ رمضان ۷۰۲ھ کو منگل کے دن شہر میں داخل ہوئے، ملک ناصر اور خلیفہ ابوالربیع سلیمان نے قصر ابلق میں قیام کیا اور جمعرات کے دن یہ دونوں قلعے میں منتقل ہو گئے۔ اس فتح کی خوشی میں لوگوں نے بازاروں کو سنوارا اور آراستہ کیا اور اپنے گھروں اور دوکانوں کو روشنی سے منور کیا اور اتنا بڑا جشن منایا کہ اس کی نظیر تاریخ میں نہیں مل سکتی۔ شیخ شمس الدین ذہبی لکھتے ہیں کہ خدا کی قسم! ہم لوگوں نے اس دن سے زیادہ سرور اور لذت والا کوئی دن اپنی عمر بھر میں نہیں دیکھا۔ [1] لوگ امام ابن تیمیہ کے پاس جاتے تھے اور انہیں مبارک باد دیتے تھے، یہ فتح اتنی زبردست اور غیر معمولی تھی کہ ملک ناصر اور خلیفے نے پورا رمضان یہیں دمشق میں گزارا، مصری فوج عید کے بعد ۳ شوال ۷۰۲ھ کو منگل کے دن مصر واپس ہوئی اس کے ساتھ ملک ناصر اور خلیفہ بھی واپس ہو گیا۔

## کسروان کی لڑائی

اس فتح کے بعد امام ابن تیمیہ درس وتدریس، تفسیر قرآن اور تصنیف وتالیف میں مصروف ہو گئے، انہوں نے زبردستی بدعتوں اور مشرکانہ رسموں کی روک تھام اور عوام کی اصلاح شروع کر دی، مگر ان کو بیان کرنے سے پہلے ہم کسروان کی لڑائی کی تفصیل پیش کرتے ہیں، جو ۷۰۴ھ کے آخر میں پیش آئی، کیونکہ یہ بھی تاتاری جنگوں کے سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ شیعہ مذہبی اور قومی دونوں حیثیتوں سے مصر وشام کی سنی حکومت کے سخت مخالف تھے، وہ تاتاریوں کو اپنا معتقد بنا کر تاتاری حدود مملکت میں شیعیت

---

[1] دول الاسلام للذهبی: ۲/ ۱۶۲۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کو فروغ دینے کی کوشش کر رہے تھے، اس معاملے میں جردو کسروان کی پہاڑیوں میں بسنے والے شیعہ سب سے پیش پیش تھے۔ شوال ۶۹۹ھ میں ان کی سخت ترین گوشمالی ہو چکی تھی، مگر وہ بہت جلد اس کو بھول گئے، جب قازان کے بعد اس کا بھائی خدابندہ تخت نشین ہوا جس نے علانیہ شیعہ مذہب قبول کر لیا تھا، تو ان کی ہمتیں بہت بڑھ گئیں، اس نے اپنی ملکت میں سنی طریقوں کو بند کرنے کی کوششیں شروع کر دیں، دمشق اور طرابلس کے درمیان بہت سی مضبوط پہاڑیاں تھیں، جن کو دروز کی پہاڑیاں بھی کہا جاتا ہے، یہاں بہت سے مضبوط جنگی قلعے تھے، یہاں شیعوں کے مختلف فرقے نصیریہ، اسماعیلیہ، باطنیہ، اباحیہ، امامیہ وغیرہ آباد تھے، بنی العود کے شیوخ کا ان پر بہت زیادہ اثر تھا، وہ عام شیعوں کو بہکاتے تھے اور مصر و شام کی سنی حکومتوں کے خلاف ان شیعوں کو اکساتے رہتے تھے، ان شیوخ نے ان شیعوں کو یہ سمجھا رکھا تھا کہ سنی حکومت کے ساتھ لڑنا ثواب کا کام ہے اگر کوئی ان کے خلاف جنگ کرنے میں قتل ہو جائے تو وہ شہادت کا درجہ پاتا ہے، انہوں نے صلیبی اور تاتاری جنگوں میں سنی مسلمانوں کے خلاف کام کیا، یہ لوگ شام کے ساحلی علاقوں پر چھاپے مارتے تھے اور بہت سے بے گناہ اور مظلوم عورتوں اور بچوں کو گرفتار کر کے قبرص کے عیسائیوں کے ہاتھ بیچ دیتے تھے، جب ۷۰۲ھ کی جنگ میں تاتاریوں کو شکست ہوئی تو ان شیعوں کو بے حد رنج پہنچا، اب انہوں نے مصری اور شامی حکومت کے خلاف خفیہ کارروائیاں شروع کر دیں اور ساحلی علاقوں کے مسلمانوں پر ظلم ڈھانا شروع کر دیا۔

## حکومت کا استفتاء اور امام ابن تیمیہ کا جواب

حکومت نے امام ابن تیمیہ سے اس بارے میں فتویٰ پوچھا، امام موصوف نے جواب دیا کہ کسروان کے شیعہ درحقیقت باغی ہیں، ان کے خلاف جہاد کرنا اور مسلمانوں کی جان و مال اور آبرو کو بچانا اسلامی حکومت کا فرض ہے، امام موصوف نے مختلف شہروں کے مسلمانوں کے نام خطوط لکھے اور ہر طرف سے رضا کار مجاہدین کو جمع ہونے کی دعوت دی، چنانچہ چند دنوں کے اندر مجاہدین کی ایک خاصی جماعت تیار ہو گئی، ذی الحجہ ۷۰۴ھ کے آخر میں یہ مختصر سی فوج امیر قراقوش کی سرکردگی میں کسروان کی طرف روانہ ہوئی، امیر جمال الدین آقوش الافرم بھی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


ایک زبردست فوج لے کر ۲ محرم ۷۰۵ھ کو دمشق سے روانہ ہوا، ان دونوں فوجوں نے مل کر کئی دن تک کسروان کی پہاڑیوں کا محاصرہ کیا اور ہر طرف سے اُن کی ناکہ بندی کر دی، یہاں ایسے مضبوط سنگی قلعے تھے کہ اسلامی فوج کا وہاں پہنچنا بہت مشکل تھا، حافظ ابن عبدالہادی لکھتے ہیں کہ ان پہاڑیوں میں سب سے زیادہ دشوار گزار پہاڑی کسروان کی تھی، اس سے پہلے بہت سے لوگوں نے ان کو فتح کرنے کی کوشش کی، مگر وہ ہمیشہ ناکام رہے۔ امیر بیدرا نے بھی کئی دن تک اس کا محاصرہ کیا، مگر اس کو فتح نہیں کر سکا، آخر بڑی کوششوں کے بعد ان دونوں فوجوں نے یہاں کے بسنے والوں شیعوں کو ہر طرف سے تنگ کر دیا، جب یہ لوگ عاجز ہو کر مصالحت پر آمادہ ہوئے تو امام ابن تیمیہ نے خونریزی بند کرادی اور بنی العود کے شیوخ سے عصمت علی پر گفتگو کی، انہوں نے تاریخی شہادتوں سے یہ ثابت کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے درمیان کئی مسئلوں میں اختلاف پیدا ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بسا اوقات حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حق میں فیصلہ دیا۔ اس سے صاف ثابت ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ معصوم نہیں تھے، امام ابن تیمیہ نے آخر میں شیعوں سے توبہ کروائی اور حکومت کو رائے دی کہ ان سب کو ملک شام کے مختلف شہروں اور قریوں میں منتشر اور پراگندہ کر دیا جائے تاکہ آئندہ ان کی جمعیت نہ ہو اور وہ سرکشی اور بغاوت نہ کر سکیں۔ [1]

اس لڑائی سے مسلمانوں کو بے حد فائدہ پہنچا، ان کی جان و مال اور آبرو محفوظ ہو گئی دشمنوں کے دلوں پر اسلامی حکومت کا رعب چھا گیا اور وہ حسد و غم سے مرنے لگے۔ [2]

تاتاری لڑائیوں کی طرح اس جنگ میں بھی امام ابن تیمیہ نے بے نظیر علم اور شجاعت کے جوہر دکھائے، ان کے سخت ترین مخالفین بھی ان سے خوف کھانے لگے۔

## ملک ناصر کے نام خط

شامی لشکر کسروان کی جنگ میں کامیاب ہو کر ۱۷ محرم ۷۰۵ھ کو جمعرات کے دن دمشق لوٹا، امام ابن تیمیہ نے ملک ناصر کے نام ایک طویل خط لکھا جس کا صرف خلاصہ یہاں درج کیا جاتا ہے:

---

[1] منهاج السنة لابن تيمية: ۳/ ۳۹۔ [2] البداية والنهاية: ۱۴/ ۳۵۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

داعی احمد ابن تیمیہ کی طرف سے سلطان مسلمین کی طرف

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ بعد حمد ونعت

یہ معلوم ہو چکا کہ خدا نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا، اپنے بندے کی مدد کی اور تمام گروہوں کو شکست دی، اللہ تعالیٰ نے سلطان پر اور عام مسلمانوں پر اپنی نعمتوں کی وہ بارش برسائی ہے کہ اس کی مثال گزری ہوئی صدیوں میں بہت مشکل سے ملے گی، اس کے زمانہ میں اسلام کی تجدید ہوئی، جس کی وجہ سے اس کی دولت کو دوسری دولتوں پر فضیلت حاصل ہوگئی، صادق و مصدوق اور افضل الاولین والآخرین کی یہ حدیث صحیح ثابت ہوئی کہ چند صدیوں کے بعد دین کی تجدید ہوگی، خدا تمام مسلمانوں کو اس نعمت کے شکر کی توفیق دے اور ان کو تمام دشمنوں پر کامیابی عطا کرے۔

خدا نے محض سلطان کی سلطنت کی برکت اور اس کے حسن نیت اور اس کے صحت اسلام وعقیدہ اور اس کے ایمان ومعرفت اور ہمت وشجاعت اور تعظیم دین وشرع اور پیروی کتاب و سنت کی بدولت امتِ مسلمہ کو کامیابی عطا کی اور خدا کے دشمنوں پر اس کو فتح عنایت کی۔

خدا کے وہ دشمن جو دین کے دائرے سے نکل چکے ہیں دو طرح کے ہیں:

ایک تو وہ اہل فجور وطغیان وعدوان ہیں جو شریعت اسلامیہ کے حدود سے باہر ہو گئے ہیں، اور زمین میں فساد کرنا چاہتے ہیں، یہ تاتاری ہیں جو شریعت اسلامیہ کے دائرے سے خارج ہیں اگرچہ وہ کلمۂ طیبہ اور کلمۂ شہادت کے قائل کیوں نہ ہوں اور اسلام کی سیاست کے ایک حصے سے متفق کیوں نہ ہوں۔

دوسرا گروہ وہ ہے جو اہل سنت والجماعت کے دائرے سے خارج ہے اور مختلف قسم کی بدعتوں میں مبتلا ہے، اور مسلمانوں کے ساتھ منافقت برتتا ہے، یہ وہی لوگ ہیں جن کے ساتھ لڑنے کی سلطان نے اجازت دی تھی، خدا نے ہم کو جبل دروز وکسروان کے باشندوں پر کامیابی عطا کی۔

ان لوگوں کا اعتقاد یہ ہے کہ ابوبکر وعمر وعثمان، بدری صحابی، بیعت الرضوان کے شرکاء

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


جمہور مہاجرین وانصار و تابعین، تمام ائمہ مجتہدین اور تمام مسلمان، کافر اور مرتد ہیں، ان کا کفر یہودیوں اور نصرانیوں کے کفر سے بھی بڑھا ہوا ہے، اسی لیے وہ فرنگیوں اور تاتاریوں کو اہل قرآن وایمان پر ترجیح دیتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ جب تاتاری یہاں آئے اور مسلمانوں کو شکست فاش دی تو ان لوگوں نے قبرص والوں کی مدد سے ساحل کے بعض علاقوں پر چھاپہ مارا اور صلیب کا جھنڈا بلند کیا اور مسلمانوں کے گھوڑے، ہتھیار اور قیدی جن کی تعداد کو خدا ہی بہتر جانتا ہے، نصرانیوں کے ہاتھ فروخت کیے یہ لوگ مسلمان قیدیوں اور ان کے مال و اسباب کو تقریباً بیس دن تک قبرص والوں کے ہاتھ بھیجتے رہے، تاتاریوں کے آنے سے ان کو بڑی خوشی حاصل ہوئی اور جب اللہ تعالیٰ نے سلطان اور عام مسلمانوں کو ان پر فتح دی تو ان کے ہاں ماتم کی صف بچھ گئی۔

انہی لوگوں کی دعوت پر چنگیز خان نے بلادِ اسلام پر حملہ کیا، ہولاکو نے بغداد کو تباہ و تاراج کیا اور حلت آ کر صالحیہ کو لوٹا، کیونکہ جو بھی ان کے عقیدوں کی تائید نہیں کرتا وہ ان کے نزدیک کافر ہے، جو شخص نبیذ کو حلال سمجھتا ہے یا متعہ کو حرام قرار دیتا ہے یا ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کی محبت کا قائل ہے ان کے نزدیک سخت کافر ہے جو بھی ان کے امام منتظر کو نہیں مانتا یا جو رؤیت باری کا قائل ہے یا کلام اللہ کو واقعۃً اللہ کا کلام تسلیم کرتا ہے یا تقدیر اور دوسری باتوں پر ایمان لاتا ہے وہ بھی کافر ہے، ان کے امام اسی مذہب کی تلقین کیا کرتے ہیں، اس پہاڑ میں رہنے والے بنی العود کے شیوخ اپنے پیروؤں کو اسی کی تعلیم دیا کرتے تھے، اور سنی مسلمانوں کے خلاف لڑنے اور جہاد کرنے کو فرض بتایا کرتے تھے۔

ان کی بعض کتابیں اب ہماری ہاتھ لگی ہیں، یہاں کے باشندوں نے اس بات کا اعتراف کیا کہ بنی العود کے شیوخ انہیں اسی قسم کی تعلیم دیا کرتے تھے، یہ لوگ تقیہ کرتے ہیں، ان کے دلوں میں نفاق بھرا ہوا ہے، اب بھی یہ لوگ مسلمانوں کے خلاف اپنا مال خرچ کرنے کے لیے تیار ہیں۔

یہ لوگ ایک دشوار گزار گھاٹی میں رہتے تھے، اور اطراف کے قریوں پر چھاپے مارتے رہتے تھے، یہ سنی مسلمانوں کو قتل کر کے ان کا مال و اسباب لوٹ لیتے تھے، انہوں نے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد کو جس کا اندازہ خدا کے سوا کوئی اور نہیں کر سکتا، موت کے گھاٹ اتار دیا، جب قبرص کے عیسائی ان کے پاس پہنچتے ہیں تو ان کی خوب آؤ بھگت کرتے ہیں، انہیں سامانِ جنگ بطورِ تحفہ پیش کرتے ہیں اور ان کو مسلمانوں کے خلاف اکساتے اور ابھارتے رہتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اقتدا میں جنہوں نے روزہ اور نماز کی پابندی کے باوجود حرور یہ کو تباہ وتاراج کیا ہم نے ان لوگوں کے ساتھ جنگ کی اور انہیں اپنا مطیع اور فرماں بردار بنایا۔

تاتاریوں کے فساد کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ ان سے ملتے رہتے ہیں اور ان کو غلط راستے پر ڈالتے رہتے ہیں، ان لوگوں نے مسلمانوں کا مال تاتاریوں سے زیادہ لوٹا ہے، اس لیے ان کی تمام زمینیں بیت المال کی ملکیت ہوں گی۔

چونکہ یہ لوگ اپنے قلعوں میں چھپ گئے تھے، اس لیے ہم کو ان کے درخت کاٹنے پڑے، اگر ہم ایسا نہ کرتے تو یہ لوگ اپنی جگہوں سے کبھی باہر نہیں آتے، پس خدا ہی کے لیے حمد ہے جس نے اس جیسے دشوار گزار قلعے پر ہمیں فتح دی۔

سلطان کو اسی وقت پوری کامیابی ہو سکتی ہے، جب کہ وہ تمام شہروں اور قریوں میں شریعت اسلامیہ کے حدود قائم کرے، بنی العود کے شیوخ اور بھائی بند مختلف قریوں میں پھیلے ہوئے ہیں اور اپنی اپنی جگہ پر اس باطل مذہب کی تبلیغ میں مصروف ہیں، جب تک ان کی پوری اصلاح نہ ہوگی، ان کا شر وفساد رُک نہیں سکتا۔

دمشق، صفد، طرابلس، حماۃ، حمص، حلب وغیرہ کے علاقوں میں کئی قریے ایسے ہیں جہاں لوگ شریعتِ اسلامیہ کے احکام سے کچھ بھی واقفیت نہیں رکھتے، یہاں قرآن وحدیث اور احکامِ اسلام کی تعلیم کا کوئی خاطر خواہ انتظام نہیں ہے، نمازوں اور خطبوں کے لیے امام مؤذن، خطیب اور قاری مقرر نہیں ہیں، ان میں سے بہت سے لوگ نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، عمرہ، حلال اور حرام کے بنیادی مسائل سے بھی واقف نہیں ہیں، دروز اور کسروان کے باشندوں نے ہمارے سامنے اس کا اعتراف کیا ہے، کہ وہ ان چیزوں میں سے کسی کو بھی نہیں جانتے، بنی العود کے شیوخ نے انہیں جس طرح سمجھا دیا، اسی طرح انہوں نے عمل

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کرنا شروع کیا، ان شیوخ نے ان سے کہا تھا کہ مصریوں اور شامیوں کے خلاف لڑنا جہاد عظیم ہے۔ اگر ان میں سے کوئی لڑائی میں مارا جائے تو وہ شہادت کا درجہ پائے گا، اسی لیے سلطان کا ان جگہوں میں شعائر اسلام کا قائم کرنا اور جمعہ و جماعت اور قرآن وحدیث کی تبلیغ کا انتظام کرنا اسلام کی سب سے بڑی مصلحت ہوگی اور اللہ کے راستے میں سب سے بڑا جہاد متصور ہوگا۔

## چچازاد بھتیجے کے نام خط

کسروان کی فتح کے متعلق امام ابن تیمیہ نے اپنے چچازاد بھتیجے عزالدین عبدالعزیز بن عبداللطیف بن عبدالعزیز بن عبدالسلام ابن تیمیہ کے نام جو اس وقت مصر میں تھے، ایک دوسرا خط لکھا، جس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

بعد حمد وصلوٰۃ یہ واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ پورا کیا اور اپنے بندے کو کامیاب بنایا، نیز اسلامی لشکر کو فتح یاب اور احزاب منافقین کو ذلیل اور عاجز کیا:

﴿ هُوَ الَّذِيٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ﴾ [1]

''وہ جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دے کر روانہ کیا، تاکہ سارے دین پر اس کو غالب کرے۔''

اس فتح و کامیابی سے مسلمانوں کی آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں اور دین متین کو عزت ملی، اور کفار اور منافقین کو جو کتاب وسنت سے منحرف ہو چکے تھے، شکست نصیب ہوئی، یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے امت اسلامیہ کے خلاف بار ہا یہود و نصاریٰ اور تاتاریوں کی مدد کی، یہ لوگ جمہور امت اسلامیہ کو کافر سمجھتے ہیں، اور صفات الٰہی کا انکار کرتے ہیں، یہ لوگ رؤیت الٰہی اور قضاوقدر کے بھی منکر ہیں۔ یہ خدا کو ہادی اور مضل نہیں گردانتے، یہ لوگ صحابہ کرام اور اہل بیت کے مخالف اور دشمن ہیں، اور آنحضرت ﷺ کی ازواج مطہرات پر طرح طرح کی تہمتیں تراشتے رہتے ہیں، انہوں نے اسلام جیسے کھلے ہوئے دین میں بہت سی برائیاں اور بدعتیں جاری کیں، یہ لوگ محفوظ اور مضبوط قلعوں میں آباد تھے، جہاں تک کوئی فوج نہیں پہنچ سکتی تھی،

---

[1] ٦١/الصف:٩۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کیونکہ ان قلعوں کے درمیان بہت سی بلند پہاڑیاں، عمیق وادیاں، گھنے جنگل اور ہیبت ناک دریا حائل ہیں، ان لوگوں کو شکست دینا کچھ آسان نہیں تھا، مگر جس قوم کو خدا سزا دینے کا فیصلہ کر لے اس کو کوئی بچا نہیں سکتا۔

﴿ وَ ظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا ۗ وَ قَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ ﴾ [1]

''اور یہ لوگ یہ گمان کرتے تھے کہ ان کے قلعے ان کو اللہ سے بچا لیں گے، لیکن خدا کا عذاب اس طرح ان پر آ پہنچا، جس کا انہیں وہم وگمان بھی نہیں تھا، ان کے دلوں میں رعب بیٹھ گیا اور وہ اپنے ہی ہاتھوں سے اپنے قلعوں کو تباہ و برباد کرنے لگے۔''

حیرہ والوں نے ان پر بیسیوں دفعہ حملے کیے، مگر ہر مرتبہ انہیں ناکامی ہوئی، اسی طرح بعض مسیحی اور مسلمان سلاطین کو بھی ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا، انہوں نے بہترین مسلمانوں کا خون بہایا، بے شمار عورتوں کی آبرو لوٹی اور اتنے مفاسد برپا کیے، کہ تاتاریوں کے مظالم بھی ان کے سامنے کچھ حقیقت نہیں رکھتے۔

اللہ تعالیٰ کی عنایت سے ہم نے ان کو شکست دی، ان کے شہروں پر قبضہ کیا، اور ان کو جلا وطن کر دیا، ان کے مقتولین کی تعداد کو صرف خدا ہی بہتر جانتا ہے، ان میں سے بعض لوگ مسلمان ہو گئے اور بعض کو اس شرط پر آزادی دی گئی کہ وہ اسلامی ملکوں میں سے کہیں جا کر بس جائیں، نماز، روزے، اور دوسرے شرعی فرائض وواجبات کی پابندی کریں، کتاب وسنت کی پیروی کریں اور مسلمانوں کے رنج وراحت میں برابر کے شریک ہوں، اگر اس کے بعد بھی انہوں نے کسی بات کے خلاف ورزی کی تو ان کو موت کی سزا دی جائے گی، انہیں اسلامی شہروں میں بکھیر دیا گیا ہے، تاکہ وہ پھر جمع ہو کر فساد نہ کریں۔ ان کے گھر برباد کر دیے گئے، ان کی بستیاں اجاڑ دی گئیں، ان کے کھیت اور درخت کاٹ دیے گئے، اور ان کے ساتھ وہی طریقہ کار اختیار کیا گیا جو رسول اللہ ﷺ نے بنی نضیر کے یہودیوں کے ساتھ اختیار کیا تھا،

---

[1] ۵۹/الحشر: ۲۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اسی کے بعد یہ لوگ ہماری تلواروں کے سامنے عاجز ہوئے۔

ہمیں ایک ایسی فتح نصیب ہوئی ہے جس کا ہمیں پہلے وہم وگمان نہیں تھا، ہمارے دشمن یہ گمان کرتے تھے کہ ہم زندہ نہیں لوٹیں گے، مگر اللہ تعالیٰ نے ہماری تمام مشکلیں اس طرح حل کر دیں کہ ہمارے تمام مخالفین حیرت میں آ گئے اور ہم پر حسد کرنے لگے، اللہ تعالیٰ سے ہماری یہی دعا ہے کہ وہ اپنے تمام سچے بندوں پر رحمت کاملہ کی بارش برسائے۔ آمین۔

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



# ردِّ شرک و بدعت

اس میں شبہ نہیں کہ امام ابن تیمیہ کے زمانے میں مصر و شام کے اندر خدا کے نیک بندوں اور کتاب و سنت کے واقف کاروں کی کچھ کمی نہیں تھی، ان دونوں ملکوں میں بیسیوں علما ایسے موجود تھے جن کو اجتہاد کا درجہ حاصل تھا، چنانچہ ابوالبرکات مخزومی اپنے قصیدۂ بائیہ میں کہتے ہیں۔

وَكَانَ فِيْ عَصْرِهٖ بِالشَّامِ يَوْمَئِذٍ
سَبْعُوْنَ مُجْتَهِدًا مِنْ كُلِّ مُنْتَخَبِ

''اور ان (امام ابن تیمیہ) کے زمانے میں ملک شام کے اندر اس وقت ستر چنے ہوئے مجتہد تھے۔''

مگر ان کے اندر اتنی ہمت نہیں تھی کہ اپنے امام زمانہ کے مشرکانہ رسوم اور بدعات کے خلاف عملی جہاد کریں، وہ بسا اوقات اپنے اہل و عیال اور خاندان کی اصلاح ہی سے عاجز تھے چہ جائیکہ وہ عوام کی اصلاح کر سکیں، ان کی اصلاح کا دائرہ زیادہ تر اپنے شاگردوں اور عقیدت مندوں کے حلقے تک محدود تھا، ورنہ ان کے دل زبان حال سے پکار پکار کر یہ کہہ رہے تھے۔

ذَهَبَ الرِّجَالُ الْمُقْتَدٰى بِفَعَالِهِمْ
وَالْمُنْكِرُوْنَ لِكُلِّ اَمْرٍ مُنْكَرِ

''ایسے لوگ دنیا سے اُٹھ گئے جن کی ان کے اعمال و افعال میں پیروی کی جاتی تھی اور جو ہر برے کام کا انکار کیا کرتے تھے۔''

وَبَقِيْتُ فِيْ خَلْفٍ يُزَكِّيْ بَعْضُهُمْ
بَعْضًا لِيَدْفَعَ مُعْوِرٌ عَنْ مُعْوِرِ

''اور میں ایسے پیچھے آنے والوں میں رہ گیا جن میں سے بعض لوگ بعض کی پاکی بیان کرتے ہیں تاکہ ایک بری سیرت والا دوسرے بری سیرت والے کی طرف سے مدافعت کرے۔''

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وَبُنَيَّ اِنَّ مِنَ الرِّجَالِ بَهِيْمَةٌ
فِيْ صُوْرَةِ الرَّجُلِ السَّمِيْعِ الْمُبْصِرُ

''اور اے میرے لڑکے! بے شک بعض آدمی سننے اور دیکھنے والے آدمی کی صورت میں جانور ہوتے ہیں۔''

فَطِنٌ بِكُلِّ مُصِيْبَةٍ فِيْ مَالِه
فَاِذَا اُصِيْبَ بِدِيْنِهِ لَمْ يَشْعُرِ

''جو اپنے مال کی ہر آفت کے معاملے میں تو ہوشیار اور چالاک ہے لیکن جب اس کے دین پر کچھ آفت آپڑتی ہے تو اس کو اس کا احساس تک نہیں ہوتا۔''

## علمائے صوفیا کی غفلت

امام ابن تیمیہ کے زمانے میں بڑے بڑے علما زیادہ تر فقہ وعقائد کے فروعی مسائل میں الجھے ہوئے تھے، وہ اپنے مخصوص دائرے سے باہر قدم رکھنا نہیں چاہتے تھے، کتاب وسنت میں غور وفکر کرنا اور عوام کو ان کی طرف دعوت دینا انہیں آتا ہی نہیں تھا، مشرکانہ رسوم اور بدعات کے خلاف بعض کا جہاد صرف قلمی حد تک تھا، بعض علما ایسے بھی تھے جو بعض مستند علما کی تحریروں کو صحیح سمجھ کر کتاب وسنت کے ارشادات سے ان بدعی افعال کے جائز اور مستحب ہونے کا ثبوت پیش کر رہے تھے۔

صوفیا نے عوام کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا تھا، ہر جگہ خانقاہیں قائم تھیں، جہاں ذکر واذکار اور وظائف کے ذریعے صفائے باطن پیدا کرنے کی کوشش کی جارہی تھی، ان کی مجلسوں میں چند خاص عقائد وصوفیانہ کلمات کی تلقین یا گانے بجانے اور حال اور وجد لانے کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا تھا، انہوں نے ہر جگہ پیری مریدی کا سلسلہ جاری رکھا تھا، عورتیں بھی ان پیروں کے حلقوں میں داخل تھیں اور ان کا حلقہ الگ قائم ہو چکا تھا، ان صوفیا کی اصلاح، اصلاح نہیں تھی، بلکہ وہ عوام کو اور زیادہ سست اور بے عمل بنا رہی تھی، اس زمانے کی مشرکانہ رسوم اور بدعات کی تردید اور ان کے استیصال کی طرف ان کی کوئی توجہ نہیں تھی، بلکہ ان صوفیا کی وجہ سے ان رسوم وبدعات کو اور زیادہ قوت اور طاقت حاصل ہو رہی تھی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



مسلمان متکلمین اور فلاسفہ اپنے عقلی گھوڑے دوڑانے میں مصروف تھے، وہ زیادہ تر علوم معقولات کی تشریح و تنقیح میں لگے ہوئے تھے، انہیں اتنی فرصت کہاں تھی کہ وہ عوام کی اصلاح کی طرف کوئی توجہ کریں، اسلامی حکومت بھی اس کی طرف کوئی توجہ نہیں کر رہی تھی۔

## اصلاحِ عوام کے لیے امام ابن تیمیہ کی جد و جہد

امام ابن تیمیہ ایک پر جوش عالم تھے، وہ ابتدا ہی سے کتاب و سنت کی روشن تعلیمات کی اشاعت میں اپنا بہت زیادہ وقت صرف کیا کرتے تھے، ان کی نظر کے سامنے آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد مبارک تھا:

((مَنْ رَأَىٰ مِنكُمْ مُنكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ وَذٰلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ)) [1]

''تم میں سے جو کوئی کوئی برائی دیکھے تو چاہیے کہ اس کو اپنے ہاتھ سے بدل دے، پس اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو اپنی زبان سے بدلے اور اگر اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو اس کو اپنے دل میں برا سمجھے اور یہ ایمان کا کمزور درجہ ہے۔''

امام ابن تیمیہ نے پبلک زندگی میں قدم رکھتے ہی مشرکانہ رسوم اور بدعات کے خلاف اپنی آواز بلند کرنی شروع کر دی تھی، لوگ جب ان سے ان کے جواز و عدم جواز کے متعلق فتوے پوچھتے تھے تو وہ عام علما کی طرح کتابوں کے حوالے پیش کر دینے پر اکتفا نہیں کرتے تھے، بلکہ کتاب و سنت اور فقہ اسلامی کے دلائل و براہین کے ساتھ ان کا مدلل اور مفصل جواب لکھا کرتے تھے، ان کا عوام پر بہت اچھا اثر پڑ رہا تھا، ان کو پہلی دفعہ یہ محسوس ہو رہا تھا کہ عام مسائل زندگی میں کتاب و سنت کے ارشادات سے کس طرح استدلال اور استنباط کیا جا سکتا ہے۔

## امام ابن تیمیہ کے خلاف شکایت

تاتاری لڑائیوں کے بعد جب امام ابن تیمیہ کو غیر معمولی شوکت و شہرت حاصل ہوئی تو انہوں نے لوگوں کو جبراً راہ راست پر لانے کی کوشش کی، اس کی وجہ سے بہت سے لوگ ان

---

[1] صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان كون النهى عن المنكر من الايمان، ح: ٤٩ (١٧٧)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کے مخالف بھی ہو گئے، اور حکام وقت سے ان کی شکایت کی، چنانچہ شوال ۷۰۱ھ میں بعض لوگوں نے ان کے خلاف بڑی شورش کی اور دمشق کے نائب السلطنت سے جا کر کہا کہ شیخ تقی الدین ابن تیمیہ حدود قائم کرتے ہیں، لوگوں کو سزائیں دیتے ہیں، اور بچوں کے سر کے بال زبردستی منڈوا دیتے ہیں۔ اتفاقاً اس وقت امام ابن تیمیہ بھی وہاں پہنچے، نائب السلطنت کے سامنے ہی امام موصوف نے شکایت کرنے والوں کی غلطیاں ظاہر کیں اور کتاب وسنت کے ارشادات کو پیش کر کے انہیں حق بات کی دعوت دی۔ [1]

## ساتویں صدی ہجری میں مسلمانوں کی حالت

ساتویں صدی ہجری کے مسلمانوں کے رگ و پے میں مشرکانہ رسوم اور بدعات رچ گئی تھیں، اگر اس زمانے کے مسلمانوں کے تمدن کا اندازہ لگانا ہو تو ہمیں امام ابوعبداللہ محمد بن محمد بن محمد العبدری الفارسی الشہیر بابن الحاج مالکی (المتوفی: ۷۳۷ھ) کی مشہور کتاب "المدخل الی تنمیة الاعمال بتحسین النیات" کا مطالعہ کرنا چاہیے جو چار ضخیم جلدوں میں مصر سے شائع ہو چکی ہے، مصنف نے اپنے زمانے کی تمام مشرکانہ رسوم اور بدعات کو ایک ایک کر کے گنایا ہے اور بتایا ہے کہ وہ کس طرح توہم پرستی، قبر پرستی، شخص پرستی، وغیرہ میں مبتلا ہو چکے تھے، ان کی زندگی کا کوئی گوشہ ایسا نہیں تھا جو مشرکانہ رسوم اور بدعات سے خالی ہو، ملک شام اور ملک مصر میں ہر طرف مشہور قبریں تھیں، جو عوام کی زیارت نگاہ بنی ہوئی تھیں، ان میں سے اکثر فرضی تھیں، جیسے دمشق میں حضرت ابی بن کعب اور حضرت اویس قرنی کی قبریں، لبنان میں حضرت نوح علیہ السلام کی قبر، مصر میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی قبر، اسی طرح دمشق میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی قبر بھی فرضی تھی، ان کی قبر مسجد دمشق کے احاطے میں تھی، جس کو غلطی سے اس زمانے میں حضرت ہود علیہ السلام کی قبر سمجھا جاتا تھا، بیت المقدس میں بہت سی ایسی قبریں تھیں، جو انبیاء کی طرف منسوب تھیں، مگر وہ سب کی سب فرضی تھیں، ان کے متعلق بھی تعیین کے ساتھ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ کس کی ہیں، اس کے باوجود ان پر مسلمانوں کا ایک میلہ لگا رہتا تھا، مرد عورت اور بچے وہاں پہنچتے تھے اور ان سے منتیں اور مرادیں مانگا

---

[1] البداية و النهاية: ۱۴/ ۱۹۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کرتے تھے۔

## رجب اور شعبان کی بدعتیں

بدعات کا سب سے زیادہ مظاہرہ رجب اور شعبان کے مہینوں میں ہوتا تھا، رجب کی پہلی جمعرات کو روزہ رکھا جاتا تھا، اور اس رات مسجدوں میں باجماعت صلوۃ الرغائب پڑھی جاتی تھی، یہ بارہ رکعت کی نماز ہوتی تھی، دو دو رکعت پر سلام پھیرا جاتا تھا، ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ تین مرتبہ اور سورۂ اخلاص بارہ مرتبہ پڑھی جاتی تھی، ہر دو رکعت نماز کے بعد آنحضرت ﷺ پر ستر مرتبہ درود بھیجا جاتا تھا، پھر سجدہ میں گر کر ستر مرتبہ سبوح قدوس رب الملائکہ والروح پڑھا جاتا ہے، پھر سجدے سے سر اٹھا کر ستر مرتبہ رب اغفر وارحم وتجاوز عما تعلم انك انت الاعز الاكرم پڑھا جاتا تھا، پھر دوسری مرتبہ بھی سجدہ میں گر کر مذکورۂ بالا تسبیح ستر مرتبہ پڑھی جاتی تھی، اس طرح بارہ رکعت نماز ختم کی جاتی تھی۔

امام غزالی نے اپنے کتاب احیاء العلوم (جزء اول، ص: ۱۸۲) میں اس کو مستحب قرار دیا، اور آنحضرت ﷺ سے یہ جھوٹی روایت نقل کی کہ جو کوئی اس رات یہ نماز ادا کرے گا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے تمام گناہ معاف کر دے گا، چاہے اس کے گناہوں کی تعداد سمندر کے جھاگ، بالو کے ریزوں، پہاڑوں کے وزن اور درختوں کے پتوں کی گنتی کے برابر کیوں نہ ہوں اور ایسا شخص قیامت کے دن اپنے خاندان کے سات سو دوزخی آدمیوں کو آگ سے نجات دلائے گا۔

شعبان کی پندرھویں رات کو صلوۃ الالفیہ پڑھی جاتی تھی، یہ سو رکعت کی نماز ہوتی تھی، ہر دو رکعت پر سلام پھیرا جاتا تھا، اور ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد گیارہ مرتبہ سورہ اخلاص پڑھی جاتی تھی، بعض سو رکعت کی بجائے صرف دس رکعت پڑھتے تھے، مگر سورۂ اخلاص گیارہ کی بجائے سو مرتبہ پڑھتے تھے۔

امام غزالی لکھتے ہیں کہ سلف کے لوگ جماعت کے ساتھ یہ نماز پڑھا کرتے تھے اور اس کو صلوۃ الخیر کہا کرتے تھے، پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے، انہوں نے کہا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


مجھ سے تیس سے بڑھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں نے بیان کیا کہ جو کوئی یہ نماز پڑھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی طرف ستر مرتبہ نظر ڈالتا ہے، اور ہر نظر میں اس کی ستر حاجتیں پوری کرتا ہے، جن میں سے ایک ادنیٰ حاجت مغفرت الٰہی ہے۔ [1]

ابو طالب مکی اور امام غزالی کے لکھ دینے کی وجہ سے بعض لوگوں کو یہ غلط فہمی ہو گئی تھی کہ یہ دونوں نمازیں مستحب ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا کوئی ثبوت نہیں ہے، اہل علم نے ہر دور میں ان کی مخالفت کی ہے اور بتایا ہے کہ یہ دونوں نمازیں بدعت ہیں، امام طرطوشی لکھتے ہیں کہ ۴۸۰ھ سے پہلے بیت المقدس میں صلوٰۃ الرغائب کا رواج نہیں تھا۔ [2] اس بدعت کو سب سے پہلے ابن الحمراء نے ۴۴۸ھ میں جاری کیا، یہ شخص نابلس کا رہنے والا تھا، اور بڑی خوش الحانی کے ساتھ قرآن پاک کی تلاوت کیا کرتا تھا، وہ بیت المقدس آ کر بس گیا تھا، اس نے اس سال رجب کی پہلی جمعرات کو تن تنہا مسجد اقصیٰ میں نماز شروع کی، ایک نے اس کی اقتدا کی، دوسرا بھی اس کے ساتھ مل گیا، اس کی دیکھا دیکھی اور لوگ بھی نماز میں شریک ہو گئے لوگوں نے اس نماز کو اس قدر پسند کیا کہ ہر سال ابن ابی الحمراء کی امامت میں یہ نماز ہونے لگی، بیت المقدس کے لوگ اس نماز کو بڑی اہمیت دیتے تھے۔

امام غزالی اس نماز کو وہ رتبہ نہیں دیتے تھے جو تراویح یا دوسری سنتوں کا تھا، تاہم چونکہ بیت المقدس والے اس پر مداومت کرتے تھے اور اس کو چھوڑنے کو جائز نہیں سمجھتے تھے، اس لیے اس کو اپنی کتاب احیاء العلوم میں ذکر کیا ہے۔ [3]

## صلوٰۃ الرغائب و صلوٰۃ الالفیہ کی اہمیت

جب یہ نمازیں جاری ہوئیں تو ان کی حیثیت محض نمازوں کی رہی، مگر جیسے جیسے زمانہ گزرتا گیا، عوام کے دلوں میں ان سے اعتقاد بڑھتا گیا، ان کے نزدیک ان کی اہمیت عیدین سے بھی کہیں زیادہ تھی، ان راتوں میں ہر گھر میں حلوے مانڈے پکائے جاتے تھے، ہر مسجد میں روشنی کا بہت زیادہ اہتمام ہوتا تھا، مسجدوں کے صحن اور ان کے اطراف بازار لگتا تھا، جہاں

---

[1] احیاء العلوم: ۱/ ۱۸۲۔ [2] الباعث علی انکار البدع و الحوادث، ص: ۲۳۔
[3] احیاء العلوم: ۱/ ۱۸۲۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہر قسم کے لوگ لچے اور بدمعاش سب جمع ہوتے تھے، خوانچہ والے مسجد کے صحن میں کھڑے ہو کر صدا لگاتے تھے، اور سقے مشکوں میں ٹھنڈا پانی لے کر ادھر ادھر گھومتے پھرتے تھے، حلوہ اور میوہ فروش الگ اپنی دکانیں سجاتے تھے، مردوں اور بچوں کے ساتھ عورتیں بھی زرق برق لباس پہن کر اور عطر لگا کر ان نمازوں میں شریک ہوتی تھیں، پندرھویں شعبان کی رات کو خاص کر عورتیں بہت زیادہ تعداد میں مقبروں اور مزاروں پر بھی حاضر ہوتی تھیں۔ اس کی وجہ سے جو اخلاقی مفاسد ہوتے تھے ان کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا، مسجدیں عبادت گاہ نہیں معلوم ہوتی تھیں، بلکہ ایک بازار تھیں، جہاں ہر قسم کی چیخ و پکار اور شور و شغب بالکل جائز تھا۔

## ان بدعات کو بند کرنے کی کوشش

ہر دور میں بعض علما نے ان بدعات کو بند کرنے کی کوشش کی، مگر عوام کی عقیدت کچھ ایسی تھی کہ وہ ہر مرتبہ بند ہو کر پھر جاری ہو جاتی تھیں، دولت ایوبیہ کے عالم و فاضل فرمانروا سلطان کامل محمد بن ابی بکر رحمہ اللہ نے اپنے عہد حکومت ۶۱۵ھ تا ۶۳۵ھ میں ان کو بند کر دیا تھا مگر اس کی وفات کے بعد یہ بدعتیں پھر سے جاری ہو گئیں۔ [1]

سلطان العلما عز الدین عبد العزیز بن عبد السلام (المتوفی: ۶۶۰ھ) نے اپنے زمانے میں صلوۃ الرغائب اور پندرھویں شعبان کی نماز کے بدعت ہونے کا فتویٰ دیا تھا [2] اور ان کو باطل قرار دیا تھا، جب مشہور شارح صحیح مسلم امام ابو ذکریا یحییٰ نووی رحمہ اللہ سے اس کے متعلق فتویٰ پوچھا گیا تو صاف جواب دیا، کہ یہ بدعت ہے اور بہت ہی بری بدعت ہے، اس میں بہت سی برائیاں ہیں، جن کی بنا پر اس کا چھوڑنا واجب اور اس سے اعراض کرنا ضروری ہے، اور جو بھی اس کو ادا کرتا ہے اس پر انکار کرنا لازمی ہے، حاکم کو چاہیے کہ وہ اپنی رعایا کو اس بدعت کے کرنے سے روکے، کیونکہ وہ ان کا راعی ہے، اور قیامت کے دن اس سے اس کی رعایا کے متعلق سوال کیا جائے گا، انہوں نے یہ بھی لکھا کہ علما کرام نے اس کا انکار کیا ہے اور اس کی سخت ترین مذمت کی ہے، اور اس کے ادا کرنے والے کو جاہل بتایا ہے اور اس سلسلے میں

---

[1] الباعث علی انکار البدع و الحوادث، ص: ۳۰۔

[2] طبقات الشافعیة للسبکی: ۵/ ۸۰۔ ۱۰۵۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


کئی کتابیں اور رسالے لکھے ہیں، انہوں نے یہ بھی لکھا کہ صرف اس ایک بات سے دھوکہ نہ کھایا جائے کہ اکثر شہروں میں بہت زیادہ لوگ یہ نماز ادا کرتے ہیں، اور ابو طالب مکی اور ابو حامد غزالی جیسے علما نے اپنی کتابوں میں اس کو سنت قرار دے دیا ہے کیونکہ یہ ایک باطل بدعت ہے۔ [1]

امام نووی نے مختلف حدیثوں سے استدلال کر کے لکھا ہے کہ نمازیں توقیفی ہیں ان میں کوئی ردو بدل ہو نہیں سکتا، وہی نمازیں متصوف ہوں گی جن کا آنحضرت ﷺ سے ثبوت ہو۔ یہ نماز آنحضرت ﷺ سے ثابت نہیں ہے۔ یہ پانچویں صدی ہجری میں جاری ہوئی تھی۔ [2]

## عوام کے حسن ظن کی وجہ

صلوٰۃ الرغائب اور صلوٰۃ الالفیہ کے ساتھ عوام کے حسن ظن کی ایک وجہ یہ تھی کہ ان نمازوں میں سورۂ اخلاص کئی مرتبہ پڑھی جاتی تھی۔ اور ایک حدیث میں سورۂ اخلاص کی فضیلت ایک تہائی قرآن کی فضیلت کے برابر بتائی گئی ہے، اور جب ایک رکعت میں سورۂ اخلاص گیارہ یا بارہ مرتبہ پڑھی جائے تو ظاہر ہے کہ صرف ایک رکعت کا ثواب تین چار قرآن ختم کرنے کے برابر ہو گیا۔ [3]

حالانکہ اس حدیث کی غلط تعبیر و تاویل کی جا رہی تھی، چنانچہ ابن الحاج مالکی اس حدیث کی اس غلط تعبیر و تاویل پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

---

[1] المدخل لابن الحاج مالکی: ٤/ ٢٥٩۔ [2] ایضًا، ص: ٢٦٠۔

[3] آج کل کا مروجہ طریقہ فاتحہ بھی اس حدیث کی غلط تعبیر پر مبنی ہے، یہ سمجھا جاتا ہے کہ قرآن مجید دو حصوں پر منقسم ہے ایک سبعاً من المثانی (یعنی سورۂ فاتحہ) اور دوسرا قرآن عظیم (یعنی باقی قرآن) جیسا کہ اس آیت میں بیان کیا گیا ہے:

﴿ وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ ۝ ﴾ (١٥/الحجر: ٨٧)

''اور بے شک ہم نے تجھ کو بار بار دہرائی جانے والی سات آیتیں اور قرآن عظیم دیا ہے۔''

پس اس حدیث کے مطابق جس نے سورۂ فاتحہ کے ساتھ تین مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھ لیا گویا اس نے ایک قرآن کا ثواب حاصل کر لیا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



''علما کے نزدیک اس حدیث کے ہرگز وہ معنی نہیں ہیں جو عوام نے مراد لیے ہیں اگر اس کے یہ معنی ہوتے تو آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام نمازوں میں لمبی لمبی سورتیں پڑھنے کی بجائے صرف سورۂ قل ہواللہ احد کے بار بار پڑھنے پر اکتفاء کرتے اور فرض اور نفل نمازوں میں اسی سورت کو دہراتے رہتے۔ اور پورا قرآن پڑھنے کی بجائے صرف اس سورت پر بس کر لیتے، جب انہوں نے ایسا نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ اس حدیث کے ہرگز وہ معنی نہیں ہیں جو عام طور پر مراد لیے جاتے ہیں اور اس بات پر تمام کا اجماع ہے کہ جو شخص ایک رکعت میں تین مرتبہ سورۂ قل ہواللہ احد پڑھے، اس کا اجر ہرگز اس شخص کے اجر کے برابر نہیں ہوسکتا جو رات بھر قرآن مجید پڑھتا ہے، اور سارا قرآن ختم کرتا ہے۔

امام ابن تیمیہ نے بھی سورۂ اخلاص کی تفسیر میں اس غلط معنی کی تردید کی ہے اور لکھا ہے کہ سورۂ اخلاص میں چونکہ توحید کا بیان ہے اور قرآن مجید کی ایک تہائی آیتیں توحید ہی سے متعلق ہے اس لیے گویا سورۂ اخلاص ایک تہائی قرآن کے برابر ہوتی ہے اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ جو کوئی سورۂ اخلاص تین مرتبہ پڑھ لے وہ گویا پورے قرآن کا ثواب حاصل کر لیتا ہے۔

## امام ابن تیمیہ کا فتویٰ

امام ابن تیمیہ نے ان بدعتوں کے خلاف بارہا لوگوں کو تقریر تحریر کے ذریعہ توجہ دلائی، انہوں نے اپنے زمانے کی مشرکانہ رسوم و بدعات پر بحث کرتے ہوئے ایک جگہ لکھا:

اور اس سے زیادہ سخت اور بری وہ اسبوعی (ہفتہ دار) اور حولی (سالانہ) نمازیں ہیں جن کو بعض مصنفین نے رقائق و فضائل کے تحت بیان کیا ہے جیسے اتوار، پیر، منگل، بدھ، جمعرات، جمعہ اور ہفتہ کی نمازیں جس کے متعلق ابو طالب مکی، ابو حامد الغزالی اور شیخ عبدالقادر جیلانی وغیرہ نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ وہ سنت ہیں، یا وہ صلوٰۃ الالفیہ جو پہلی رجب اور نصف شعبان کی رات ادا کی جاتی ہے یا وہ بارہ رکعت کی نماز جو رجب کی پہلی جمعرات کی شب میں پڑھی جاتی ہے یا وہ دوسری نمازیں جن کے متعلق یہ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ آنحضرت ﷺ سے مروی ہیں، لیکن اہل علم و معرفت کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ ساری حدیثیں جھوٹی ہیں، اور آنحضرت ﷺ کے ساتھ ان کا انتساب ٹھیک نہیں ہے مگر اہل علم و دین کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


ایک جماعت کو یہ حدیثیں ملیں اور انہوں نے ان کو صحیح سمجھ کر ان پر عمل کیا، ان کو ان کے سنت کی مخالفت کی وجہ سے نہیں بلکہ ان کے حسن ارادہ و اجتہاد کی بنا پر اجر ملے گا، لیکن جن لوگوں کو اچھی طرح سے یہ معلوم ہو گیا کہ یہ سنت نہیں ہیں اس کی باوجود یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ نمازیں دوسری نمازوں سے بہتر ہیں تو وہ گمراہ بلکہ کافر ہیں۔ [1]

## ان بدعات کا بند ہونا اور پھر جاری ہو جانا

امام ابن تیمیہ نے ان بدعات کو بند کرانے کی زبردست کوشش کی، دمشق کے نائب السلطنت سے کہہ کر ۷۰۲ھ میں ان بدعتوں کو بند کرا دیا، چار سال تک یہ بدعتیں بند رہیں، لیکن جب عقائد کا فتنہ اٹھا، جس کی تفصیل آگے آتی ہے، امام ابن تیمیہ کو مصر بلا لیا گیا تو بدعتی عالموں اور عام لوگوں نے شعبان ۷۰۶ھ سے ان کو جاری کر دیا۔

## جو سلطان ان بدعات کو بند کرتا ہے وہ مر جاتا ہے

ان بدعات کے ساتھ عوام کی عقیدت اتنی بڑھی ہوئی تھی کہ آگے چل کر یہ عقیدہ ہو گیا کہ جو کوئی سلطان ان بدعتوں کو بند کراتا ہے، وہ مر جاتا ہے، آخر کار ۷۵۱ھ میں سلطان ناصر بن محمد قلاون کے لڑکے ملک حسن نے ان کو بند کرا دیا، چنانچہ کتاب البدایۃ والنہایہ میں ہے، اور یہ بدعت لوگوں کے اندر تقریباً ۴۵۰ھ سے لے کر ہمارے زمانے تک لوگوں کے اندر بالکل جڑ پکڑ گئی تھی، اور کتنی مرتبہ فقیہوں، قاضیوں، مفتیوں، عالموں، عابدوں، امیروں، زاہدوں، اور سلطنت کے نائبوں وغیرہ نے اس کو بند کرانے کی کوشش کی، لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کی آسانی مہیا نہیں کی مگر صرف اسی سال اور اللہ تعالیٰ سے ہماری دعا ہے کہ وہ اس سلطان (یعنی ملک حسن) کی عمر زیادہ کرے تاکہ جاہل لوگ، جن کے ذہنوں میں یہ بات سما گئی ہے کہ جب کسی سال یہ روشنی باطل کر دی جاتی ہے تو اس وقت کا سلطان مر جاتا ہے، یہ جان لیں کہ ان کے اس خیال کی کوئی حقیقت نہیں ہے اور اس پر کوئی دلیل نہیں ہے سوائے اس کے کہ یہ محض ان کا وہم اور خیال ہے۔ [2]

---

[1] مجموعہ الرسائل الکبریٰ ۲/ ۱۷۷۔ ۱۷۸۔

[2] البدایۃ و النہایۃ: ۱۴/ ۲۳۵۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



## مسجد نارنج کی چٹان کو کاٹ کر پھینکوا دینا

دمشق کی مسجد نارنج کے مصلے کے قریب ایک چٹان تھی، جس سے عوام کو بڑی عقیدت پیدا ہوگئی تھی، لوگ اس پر نذر و نیاز چڑھاتے تھے اور منتیں اور مرادیں مانگا کرتے تھے، امام ابن تیمیہ چند پتھر پھوڑنے والے آدمیوں کو لے کر وہاں پہنچے اور اس چٹان کو کٹوا کر پھنکوا دیا، یہ واقعہ رجب ۷۰۴ھ میں پیش آیا تھا۔ [1] اس کی وجہ سے عوام نے ان کے خلاف زبردست ہنگامہ کیا، مگر امام موصوف پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوسکا، انہوں نے دمشق کی اسی قسم کی اور بہت سی زیارت گاہوں کو ڈھا دیا تھا، چنانچہ ان کے شاگرد حافظ ابن قیم لکھتے ہیں:

دمشق میں اس قسم کی بہت سی زیارت گاہیں تھیں جن کے توڑنے کی اللہ تعالیٰ نے حضرت شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور ان کے توحید پرست پیروؤں کو توفیق عطا فرمائی تھی، جیسے عمود مخلق اور وہ پرستش گاہ جو نارنج کی مسجد میں مصلےٰ کے پاس تھی اور جس کو جاہل لوگ پوجتے تھے اور وہ زیارت گاہ جو عیسائیوں کے قبرستان کے قریب پن چکی کے پاس تھی، جہاں لوگ مختلف وقتوں میں برکت حاصل کرنے کی غرض سے آیا کرتے تھے۔ یہاں بت کی طرح کا ایک مجسمہ تھا جو قلوط کی نہر میں کھڑا تھا، لوگ اس پر نذر و نیاز چڑھاتے تھے، اور اس سے برکت کے طلبگار رہتے تھے، خدا نے اس زیارت گاہ کا بھی استیصال کر دیا جو رحبہ کے پاس تھی اور جہاں لوگ چراغ جلایا کرتے تھے، اور مشرک اس سے برکت مانگتے تھے، یہ درحقیقت ایک لمبا ستون تھا، جس کے سر پر گیند کی طرح کا ایک گول پتھر تھا، مسجد درب کے پاس بھی ایک زیارت گاہ تھی، جس پر نماز پڑھنے کے لیے ایک چھوٹا سا قطعہ بنا ہوا تھا، مشرک اس کو پوجتے تھے، خدا نے اس کے توڑنے کی بھی شیخ الاسلام کو توفیق عطا فرمائی۔'' اس کے بعد حافظ ابن قیم لکھتے ہیں:

بت پرست خدا کو چھوڑ کر بتوں کی پرستش کی طرف چاہے وہ کیسے ہی کیوں نہ ہوں، کس قدر جلد مائل ہو جاتے ہیں اور یہ کہنے لگتے ہیں کہ یہ پتھر یہ درخت اور یہ چشمہ ہماری نذر قبول کرتا ہے گویا وہ ان کی عبادت کو بھی قبول کرتا ہے کیونکہ نذر بھی ایک عبادت ہے اور نذر دینے

---

[1] ایضًا، ص: ٢٤۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



والا اس کو قرب الٰہی کے حصول کا ذریعہ بناتا ہے نذر دینے والا درحقیقت ان پتھروں، درختوں، اور چشموں کا تقرب چاہتا ہے، اسی لیے یہ لوگ ان چیزوں کو چھوتے اور چومتے رہتے ہیں۔ [1]

## فقراء کی اصلاح

امام ابن تیمیہ کے زمانے میں بہت سے گدڑی پوش فقیر تھے، جن کی صورت اور سیرت غیر شرعی تھی، انہوں نے اپنا ایک خاص لباس اختیار کر لیا تھا، یہ لوگ اپنی آنکھیں بند کر کے یاہو اور یاحق کے نعرے لگاتے تھے، تاکہ عوام ان کو اللہ کا ولی یا خدا رسیدہ خیال کریں، اور ان کے ساتھ غیر معمولی عقیدت رکھیں۔ ان گدڑی پوش فقیروں میں سے اکثر محض دھوکہ باز ہوتے تھے اور طرح طرح کے افعال شنیعہ کے مرتکب ہوتے تھے۔ امام ابن تیمیہ نے ان کے اس غیر شرعی صورت و سیرت اور لباس کے خلاف سخت تنقید شروع کی اور جب وہ اصلاح حال پر راضی نہ ہوئے تو زبردستی ان کی شکل و ہیت کے بدلنے پر انہیں مجبور کیا، چنانچہ اس قسم کی حسب ذیل دو تین واقعات حافظ ابن کثیر نے اپنی تاریخ میں نقل کیے ہیں۔

## مجاہد ابراہیم القطان سے توبہ کروانا

دمشق میں ایک گدڑی پوش فقیر تھا، جس کا نام مجاہد ابراہیم القطان تھا، وہ پیوند لگی ہوئی گدڑی پہنتا تھا، اس نے سر، داڑھی اور مونچھ کے بال بہت بڑھا لیے تھے، اس کے ناخن بھی بہت لمبے تھے، مونچھیں اتنی بڑھی ہوئی تھیں کہ اس کے لب نظر نہیں آ رہے تھے، اس نے ایک عجیب ہیت اور شکل وصورت بنا رکھی تھی، وہ ہمیشہ فحش بکنے کا عادی تھا اور عوام پر اثر ڈالنے کے لیے آنکھیں بند کر کے یاھو اور یاحق کے نعرے لگاتا تھا، بیان کیا جاتا ہے کہ وہ بھنگ وغیرہ بھی کھایا کرتا تھا، جس کی وجہ سے اس پر مدہوشی کا عالم طاری رہتا تھا، امام ابن تیمیہ نے اس کو ہر طرح سے سمجھایا اور کہا کہ وہ عام مسلمانوں کا سا لباس اختیار کرے مگر جب اس نے نہیں مانا تو اپنے ساتھیوں سے کہ کر اس کی گدڑی اتروالی اور اس کو چاک کر کے پھینکوا دیا، پھر اس کے سر اور مونچھ کے بال اور اس کے ناخن زبردستی کٹوائے اور پھر اس سے توبہ

---

[1] الغاثة اللهفان فی مصائد الشیطان، ص: ۱۱۱۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کروائی۔ [1] یہ واقعہ رجب ۷۰۴ھ میں پیش آیا تھا۔

اس واقعہ کے کچھ دن بعد جب شیخ محمد خباز بلاسی کو معلوم ہوا کہ وہ حرام چیزیں بھی کھایا کرتا ہے اور یہودیوں اور نصرانیوں کی صحبت میں رہتا ہے اور خوابوں کی غلط سلط تعبیر کرتا پھرتا ہے تو شیخ موصوف نے اس کو بلایا اور پھر اس سے توبہ کروائی۔ [2]

## ابراہیم القمینی سے توبہ کروانا

حافظ ابن کثیر نے اسی قسم کا اور ایک واقعہ نقل کیا ہے لکھا ہے کہ دمشق کے محلہ قمامین میں ایک مجذوب اور دیوانہ رہتا تھا جو لوگوں کو اپنے کشف سے غیب کی خبریں بتایا کرتا تھا، اس کا نام ابراہیم تھا، [3] وہ گندی جگہوں پر بیٹھا کرتا تھا اور نماز روزے کا پابند نہیں تھا، عورتیں اور بچے اس کو گھیرے رہتے تھے۔ لوگوں کو اس سے بڑی عقیدت پیدا ہوگئی تھی، امام ابن تیمیہ نے اس کو سرزنش کی اور اس سے توبہ کروائی۔ ابراہیم قمینی نے ۷۲۵ھ میں وفات پائی۔ [4]

## عدوی شیوخ کے نام تبلیغی خط

امام ابن تیمیہ نام نہاد صوفیہ اور فقراء کے خلافِ شریعت طور طریقوں کے ابتداء ہی سے مخالف تھے، وہ منبروں پر اور مجلسوں میں ان پر سخت تنقیدیں کیا کرتے تھے، انہوں نے مختلف شیوخ کے نام تبلیغی اور اصلاحی خطوط لکھے اور انہیں دعوت دی کہ اپنے مزعومہ عقائد و خیالات، اعمال و افعال اور لباس و شعار کو چھوڑ کر کتاب و سنت کی روشن تعلیمات پر عمل کریں، چنانچہ انہوں نے ۷۰۴ھ مشہور شیخ عدی بن مسافر الالوسی کے شیوخ اور پیروؤں کے نام اسی قسم کا ایک طویل تبلیغی اور اصلاحی خط لکھا جو ان کے مجموعہ الرسائل الکبریٰ میں چھپ گیا ہے۔

## شیخ نصر بن سلیمان المنبجی کے نام خط

جب امام ابن تیمیہ کو یہ معلوم ہوا کہ شیخ نصر بن سلیمان المنبجی کے پیروؤں اور دوسرے

---

[1] البداية و النهاية: ١٤ /٣٣، ٣٤۔ [2] ایضًا، ص: ٣٤۔

[3] یہ ٹھیک طور پر معلوم نہیں کہ ابراہیم القمینی اور مجاہد ابراہیم القطان جس کا اوپر ذکر ہوا ہے دونوں ایک ہیں یا الگ الگ، ابن کثیر نے ان دونوں کو الگ الگ بیان کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں الگ الگ ہیں۔

[4] البداية و النهاية: ١٤ / ١١٩۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



گمراہ فرقوں کے حامیوں میں سے ہیں اور وحدۃ الوجود کے قائل ہیں تو انہوں نے ۷۰۴ھ میں دمشق سے انہیں ایک تبلیغی خط لکھا اور دعوت دی کہ کتاب وسنت کی روشنی میں ابن عربی کے نظریہ وحدۃ الوجود کو جانچیں اور ہر حال میں حق کی اتباع کریں، یہ خط امام ابن تیمیہ کے مجموعۃ الرسائل والمسائل کی پہلی جلد میں چھپ گیا ہے، شیخ نصر منبجی کو امام موصوف کا یہ خط بہت ناگوار گزرا، امیر بیبرس جاشنگیر نائب السلطنت مصر کے پاس ان کا بہت بڑا رسوخ تھا، انہوں نے اس کو سمجھانا شروع کیا کہ ابن تیمیہ کی تحریک اصلاح بھی ابن تومرت کی تحریکِ اصلاحی جیسی ہے اور جس طرح ابن تومرت اور اس کے پیرو مغرب اقصیٰ کے ایک وسیع خطہ پر حاوی ہو گئے تھے، اسی طرح ایک دن امام ابن تیمیہ ملک شام اور ملک مصر پر قبضہ جمالیں گے، وہ سلطنت کے لیے ایک مستقل خطرہ ہیں، حکومت کو ان سے ہمیشہ خبردار رہنا چاہیے، بہت ممکن ہے کہ آئندہ ان کی قوت اور بڑھ جائے اور وہ اپنے پیروؤں کو لے کر سلطنت پر غاصبانہ قبضہ کرلیں۔

امیروں کو یہ اچھی طرح محسوس ہو رہا تھا، کہ امام ابن تیمیہ کی طاقت روز بروز بڑھتی جارہی ہے لوگ ان دیکھے ان کے معتقد ہوتے جارہے ہیں اور ان کے پاس فتوے بھیجتے ہیں اور جواب پاتے ہیں۔ تاتاری جنگوں میں ان کا جوش جہاد حد سے بڑھا ہوا تھا اور عوام پر ان کی تقریروں اور تحریروں کا اثر پورے طور پر ظاہر ہو چکا تھا، اگر وہ اپنی خطابت کے زور سے سلطنت کے خلاف بغاوت پھیلانا چاہیں تو بھی وہ پھیلا سکتے ہیں۔

مصر میں امام ابن تیمیہ کے خلاف امیروں کے دل میں اس قسم کے موہوم خیالات پرورش پا رہے تھے اور ادھر امام ابن تیمیہ اور فقراء رفاعیہ کے درمیان چھیڑ چھاڑ کی وجہ سے اچانک ۹ جمادی الاولیٰ ۷۰۵ھ کو ایک زبردست مناظرہ پیش آیا، جس کی وجہ سے امام ابن تیمیہ کا نام ملکِ شام و ملکِ مصر کے چپہ چپہ میں روشن ہو گیا، ہم اس مناظرہ کی تفصیل ایک مستقل عنوان کے تحت پیش کرتے ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



# فقراء رفاعیہ کے ساتھ مناظرہ

فقراء رفاعیہ شیخ ابوالعباس احمد بن شیخ ابی الحسن علی بن احمد بن یحییٰ بن حازم بن علی بن رفاعہ کی جانب منسوب ہیں، شیخ موصوف اپنے مورث اعلیٰ رفاعہ کی نسبت سے رفاعی کہلائے، شیخ کے والد شیخ ابوالحسن علی شمالی افریقہ سے عراق آ کر بسے اور بطائح کے ام عبیدہ نامی ایک قریے میں سکونت اختیار کی، یہاں انہوں نے شیخ منصور بطائحی کی بہن سے شادی کی، جو بطائح کے ایک مشہور صوفی تھے، شیخ احمد شیخ ابوالحسن کے آخری لڑکے تھے، مگر ان کی ولادت اپنے والد کی وفات کے کچھ دن بعد محرم ۵۰۰ھ میں ہوئی، ماموں شیخ منصور نے ان کی پرورش کی اور انہیں تعلیم دلائی، شیخ احمد نے ابوالحسن علی القاری الزاہد سے بھی کئی کتابیں پڑھیں، زہد و عبادت اور اذکار و وظائف سے انہیں فطری دلچسپی تھی، اسی لیے اپنے ماموں سے اوراد و وظائف سیکھے اور اس طرح سلوک کی منزلیں طے کرنی شروع کیں، یہاں تک کہ اس میں بہت جلد کمال حاصل کر لیا۔

کہا جاتا ہے کہ شیخ منصور بطائحی نے اپنی وفات سے چند سال پہلے شیخ احمد رفاعی کو اپنا خلیفہ اور جانشین بنانا چاہا، مگر ان کی بیوی نے اس پر اعتراض کیا اور کہا کہ لڑکے کے ہوتے بھانجے کو کیوں ترجیح دی جا رہی ہے، شیخ منصور نے جواب دیا کہ اس جانشینی کا اہل صرف شیخ احمد ہی ہو سکتا ہے۔ لیکن جب بیوی کا زیادہ اصرار ہوا تو شیخ منصور نے ایک امتحان کے ذریعہ دونوں کی قابلیت کا فرق بتایا انہوں نے اپنے لڑکے اور بھانجے دونوں کو حکم دیا کہ جاؤ اور نجیل (ایک قسم کی گھاس) کاٹ لاؤ، لڑکا تو بہت سی کاٹ لے آیا، مگر شیخ احمد رفاعی یونہی واپس آئے۔ جب شیخ منصور نے وجہ دریافت کی تو کہا کہ میں اس گھاس کو کس طرح کاٹ سکتا ہوں، جبکہ وہ خدا کی تسبیح پڑھ رہی ہے۔ [1]

---

[1] قلائد الجواهر، ص: ۸٤۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



خلافت کے ملنے کے بعد شیخ احمد نے روحانی حیثیت سے بہت زیادہ ترقی کی، ان کے متعلق بہت سی کرامتیں بیان کی جاتی ہیں، جن میں سے اکثر گھڑی ہوئی معلوم ہوتی ہیں، شیخ احمد نے اپنے قریے میں ایک زاویہ بنایا تھا، جہاں کے ان کے ارادت مندوں کا ایک بڑا حلقہ ان سے سلوک کی تعلیم حاصل کر رہا تھا، رفاعی فقیر ہر جگہ پھیل گئے، مصر و شام اور ہندوستان میں ان کے نام سے بہت سے حلقے قائم ہو گئے اور دور دور تک ان کی شہرت پھیلتی گئی، شیخ احمد اس زمانے کے دو مشہور شیوخ یعنی شیخ عدی بن مسافر الاموی الہکاری (المتوفی: ۵۵۷ھ) اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی (المتوفی: ۵۶۱ھ) کے معاصر تھے، ان تینوں میں اکثر ایک دوسرے سے ملاقات ہوتی رہتی تھی، شیخ احمد نے ۱۲ جمادی الاولیٰ ۵۷۸ھ کو جمعرات کے دن وفات پائی اور اپنے قریے ہی میں اپنے زاویہ کے احاطہ میں مدفون ہوئے۔

امام ابن تیمیہ، حافظ ابن قیم اور شیخ شمس الدین ذہبی وغیرہ کا متفقہ بیان ہے کہ شیخ احمد ایک صالح بزرگ تھے، ذہبی نے اپنی کتاب العبر میں ان کے علم و فضل اور زہد و تقویٰ کی بڑی تعریف کی ہے، مگر اس کے ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہے کہ ان کے پیروؤں میں اچھے بھی ہیں اور برے بھی، یہ لوگ طرح طرح کے کرشمے دکھا کر عوام کو اپنا معتقد بنا لیتے ہیں اور شیطانیت کے کام کرتے رہتے ہیں، خدا ہم سب کو ان کے مکر و فریب سے بچائے۔

## امام ابن تیمیہ کے زمانے میں فقراء رفاعیہ کی حالت

شیخ احمد رفاعی کی وفات پر سو سال نہیں گزرے تھے کہ ان کے حلقہ میں بھی دجل و فریب اور مکر و دھوکہ پوری طرح سرایت کر گیا تھا، ان کے پیروؤں نے اپنے آپ کو ایک مستقل گروہ اور فرقہ بنا لیا تھا، اور دوسروں سے اپنے آپ کو ممتاز کرنے کے لیے سیاہ رنگ کا کپڑا پہننا شروع کر لیا تھا، نیز یہ لوگ اپنے ہاتھوں اور گلوں میں لوہے کی زنجیریں ڈالے رہتے تھے، اور نماز، روزہ اور دیگر شرعی احکام سے غافل اور بے پروا تھے۔

## رفاعی فقیروں کی شعبدہ بازیاں

عوام کے دلوں پر اپنی ولایت اور کرامت کا سکہ بٹھانے کے لیے یہ لوگ مختلف قسم کے شعبدے دکھاتے تھے، وہ زندہ سانپوں کو نگل جاتے تھے، دہکتی ہوئی آگ میں کود پڑتے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



تھے، بظاہر ان کے سامنے کوئی چیز نہ ہوتی تھی، مگر جب چاہے خون، زعفران، گلاب، شہد اور شکر وغیرہ لوگوں کے سامنے پیش کرتے تھے، کشف کے ذریعہ امیروں کو مختلف قسم کی بشارتیں سناتے تھے، چنانچہ انہوں نے الملک العادل کتبغا کو جماۃ کا والی ہونے کی خوشخبری دی تھی، امیر ایدمری اور امیر سیف الدین قبچاق منصوری کو بھی اسی قسم کی بشارتیں دی تھیں۔

ایک مرتبہ انہوں نے امیر ایدمری سے کہا کہ وہ رجال غیب سے تعلق رکھتے ہیں، انہوں نے اس کو اس کا مشاہدہ کرانے کا بھی وعدہ کیا، کہا جاتا ہے کہ مزہ کی پہاڑیوں پر انہوں نے چند رسیاں باندھ دیں اور چند ایسے لوگوں کو مقرر کیا جو ان رسیوں پر آسانی سے چل سکتے ہوں، جیسے کہ آج کل کے شعبدہ باز ان پر چلتے ہیں، امیر ایدمری اور اس کے رفقاء رات کے وقت پہاڑ کے دامن میں کھڑے تھے، اچانک چند آدمی پہاڑ کی چوٹی پر نمودار ہونے اور پہاڑ کی سطح سے چند قدم اوپر فضا میں چلتے پھرتے دکھائی دیے۔

انہوں نے امیر سیف الدین قبچاق سے کہا کہ مردے ان سے بات چیت کرتے ہیں، اور ایک مرتبہ اس کو اس کا مشاہدہ بھی کروایا۔

## فقیروں کے ساتھ انتہائی عقیدت

ان احمدی فقیروں نے امیروں اور عام لوگوں کے دلوں پر اپنی ولایت اور کرامت کا سکہ کچھ ایسا بٹھا دیا تھا کہ یہ لوگ ان کو اللہ کا ولی سمجھنے لگے، امراء عقیدت کی بنا پر ان کو اپنے ساتھ رکھتے تھے اور ان سے برکت چاہتے تھے، اور ان سے منتیں اور مرادیں مانگتے تھے، عام لوگ ان کو نذر و نیاز دیتے تھے، اور ان سے تعویذ لکھا لے جاتے تھے، عورتیں بہت زیادہ ان کی معتقد تھیں اور ان سے تعویذ اور فلیتے مانگ لے جاتی تھیں۔

فقیری میں بادشاہی اسی کا نام ہے، اس عہد کے مسلمانوں کی توہم پرستی کا اس سے زیادہ کیا ثبوت ہوسکتا ہے کہ کتاب وسنت کے بڑے بڑے عالم بھی ان احمدی فقیروں کے مکر و فریب میں گرفتار تھے، اور ان کے معتقد بن گئے تھے، وہ لوگ جو ان کی حقیقت سے واقف تھے ان کو چھیڑ کر اپنے سر کوئی مصیبت نہیں لینا چاہتے تھے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


## امام ابن تیمیہ کی نصیحت

امام ابن تیمیہ نے اپنی تقریروں اور تحریروں کے ذریعہ عوام کی اس عقیدت کو مٹانا شروع کیا، انہوں نے بتایا کہ شیخ احمد رفاعی کون تھے، ان کا کیا حال تھا، اور اب ان کے پیروؤں کا کیا حال ہوگیا ہے اور اب شیخ اور ان کے مریدین و متبعین کے عقائد و خیالات اور اعمال و افعال میں کتنا فرق ہوگیا ہے۔ اور ان میں حق اور باطل کی کتنی آمیزش ہوگئی ہے اور رفاعی فقیروں کے اعمال و افعال شریعت اسلامیہ کے معیار پر کتنا اترتے ہیں، انہوں نے بہت سے رفاعی فقیروں کو بلا کر نصیحت کی، اور بتایا کہ ان کے اعمال و افعال سرتاپا شریعت کے مخالف ہیں، ان کو چاہیے کہ مکر و فریب کا یہ سیاہ پیوند لگا ہوا جامہ اپنے جسم سے اتار دیں اور ہاتھوں کے کڑے اور گلے کی زنجیریں نکال دیں اور عام مسلمانوں کی سی زندگی بسر کریں، بعض صادق اور سچی نیت والے فقیروں نے آپ کی بات مان لی اور رفاعی جامہ اتار کر عام مسلمانوں کا لباس پہن لیا، اور نماز، روزہ کی پابندی بھی کرنی شروع کی۔

## ولایت اور کرامات کی آڑ لینا

جن لوگوں کے دل میں کھوٹ تھا انہوں نے اپنی رموز و ارشارات اور ولایت و کرامات کی آڑ لینی شروع کی اور ان کے ذریعے عوام پر اثر ڈال کر امام ابن تیمیہ کا منہ بند کرنا چاہا انہوں نے جب ایک مرتبہ عوام کے سامنے اپنی ولایت اور کرامات کے کرشمے دکھانے چاہے تو امام ابن تیمیہ نے مجمع عام میں ان کے مکر و فریب کا پردہ چاک کرنے کا پکا ارادہ کرلیا، اور جب احمدی فقیروں کو اس کی اطلاع ملی تو وہ دوڑے ہوئے آئے اور امام موصوف سے درخواست کی کہ وہ ان کی مخالفت نہ کریں، امام موصوف نے کہا یہ تو اسی وقت ہوسکتا ہے جبکہ تم لوگ اپنی ناشائستہ حرکتوں سے باز آؤ اور اپنے افعال بد سے توبہ کرو۔

## آگ میں کود پڑنے کے لیے تیار ہو جانا

ایک مرتبہ ایک باغ میں ایک رفاعی فقیر سے امام ابن تیمیہ کی مٹھ بھیڑ ہوگئی، لوگوں کا ایک اچھا خاصہ مجمع بھی وہاں موجود تھا، جب امامِ موصوف نے اس رفاعی فقیر کی مخالفت شروع

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کی تو اس نے کہا: آؤ ہم اور تم دہکتی ہوئی آگ میں کود پڑیں، پس جو بھی اس میں جل جائے گا وہ گمراہ سمجھا جائے گا، امام موصوف اس کے لیے تیار ہو گئے، مگر شرط یہ لگائی کہ آگ میں کودنے سے پہلے ہم دونوں گرم پانی سے بدن خوب مل کر نہالیں، رفاعی فقیر اس شرط پر راضی نہ ہوا، کیونکہ وہ جانتا تھا کہ نہا لینے سے بدن کی وہ ساری دوائیں دھل جائیں گی، جن کی وجہ سے آگ کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔

## رموز واشارات کے کمالات کا ادعا اور جواب

ایک دوسری صحبت میں بعض رفاعی فقیروں نے دعویٰ کیا کہ ان کے خاص رموز و ارشادات ہیں اور وہ ان کے کمالات دکھانا چاہتے ہیں، امام ابن تیمیہ نے جواب دیا کہ اگر تم دیہاتیوں، کاشتکاروں، ترکوں، نام نہاد فقیہوں، صوفیوں اور عام لوگوں کو اپنے کمالات دکھاؤ تو پھر کوئی بات نہیں ہے، اگر اپنے ساتھ خالص سونا رکھتے ہو تو آؤ، اور بازار علم کے نقاد جوہریوں کو دکھاؤ، یہاں کھرے اور کھوٹے کی تمیز ہو جائے گی۔ رفاعیوں نے کہا کہ یہ تو اسی وقت ہو سکتا ہے، جبکہ آپ ہماری حمایت کریں اس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ امام ابن تیمیہ مجمع عام میں ان کی گرفت نہ کریں، وہ بھلا اس شرط کو کب گوارا کر سکتے تھے، انہوں نے کہا میں تمہاری حمایت نہیں، بلکہ شدید مخالفت کروں گا، کیونکہ تم اللہ اور اس کے رسول کی شریعت کو باطل کرنا چاہتے ہو۔

## ایک رفاعی فقیر کا دھوکہ دینا

ایک رفاعی فقیر تھا، جس کا نام عبداللہ تھا، وہ اکثر امام ابن تیمیہ کی خدمت میں آیا کرتا تھا، امام موصوف اس کو نصیحت کیا کرتے تھے، اور روپے پیسے سے بھی اس کی مدد کیا کرتے تھے، ایک دن وہ اپنی ڈاڑھی مونڈھ کر اور اسپر سیاہی مل کر آیا اور کہا کہ فلاں امیر نے میری ڈاڑھی جلا دی ہے، امام موصوف نے اس کی باتوں کو سچ سمجھا اور اس سے بڑی ہمدردی ظاہر کی اور کچھ روپوں سے بھی اس کی مدد کی، لیکن جب وہ وہاں سے چلا گیا تو ان کو محسوس ہوا کہ اس نے ان کو محض دھوکہ دیا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



## گلے کی زنجیریں تقریبِ الٰہی کا ذریعہ نہیں ہیں

ایک مرتبہ لوگوں نے امام ابن تیمیہ سے بیان کیا، کہ رفاعی فقیر اپنے مخصوص لباس اور ہاتھوں اور گلے کی زنجیروں کو عبادت وتقرب الٰہی کا ذریعہ سمجھتے ہیں اور عام لوگوں کو یہ دھوکہ دیتے پھرتے ہیں کہ ان کا لباس خدا کے اسرار میں سے ایک سر ہے اور یہ اولیاء اللہ کی ایک خاص نشانی ہے، چنانچہ ایک دن رفاعیوں کے شیخ صالح احمد منیبعی اور اس کے پیرو مخصوص لباس پہنے اور گلے میں زنجیریں ڈالے دمشق کی جامع مسجد میں داخل ہوئے تو امام موصوف نے انہیں نصیحت کی اور بتایا کہ کسی مخصوص لباس کو اختیار کر لینا اور اس کو شرعی سمجھنا بدعت اور گمراہی ہے، خدا اور اس کے رسول نے اس کو مشروع نہیں کیا ہے، اور نہ ہی سلف صالحین اور مشائخ مسلمین اس کو مشروع سمجھتے ہیں، اس کو خدا کی بندگی اور قربت کا ذریعہ سمجھنا کسی حال میں بھی جائز نہیں ہے، کیونکہ ایسی چیز سے خدا کی عبادت کرنا جس کو خدا نے مشروع نہیں کیا ہے گمراہی ہے۔

## ایک لطیف استدلال

لوہے کی زنجیروں کے پہننے کے متعلق بتایا کہ بہت سے علما نے غیر مشروع سمجھ کر پہننے کی صورت میں بھی اس کو مکروہ قرار دیا ہے، کیونکہ حدیث میں ہے، نبی کریم ﷺ نے کسی شخص کو لوہے کی انگوٹھی پہنے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ کیا بات ہے کہ میں تیرے بدن پر دوزخیوں کا زیور دیکھتا ہوں، اگر غیر مشروع سمجھ کر پہننے کی صورت میں اس قدر وعید ہو تو ظاہر ہے کہ مشروع سمجھ کر پہننے کی صورت میں کس قدر وعید کا مستحق نہ ہوگا، نیز یہ بھی فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ قیامت کے دن دوزخیوں کی گردنوں میں زنجیریں ہوں گی اس لیے ان سے مشابہت پیدا کرنا بہت مکروہ ہے، نیز نبی کریم ﷺ سے یہ بات ثابت ہے کہ آپ نے خواب میں پاؤں کی بیڑی اور قید کو پسند اور گلے کے طوق کو ناپسند فرمایا ہے، اگر خواب کا یہ حال ہو تو بیداری کی حالت میں اپنے گلے میں طوق کا ڈالے رہنا کس طرح جائز ہوگا۔

امام ابن تیمیہ بہت دیر تک ان رفاعی فقیروں کو نصیحت کرتے رہے اور اس کے بعد فرمایا کہ تنبیہ کرنے کے باوجود بدعتوں پر جمار ہنے والا سزا کا مستحق ہے کیونکہ غیر شرعی امور کو شرعی قرار دے لینا رسول اللہ ﷺ کی پیروی سے منہ موڑنے کے مترادف ہے، اس بات پر تمام

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



علمائے امت کا اتفاق ہے کہ غیر شرعی اُمور سے خدا کی قربت حاصل نہیں ہوتی اور نہ اُن کو خدا تک پہنچنے کا وسیلہ بنایا جاسکتا ہے اور نہ اُن کا کرنے والا خدا کا دوست یا محبوب ہوسکتا ہے، اس لیے اُن کو اپنا شرعی شعار قرار دینا کسی حالت میں بھی جائز نہیں۔

## شریعت اسلامیہ کا اصول

آخر میں ان کو شریعتِ اسلامیہ کا یہ اصول بتایا کہ مباح چیزیں اسی وقت تک مباح رہتی ہیں جب تک کہ وہ مباح سمجھی جاتی ہیں، اور جب وہ مستحب یا واجب قرار دے لی جاتی ہیں، تو وہ غیر مشروع ہو جاتی ہیں، پس غیر مستحب اور غیر واجب چیزوں کو مستحب اور واجب قرار دے لینا ایسا ہی ہے جیسا کہ غیر حرام چیزوں کو حرام قرار دے لینا، حرام وہی ہے جس کو اللہ نے حرام کیا اور دین وہی ہے جس کو اللہ نے مشروع کیا، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان لوگوں کی بڑی مذمت کی ہے جو اللہ کی اجازت کے بغیر حرام کو حلال اور حلال کو حرام بنا لیتے ہیں۔

جب مباح چیزیں مستحب یا واجب قرار نہیں دی جاسکتیں تو ظاہر ہے کہ مکروہ اور حرام چیزیں کس طرح مستحب یا واجب قرار دی جاسکیں گی، اسی لیے اگر کوئی شخص مباح یا مکروہ یا حرام کام کرنے کی نذر کرے تو اس کا پورا کرنا واجب نہیں ہے، بلکہ قسم کا کفارہ ادا کرنا ہوگا، اسی طرح ان میثاقوں کا پورا کرنا ضروری نہیں ہے جو کسی خاص شیخ کے طریقے کی پابندی میں کیے جاتے ہیں، تاوقتیکہ وہ کتاب وسنت کے موافق نہ ہوں، اگر کوئی شخص اس قسم کا عہد کرے تو اس پر کفارہ واجب ہوگا، عہد کا پورا کرنا واجب نہ ہوگا۔

رفاعی فقیر بڑی بے صبری سے امام ابن تیمیہ کی ناصحانہ تقریر سنتے ہیں، وہ چاہتے تھے کہ کسی طرح ان سے اپنا دامن چھڑا کر بھاگیں، مگر اس وقت وہ ایک ایسے شخص کی گرفت میں تھے جس کی نصیحتوں کو سنے بغیر کوئی چارہ نہیں تھا، ان لوگوں نے زبان سے تو اقرار کر لیا کہ وہ ان کی نصیحتوں پر عمل کریں گے، لیکن اُن کا دل یہ کہہ رہا تھا کہ عاقبت کی موہوم امیدوں پر دنیاوی مقبولیت کو قربان کر دینا کہاں کی دانشمندی ہے۔

## اسرائیلی روایات سے استدلال

چنانچہ جب وہ امام ابن تیمیہ کی مجلس سے اٹھے تو اُن کے عقائد وخیالات اور اعمال و

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



افعال میں کسی قسم کا فرق نہیں آیا، بلکہ شیخ صالح احمد منیبی نے طنز وتعریض اور غصہ وشکایت سے بھرا ہوا ایک طویل خط لکھا جس میں اپنے مزعومہ عقائد وخیالات کی صحت پر اسرائیلیات اور ضعیف روایات سے استدلال کیا، امام ابن تیمیہ نے لکھ بھیجا کہ ایک مختصر سے خط میں آپ کی تمام باتوں کا جواب نہیں دیا جاسکتا، آؤ ہم سے دوبدو گفتگو کرلو۔

## فقراء کی شورش

شاید قدرت کو یہ منظور تھا کہ امام ابن تیمیہ کے ہاتھوں ان احمدی فقیروں کے مکر وفریب کا پردہ چاک ہو، چنانچہ جب ۸ جمادی الاولیٰ ۷۰۵ھ کو جمعہ کے دن چند رفاعی فقیر اپنے ہاتھوں میں کڑے اور گلے میں زنجیریں پہنے ہوئے دمشق کی جامع مسجد میں داخل ہوئے تو امام ابن تیمیہ نے زبردستی ایک فقیر کے گلے سے زنجیر نکال لی، فقراء احمدیہ جو پہلے ہی ان کے خلاف بھرے بیٹھے تھے بہت سے برافروختہ ہوئے اور ہنگامہ کرنے لگے، بعض لڑائی پر کمربستہ ہوکر گروہ درگروہ مسجد میں داخل ہونے اور مجذوبانہ حرکتیں کرنے لگے۔

جمعہ کی نماز کے بعد امام ابن تیمیہ نے رفاعی فقیروں کے شیخ سے کہا کہ وہ آئے اور اُن سے بحث کر کے نزاعی باتوں کے متعلق شریعت اسلامیہ کا جو حکم ثابت ہو اُس کو مانے، مگر وہ اپنے پیروؤں کو لے کر مسجد سے نکل گیا، پہلے تو قصر امارت کا رُخ کا، اور پھر کچھ سوچ کر یہ لوگ مسجد شاغوں کی طرف پلٹے، امام موصوف نے اتمام حجت کے لیے اس کے پاس آدمی بھیجا، کہ وہ آئے اور اُن سے مناظرہ کرلے، مگر تمام رفاعی فقیر اپنے سر اور اعضاء کو مختلف طریقوں سے ہلاتے اور بڑبڑاتے ہوئے آگے بڑھے اور نہر بردی میں جا کر لوٹنے لگے۔

ان حرکتوں سے ان کا مقصد یہ تھا کہ عوام یہ سمجھیں کہ ان پر کوئی بڑا ظلم ہوا ہے اور اب دمشق والے ان کی بددعاؤں سے محفوظ نہیں رہ سکتے، بہت سے توہم پرست لوگ کچھ خوفزدہ بھی ہوگئے تھے۔

## امیر افرم کا رفاعی شیخ کو بلا بھیجنا

بعض لوگوں نے نائب الشام امیر افرم کو اس واقعہ کی اطلاع دی، اس نے رفاعی شیخ کو طلب کیا اور اس سے حقیقت دریافت کی اس نے جھوٹ اور مبالغے سے کام لے کر واقعہ کچھ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اس طرح بیان کیا جس سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ درحقیقت ان پر بہت بڑا ظلم ہوا ہے۔

امیر افرم تاتاری اور شیعی لڑائیوں میں امام ابن تیمیہ کے دوش بدوش کام کر چکا تھا، وہ ان کے مزاج سے ایک بڑی حد تک واقف تھا، اس نے رفاعی شیخ سے پوچھا کہ آیا ابن تیمیہ اپنی رائے سے زنجیروں کے ڈالنے سے منع کرتے ہیں یا اللہ اور رسول کا حکم سناتے ہیں، رفاعی شیخ نے جواب دیا وہ اللہ اور رسول کا حکم سناتے ہیں، امیر افرم نے کہا کہ اس صورت میں اُن سے کیا کہہ سکتا ہوں، رفاعی شیخ نے کہا کہ اُن سے کہیے کہ ہمارے چند مخصوص مقامات اور احوال ہیں، اس لیے وہ ہمارے معاملات میں دخل نہ دیں اور ہم کو اپنے طریقے پر چھوڑ دیں، امیر موصوف نے کہا تو پھر ہم اُن کو بھی بلا بھیجیں گے اور سب کے سامنے تم دونوں کا اظہار لیں گے، رفاعی شیخ نے کہا ہم چاہتے ہیں کہ آپ ہماری حمایت کریں، امیر نے جواب دیا، ایسا نہیں ہوسکتا، جس کے ساتھ بھی حق ہوگا ہم اسی کی حمایت کریں گے چاہے وہ تمہارے ساتھ ہو یا ان کے ساتھ، رفاعی شیخ نے پوچھا تو کیا ان کا یہاں آنا ضروری ہے؟ امیر نے کہا: ہاں! اُس نے کئی مرتبہ یہی سوال دُہرایا اور ہر مرتبہ یہی جواب پایا، اس سے اس کا مقصد یہ تھا کہ دونوں کا غائبانہ بیان لے لیا جائے اور امام ابن تیمیہ کا سامنا کرنا نہ پڑے، کیونکہ اسی صورت میں ممکن تھا کہ جھوٹ سچ کہہ کر امیر افرم کو اپنے مزعومہ عقائد وخیالات کا قائل بنالیں۔

## امام ابن تیمیہ کی طلبی

امیر افرم نے رفاعی شیخ سے کہا کل ان باتوں کا فیصلہ ہوگا اور ادھر امام ابن تیمیہ کے پاس ایک قاصد بھیجا اور انہیں حکم دیا کہ وہ کل دارالعدل میں حاضر ہوں تاکہ اس جھگڑے کا فیصلہ کیا جائے۔

## امام ابن تیمیہ کا بیان

امام ابن تیمیہ خود لکھتے ہیں:

جب مجھے یہ کیفیت معلوم ہوئی تو میرے دل میں یہ یقین پیدا ہوگیا کہ شاید کوئی عجیب وغریب واقعہ ہونے والا ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ اپنے دین کو ظاہر کرنا چاہتا ہے اور ان منافقوں اور بدعتیوں کے حالات کو جو روئے زمین کے مختلف حصوں میں پھیلے ہوئے ہیں کھولنا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


چاہتا ہے، میں نہیں چاہتا تھا کہ ان رفاعی فقیروں پر کسی قسم کی زیادتی ہو، میں ان کو نہایت نرمی سے راہِ راست پر لانا چاہتا تھا، میں نے رفاعی شیخ کے پاس کہلا بھیجا کہ اگر کل مجھے آنا پڑے تو یقین جان لو کہ اس کا وبال تم ہی پر پڑے گا اور لوگ تم ہی کو اپنی لعن طعن کا نشانہ بنائیں گے کیونکہ جو شخص اہل ایمان کے تیروں کا جواب دینا چاہتا ہے وہ ہمیشہ ذلیل ہوتا ہے۔

چنانچہ ہمارے آدمی نے واپس آ کر اطلاع دی کی رفاعی فقیروں نے آپس میں مشورہ کیا اور اپنے ان شیوخ سے بھی رائے طلب کی جو اسرارِ الٰہی کے عارف سمجھے جاتے تھے، انہوں نے بھی یہی رائے دی کہ شریعتِ محمدیہ کی پیروی کا جو حکم دیا جاتا ہے، ان کو مان لو اور ان تمام بدعات کو ترک کر دو جن کے چھوڑ دینے کا ہم سے مطالبہ کیا جاتا ہے، ان کے ایک مشہور شیخ نے یہاں تک کہا کہ ہماری تمام کرامتیں تاتاریوں کے پاس چل سکتی ہیں محمد بن عبداللہ کی شریعت کا ہرگز مقابلہ نہیں کر سکتیں، چنانچہ تمام فقیروں نے اپنی گردنوں سے زنجیریں نکال دیں اور شریعت محمدیہ کی اتباع کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

پھر مجھے معلوم ہوا کہ امیر افرام نے اپنے کسی بڑے غلام کو رفاعیوں کے پاس یہ کہلا بھیجا ہے کہ کل ان کو ضرور دار العدل میں حاضر ہونا پڑے گا، اس رات میں نے استخارہ کیا اور خدا سے مدد اور ہدایت چاہی اور میں نے وہ طریقہ اختیار کیا جو ایسے وقتوں میں خدا کے برگزیدہ بندے اختیار کرتے ہیں، چنانچہ میرے دل میں یہ بات بیٹھ گئی کہ اگر ضرورت پڑے تو مجھے بھی آگ میں کود جانا چاہیے، کیونکہ وہ آگ ملتِ خلیل کے پیروؤں پر بھی ضرور ٹھنڈی ہو جائے گی اور ان لوگوں کو جلا کر راکھ بنا دے گی، جو اس راستے سے منہ موڑتے ہیں۔

امام الحنفا حضرت ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ کے دشمن یعنی صابئوں کے کچھ خاندان بطائح میں اب تک آباد ہیں، ان کے ساتھ بعض نصرانی خاندان بھی رہتے ہیں، ان صابئوں اور مسلمان گمراہ عابدوں اور زاہدوں کے درمیان رشتہ داریاں بھی ہیں جن کو تمام اہل علم جانتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ قرامطہ، باطنیہ، نصیریہ اور اسماعیلیہ شرک اور انکار حق میں صابی فلسفیوں کے ساتھ پوری مشابہت رکھتے ہیں، صابئوں کا ایک بڑا شرک تو یہ تھا کہ وہ انسانوں کے مرتبہ کو بڑھانے میں بہت زیادہ غلو کرتے تھے اور شریعت کی راہ سے الگ ہو کر نئی نئی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



عبادتیں ایجاد کرتے تھے، اور اسی شرک کا ایک بہت بڑا حصہ اپنے اپنے مذاق کے مطابق ہمارے اتحادیوں اور گمراہ عابدوں اور زاہدوں کو ملا ہے۔ [1]

## شاگردوں کا ساتھ چلنے کا اصرار

دوسرے دن یعنی سنیچر کی صبح کو امام ابن تیمیہ قصر امارت کی طرف روانہ ہوئے وہ اپنے ساتھ کسی کو بھی لے جانا نہیں چاہتے تھے تاکہ کسی کو یہ خیال نہ ہو کہ اپنی امداد و اعانت کے لیے اپنے شاگردوں اور معتقدوں کو بھی لے آئے ہیں لیکن جب اپنے ساتھیوں اور شاگردوں کو گفتگو سننے کا بہت زیادہ مشتاق دیکھا تو انہیں بھی ساتھ چلنے کی اجازت دے دی۔

## مناظرہ سے بچنے کی کوشش

امیر افرم کے حکم حاضری پر رفاعی فقیر بہت پریشان ہوئے، وہ اچھی طرح سمجھتے تھے کہ امام ابن تیمیہ کے برمحل شرعی استدلالات کا کوئی جواب نہیں ہوسکتا، اس لیے ان فقیروں نے اس مناظرہ سے بچنے کی ہر ممکن کوشش کی، وہ ایسے امیروں سے ملے جو اُن کے بے حد معتقد تھے اور اُن سے کہا کہ ہمارے مخصوص مقامات اور احوال ہیں جن کا کوئی ولی بھی مقابلہ نہیں کر سکتا، ہمارا ایک خاص طریقۂ کار ہے جس کو روئے زمین کا کوئی عالم بھی نہیں جانتا، ہمارا شیخ درحقیقت خلیفۃ المشائخ کا مرتبہ رکھتا ہے، اس کو دُنیا کے تمام لوگوں پر فضیلت حاصل ہے، جو لوگ ہمارے طریقوں کا انکار کرتے ہیں وہ ظاہر پرست ہیں اور وہ سر اور حقیقت کی تہ تک نہیں پہنچ سکتے، ہمارا اور اہل ظاہر کا طریقہ ایک دوسرے سے بالکل الگ ہے، اس لیے شیخ تقی الدین احمد ابن تیمیہ کو ہمارے طریقہ کار کے انکار کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

## احقاق حق کے لیے مناظرہ بے حد ضروری ہے

فقرائے احمدیہ کے حمایتی امیروں نے امیر افرام سے گفتگو کی، اس نے صاف طور پر کہہ دیا کہ احقاق حق کے لیے مناظرہ بے حد ضروری ہے، اس نے شہر کے تمام رئیسوں، امیروں، قاضیوں، عالموں، فقیہوں اور کاتبوں وغیرہ کو دعوت دے رکھی تھی، عام لوگ بھی ایک بڑی

---

[1] مجموعة الرسائل و المسائل، رساله مناظرة ابن تيمية مع الدجاجلة الرفاعية، ص: ۱۳۳۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



تعداد میں آئے ہوئے تھے، امیر افرم نے امام ابن تیمیہ کے پاس بھی آدمی بھیجا، اس نے واپس کر آ کر خبر دی کہ امامِ موصوف دار العدل آنے کی غرض سے گھر سے روانہ ہو چکے ہیں۔

## امیر افرم سے گفتگو

جب امام ابن تیمیہ دار العدل پہنچے تو دیکھا کہ سارا ہال لوگوں سے بھرا ہوا ہے ان کے آتے ہی امیر افرم ان کو اپنی مجلس خاص میں لے گیا اور ان سے وہ تمام شکایتیں بیان کیں جو رفاعی شیخ نے امیر موصوف کے سامنے پیش کی تھیں اور پھر ان سے پوچھا کہ آیا انہوں نے فقرائے احمدیہ کو آگ میں کود پڑنے یا آگ سے دہکتی ہوئی زنجیروں کو اپنے گلے میں پہننے کا حکم دیا ہے، امام موصوف نے جواب دیا کہ یہ اُن پر ایک بڑی تہمت ہے انہوں نے کسی سے بھی اس قسم کا کوئی مطالبہ نہیں کیا ہے اور نہ ہی وہ اس کو جائز سمجھتے ہیں کہ کوئی کسی سے آگ میں کود پڑنے کا مطالبہ کرے، یہ لوگ بدعتی اور جھوٹے ہیں اور ہمیشہ جھوٹ بولتے رہتے ہیں انہوں نے مسلمانوں کے دین اور دنیا کو اتنا بگاڑ دیا ہے کہ اس کو خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ امام موصوف نے فقرائے احمدیہ کی وہ تمام ترکیبیں بتائیں جن کے ذریعہ وہ عوام پر اثر ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں اور نیز امیر ایدیمری، قبچاق اور کتبغا کے وہ تمام واقعات سنائے جن کا اوپر حوالہ دیا جا چکا ہے اس کے بعد امامِ موصوف نے کہا کہ یہ رفاعی فقیر انواع و اقسام کی بدعتوں اور گمراہیوں میں مبتلا ہیں، یہ لوگ اپنی گردنوں میں لوہے کی زنجیریں ڈالے رہتے ہیں اور ان کو ایک عبادت تصور کرتے ہیں، حالانکہ ایسا کرنا شریعت کی رو سے بالکل ناجائز ہے ہم نے ان کو انہی بدعتوں سے منع کیا تھا، اور انہیں احکامِ شریعت کی پابندی کرنے کی ہدایت کی تھی، پھر بدعتوں کے خراب ہونے کے متعلق مختلف حدیثیں سنائیں اور کہا کہ یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ ان کے مخصوص مقامات اور احوال ہیں جن کی برکت سے وہ دہکتی ہوئی آگ میں کود سکتے ہیں اور اہلِ شریعت ظاہر اس پر قدرت نہیں رکھتے، وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ ہم اہل طریقت کی چند خاص کرامات ہیں جن کو اہل شریعت پیش نہیں کر سکتے اور اہل شریعت کو اہل طریقت کے خلاف اعتراض کرنے کا کوئی حق ہی نہیں ہے، چاہے اہل طریقت کے طریقے شریعت محمدیہ ﷺ کے کھلے نصوص کے خلاف ہی کیوں نہ ہوں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



امام ابن تیمیہ نے یہ بھی کہا کہ انہوں نے خدا سے استخارہ کیا ہے اور یہ طے کیا ہے کہ اگر یہ لوگ آگ میں کود پڑیں تو وہ بھی آگ میں کود پڑیں، دونوں میں سے جو بھی جل جائے اس پر خدا کی لعنت ہے اور وہ مغلوب سمجھا جائے گا، لیکن شرط یہ ہے کہ فریقین سرکہ اور گرم پانی سے خوب بدن مل کر نہالیں، اس پر امیر افرم نے وجہ دریافت کی تو جواب دیا یہ لوگ مینڈک کی چربی، نارنج کے اندرونی چھلکے اور طلق [1] کے پتھر وغیرہ پیس کر اپنے بدن پر مل لیتے ہیں، جس کی وجہ سے ان پر آگ کا کوئی اثر نہیں ہوتا، وہ تو اپنے بدن پر اس قسم کی کوئی چیز نہیں ملتے اگر دونوں گرم پانی سے غسل کر لیں تو اس وقت ان کا سارا مکر و فریب کھل جائے گا اور حق بات واضح ہو جائے گی۔

## امیر افرم کا اظہار تعجب

امیر افرم نے تعجب کے طور پر پوچھا کہ اگر غسل کر لینے کے بعد بھی آپ سے آگ میں کود پڑنے کے لیے کہا جائے تو کیا آپ آگ میں کود پڑیں گے، امام ابن تیمیہ نے جواب دیا، ہاں! میں نے خدا سے استخارہ کیا ہے اور میرے دل میں یہ بات ڈال دی گئی ہے کہ اگر ضرورت پڑی تو میں بھی آگ میں کود پڑوں، اگر ایسا کروں گا تو بھی یہ کوئی نئی بات نہ ہوگی، کیونکہ نبی کریم ﷺ کے سچے جانشینوں سے بارہا اس قسم کے خوارقِ عادات کا ظہور ہو چکا ہے اور ہمیشہ ہوتا رہتا ہے جب یہ لوگ اپنی رموز و اشارات اور خوارق عادات سے اللہ اور اس کے رسول کی شریعت کو باطل کرنا چاہتے ہیں تو ہم پر فرض ہے کہ اس کی حمایت میں اپنی جان و مال کی قربانی سے بھی دریغ نہ کریں، خدا ہم کو ضرور ایسی نشانیاں عطا فرمائے گا، جس سے ہم ان کے خوارق عادات کا بخوبی مقابلہ کر سکتے ہیں۔

## حضرت موسیٰ کے واقعہ سے استدلال

اس کے بعد امام ابن تیمیہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور جادوگروں کے واقعہ سے استدلال کیا کہ جب جادوگروں نے جادو کے زور سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے اُن کو ید بیضا اور عصا کے دو زبردست معجزے عطا کیے، اس پر امیر افرم بہت خوش ہو گیا،

---

[1] یہ ایک قسم کا سفید اور چمکدار پتھر ہے (بحر الجواہر)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



گویا فقرائے رفاعیہ نے اسے یقین دلایا تھا کہ کوئی شخص بھی ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا، امیر موصوف نے حاج بہادر منصوری (المتوفی: ۷۱۰ھ) اور اس مجلس کے بعض امیروں سے ترکی زبان میں گفتگو کی جس کو امام موصوف سمجھ نہیں سکے، امام موصوف لکھتے ہیں کہ شاید امیر موصوف نے ان سے یہ کہا تھا کہ آج تم ایک زبردست مقابلہ دیکھو گے۔

## صلح کی درخواست اور جواب

فقرائے رفاعیہ کے شیوخ نے آگے بڑھ کر امیر افرم سے صلح کی درخواست کی اور کہا کہ بہتر ہے کہ اس معاملے کو یہیں ختم کر دیا جائے، امیر موصوف نے جواب دیا کہ صلح حق کے ظہور کے بعد ہی ہو سکتی ہے۔

## مجلس عام

اس کے بعد تمام امیر مجلس خاص سے مجلس عام میں چلے آئے، راستے میں امیر افرم اور حاج بہادر منصوری کے درمیان مصر کے ایوب الحمال اور دوسرے گمراہ عابدوں اور زاہدوں اور صوفیوں کے متعلق گفتگو ہوتی رہی۔ امام ابن تیمیہ لکھتے ہیں کہ ان دونوں کی گفتگو سے ایسا پتہ چل رہا تھا کہ حاج بہادر منصوری کے دل میں ان گمراہوں کی بڑی عزت اور وقعت ہے۔

حاج بہادر مصر کا بہت بڑا امیر تھا اور حال ہی میں دمشق کا حاجب ہو کر آیا تھا، امیر افرم اس کی بہت عزت کرتا تھا، چونکہ وہ فقرائے رفاعیہ کا زبردست حامی تھا اس لیے اس معاملے میں سب سے زیادہ دلچسپی لے رہا تھا، امیر افرم اس کو ساتھ لے کر مجلس عام میں آیا، عام لوگ قصرِ امارت میں پہلے ہی بیٹھے ہوئے تھے، تمام رئیس اور امیر، قاضی اور فقیہ اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھ گئے، فقرائے رفاعیہ بھی حاضر ہوئے اُن میں وہ رفاعی فقیر عبداللہ بھی تھا، جو ایک مرتبہ امام ابن تیمیہ کو دھوکہ دے کر تیس درہم مانگ کر لے گیا تھا، امام ابن تیمیہ لکھتے ہیں کہ مجھ پر مکاروں کا فریب کبھی پوشیدہ نہیں رہتا تھا، مگر جب عبداللہ نے یہ کہا کہ وہ ایک ستم رسیدہ شخص ہے اور حماۃ کے والی نے اس کی ڈاڑھی جلا دی ہے، تو میں بھی دھوکہ کھا گیا، جب وہ واپس ہوا تو مجھے خیال ہوا کہ اس نے درحقیقت مجھ کو دھوکہ دیا ہے اور اپنی گالوں پر سیاہ روغن مل لیا ہے، لیکن خدا نے اس کا بدلہ بھی بہت اچھا دیا، میرے ہی ذریعے اس منظرِ عام میں اس کو شرمندہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اور رسوا کیا۔ [1]

## صلح کی درخواست

سب سے پہلے ایک رفاعی شیخ حاتم نے آگے بڑھ کر صلح کی درخواست کی اور کہا کہ ہم سے جو برائیاں سرزد ہو چکی ہیں ان کی معافی مانگتے ہیں اور ہم آئندہ کے لیے ان سے توبہ کرتے ہیں اور یہ اقرار کرتے ہیں کہ ہم ان زنجیروں کو نکال دیں گے جن کے نکالنے کا ہم سے مطالبہ کیا جاتا ہے اور تمام بدعتوں کو چھوڑ کر شریعتِ محمدیہ کی اتباع اور اس کی پابندی کریں گے۔ امام ابن تیمیہ نے فرمایا: توبہ تو یہ مقبول ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ غَافِرِ الذَّنْبِ وَ قَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ﴾ [2]

''گناہوں کا بخشنے والا اور توبہ قبول کرنے والا، سخت سزا دینے والا۔''

یہ بھی فرمایا:

﴿ نَبِّئْ عِبَادِيْٓ اَنِّيْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ وَ اَنَّ عَذَابِيْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِيْمُ ۝ ﴾ [3]

''میرے بندوں کو سنا دے کہ میں ہوں بخشنے والا رحم کرنے والا اور یہ کہ میرا عذاب وہی بڑا دردناک عذاب ہے۔''

## اسرائیلی روایت سے استدلال

امام ابن تیمیہ یہیں تک کہنے پائے تھے کہ وہ رفاعی شیخ جس نے امیر افرم سے ان کی شکایت کی تھی، اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور زنجیروں کے پہننے کے جواز میں وہب بن منبہ کی وہ اسرائیلی روایت پیش کی جس میں بنی اسرائیل کے ایک عابد و زاہد کا واقعہ مذکور ہے اور جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ وہ ہمیشہ اپنی گردن میں لوہے کی زنجیر ڈالے رہتا تھا۔

امام ابن تیمیہ نے فرمایا: ہمارے لیے یہ کسی طرح جائز نہیں ہے کہ ان اسرائیلی مراسم میں سے کسی کو جو ہماری شریعت کے مخالف ہیں اپنی عبادت کا ذریعہ بنائیں۔ امام احمد نے

---

[1] مجموعة الرسائل والمسائل، ص: ۱۳۵۔ ۱۳۹۔

[2] ۴۰/المومن:۳۔ [3] ۴۰/المومن:۴۹، ۵۰۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


اپنی مسند میں جابر بن عبداللہ سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تورات کا کوئی صحیفہ دیکھا تو فرمایا: اے ابن الخطاب! کیا تم لوگوں کو تردد اور اضطراب میں ڈالنا چاہتے ہو۔ میں تو ایک پاکیزہ اور چمکدار شریعت تمہارے پاس لایا ہوں۔ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے، اور تم لوگ مجھ کو چھوڑ کر ان کی پیروی کرتے تو تم ضرور گمراہ ہو جاتے۔

پھر فرمایا: ابوداؤد کی ایک مرسل روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے کسی ساتھی کے ہاتھ میں اہل کتاب کی کوئی مذہبی کتاب دیکھی تو فرمایا کسی قوم کی گمراہی کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ اپنے نبی ﷺ پر اتری ہوئی کتاب کو چھوڑ کر دوسرے انبیاء پر اتری ہوئی کتابوں کی اتباع کرے، حالانکہ اللہ تعالیٰ صاف طور پر بتا چکا ہے۔

﴿ اَوَ لَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ ﴾ [1]

''کیا ان کے لیے یہ کافی نہیں ہے کہ ہم نے تجھ پر ایسی کتاب اتاری جو ان پر پڑھی جاتی ہے۔''

اس لیے ہمیں جائز نہیں ہے کہ ان باتوں میں جو ہماری شریعت کی مخالف ہیں حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے طریقوں کی اتباع کریں جن کے متعلق ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ وہ طریقے ان پر خدا کی طرف سے اترے ہوئے ہیں، ہم کو تو اسی شریعت کی اتباع کرنی چاہیے جو ہمارے نبی پر اتاری گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

﴿ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ لَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّ مِنْهَاجًا ﴾ [2]

''پس ان کے درمیان اس چیز سے فیصلہ کرو جس کو اللہ نے اتارا ہے اور تیرے پاس جو حق آ چکا ہے اس کو چھوڑ کر ان کی خواہشات کی پیروی نہ کرو، ہم نے تم میں سے ہر ایک کے لیے ایک شریعت اور منہاج مقرر کر دیا ہے۔''

اگر حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی پیروی ہی ناجائز ہو تو بنی اسرائیل کے عابدوں کی پیروی کیونکر جائز ہوگی اور وہ بھی ایک ایسی حکایت کے متعلق جس کی صحت ہمیں معلوم نہیں

---

[1] ۲۹/العنکبوت: ۵۱۔ [2] ۵/المائدۃ: ۴۸۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہے۔اور ہم کو بنی اسرائیل کے عابدوں سے کیا تعلق؟

﴿تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۖ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۖ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٣٤﴾﴾ [1]

''وہ ایک امت تھی جو گزر گئی، اس کے لیے وہ ہے جو اس نے کمایا اور تمہارے لیے وہ ہے جو تم نے کمایا اور تم سے اس کے متعلق کہ وہ کیا کرتے تھے کچھ پوچھ نہ ہوگی۔''

اگر تمہارے پاس قرآن مجید اور احادیث صحیح سے کوئی ثبوت ہو تو پیش کرو۔

## شافعیوں کی آڑ لینا

امام ابن تیمیہ نے یہ تقریر کچھ ایسے موثر انداز میں کی کہ رفاعی شیخ گھبرا گیا، اس نے اپنے ہم مذہب شافعیوں کی آڑ لینے کی کوشش کی، اس نے امیر فرم سے کہا: ہم شافعی ہیں اور ہماری درخواست ہے کہ آپ شافعی علما کو جمع کر کے ان سے فتویٰ لیں۔امام ابن تیمیہ نے فوراً جواب دیا کہ یہ کوئی ضروری نہیں ہے مسلمان عالموں میں سے کوئی بھی اس کو جائز نہیں قرار دیتا، بلکہ ہر مسلک کا عالم دوسرے انبیاء کے زمانہ کی خلافت شریعت عبادتوں کو بدعت کہتا ہے اور اس سے منع کرتا ہے، یہاں شافعیوں کے مفتی شیخ کمال الدین ابن الزملکانی بیٹھے ہوئے ہیں، امام موصوف نے ان کی طرف مخاطب ہو کر پوچھا: اے کمال الدین اس بارے میں تم کیا کہتے ہو، انہوں نے جواب دیا کہ یہ بدعت ہے یہ غیر مستحب ہی نہیں بلکہ مکروہ بھی ہے۔

## جواز کا فتویٰ پیش کرنا

اس موقع پر کسی رفاعی فقیر نے ایک فتویٰ پیش کیا جس میں بعض علما نے زنجیروں کو گلے میں ڈالے رہنے کے متعلق جواز کا فتویٰ دیا تھا۔امام ابن تیمیہ نے کہا کہ شریعت محمدیہ کے کھلے ہوئے نصوص کے سامنے کسی کا فتویٰ کوئی سند نہیں رکھتا اور کسی کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ کتاب وسنت سے باہر اپنا قدم نکالے۔

## اہل ظاہر باطنی احوال سمجھ نہیں سکتے

اس پر رفاعی شیخ نے چلا کر کہا کہ ہمارے چند باطنی امور اور احوال ہیں جن کو اہل نظر بھی

---

[1] ۲/البقرۃ: ۱۳٤۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



سمجھ نہیں سکتے، اس لیے ان کے انکار کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے، امام ابن تیمیہ نے غضبناک ہو کر کہا کہ ظاہر و باطن، شریعت و طریقت، حقیقت و مجاز سب کچھ اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹایا جائے گا۔ اور کسی کیلئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کتاب و سنت سے روگردانی کرے، عام اس سے کہ وہ مشائخ ہوں یا فقراء بادشاہوں یا امراء عالم ہوں یا قاضی بلکہ دنیا کی ساری مخلوق پر اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت واجب ہے۔

## امام ابن تیمیہ کا چیلنج

رفاعی شیخ نے کہا کہ ہماری چند خصوصیات ہیں جو کسی اور کو نصیب نہیں ہیں، ان کی بنا پر ہم کو اپنے حال ہی پر چھوڑ دینا چاہیے۔ یہ کہہ کر اس نے آگ کی کرامتیں وغیرہ گنانی شروع کیں امام ابن تیمیہ نے نہایت ہی غضبناک ہو کر بلند آواز سے کہا: میں پورب سے لے کر پچھم تک کے ہر ایک احمدی فقیر کو چیلنج دیتا ہوں کہ وہ آگ کے اندر جو بھی کر دکھائے گا۔ میں بھی ویسا ہی کروں گا ہم میں سے جو بھی جل جائے اس پر خدا کی لعنت ہے اور وہ مغلوب سمجھا جائے گا۔ لیکن شرط یہ ہے کہ ہم دونوں سرکہ اور گرم پانی سے خوب بدن مل کر نہالیں۔ لوگوں کے سوال کرنے پر امام موصوف نے جواب دیا کہ یہ لوگ مینڈک کی چربی، نارنج کے اندرونی چھلکے اور طلق کے پتھر وغیرہ پیس کر اپنے بدن پر مل لیتے ہیں جس کی وجہ سے ان پر آگ کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔

اس پر رفاعی شیخ نے کہا اچھا آؤ ہم اور تم اپنے بدن پر گندھک لیپ کر اور اپنی جسم کو ٹاٹ میں لپیٹ کر آگ میں کود پڑیں، امام ابن تیمیہ نے کہا اچھا یہی سہی۔ انہوں نے رفاعی شیخ کو جھنجھوڑ کر اس کی جگہ سے اٹھایا اس نے مجبوراً اپنا کرتہ نکالا، امام ابن تیمیہ نے کہا: یوں نہیں پہلے گرم پانی سے اچھی طرح نہالو، رفاعی شیخ نے کہا ارے کوئی ہے جو لکڑیوں کا گٹھا لے آئے۔ امام ابن تیمیہ نے کہا یہ سب بے فائدہ ہے وقت کو ضائع کرنا ہے۔ آزمائش کے لیے چراغ کی ایک چھوٹی سی بتی کافی ہے۔ چلو ہم اور تم اپنی انگلیوں کو چراغ کے شعلے میں رکھ دیں۔ جس کسی کی انگلی جل جائے وہ مغلوب ہوگا اور اس پر خدا کی لعنت ہوگی۔ اس فوری گرفت پر رفاعی شیخ بہت پریشان ہو گیا، لوگوں نے دیکھا کہ اس کا چہرہ خوف کے مارے پیلا پڑ گیا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



## کرامتیں خلاف شرع دعووں پر دلیل نہیں

امام ابن تیمیہ نے کہا کہ اگر غسل کر لینے کے بعد بھی تم آگ میں جا کر صحیح وتندرست نکل آؤ یا ہوا میں اڑنے لگو یا پانی پر چلنے لگو یا جس قسم کی بھی چاہو کرامت دکھا دو، تمہارے خلاف شرع دعووں پر کوئی دلیل نہیں ہوسکتی اور ان کی وجہ سے تم شریعت محمدیہ کو باطل نہیں کر سکتے کیونکہ دجال کے متعلق صحیح حدیثوں میں آتا ہے کہ وہ آسمان سے کہے گا پانی برسا تو وہ پانی برسانے لگے گا، زمین کو حکم دے گا، پودے اُگا، تو وہ پودے اگائے گا، ویرانوں سے کہے گا خزانوں کو اُگل دو تو وہ خزانے اگل دیں گے، آدمی کو قتل کرے گا اور پھر اس کے سامنے کھڑے ہو کر کہے گا کہ اُٹھ تو وہ زندہ ہو کر کھڑا ہو جائے گا، اس کے باوجود وہ دجال ہے، جھوٹا ہے، ملعون ہے اور اس پر خدا کی لعنت ہوگی۔

نیز یہ بھی فرمایا کہ ابو یزید بسطامی کہتے ہیں کہ اگر تم کسی آدمی کو ہوا میں اڑتا ہوا دیکھو یا اس کو پانی پر چلتا ہوا پاؤ تو اس سے ہرگز دھوکہ نہ کھانا، تاوقت یہ کہ تم یہ نہ جان لو کہ وہ اوامر و نواہی کا کس حد تک پابند ہے۔

یونس بن عبدالاعلیٰ نے ایک مرتبہ امام شافعی سے کہا: تم جانتے ہو کہ ہمارے ساتھی لیث بن سعد نے کیا کہا؟ انہوں نے کہا ہے کہ اگر تم کسی نفس پرست کو پانی پر چلتا ہوا دیکھو تو اس سے دھوکہ نہ کھانا، امام شافعی نے فرمایا: لیث بن سعد نے درحقیقت کمی کی، اگر تم کسی شہوت پرست کو ہوا میں بھی اڑتا ہوا دیکھو تو ہرگز اس سے دھوکہ نہ کھانا۔

## صلح کی درخواست اور آگ کی کرامتوں کے دکھانے کا اصرار

امام ابن تیمیہ کی اس پُرزور تردید کا نتیجہ یہ ہوا کہ رفاعی شیوخ نے امیر افرم سے صلح کی درخواست کی، ادھر امام موصوف کا یہ حال تھا وہ نہایت ہی جوش کے ساتھ فقراء احمدیہ سے آگ کی کرامتیں دکھانے کا مطالبہ کرتے جا رہے تھے۔ عام لوگ فقیروں پر طرح طرح کی پھبتیاں کسنے لگے کسی نے تو برمحل یہ آیت ہی پڑھ ڈالی۔

﴿ فَوَقَعَ الْحَقُّ وَ بَطَلَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ فَغُلِبُوْا هُنَالِكَ وَ انْقَلَبُوْا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


صٰغِرِیْنَ ﴿۱۱۹﴾ [1]

''پس حق ثابت ہوگیا اور وہ جو کچھ کرتے تھے باطل ہوگیا اور وہ اس وقت مغلوب ہوگئے اور ذلیل ہوکر لوٹے۔''

## کتاب وسنت کی اتباع کا اقرار لینا

جب رئیسوں، امیروں، عالموں اور عام لوگوں پر ان احمدی فقیروں کے مکروفریب کا پردہ چاک ہوگیا تو امیر افرم اور حاج بہادر منصوری نے آپس میں کچھ باتیں کیں اور اس کے بعد امیر افرم نے امام ابن تیمیہ سے مخاطب ہوکر پوچھا کہ اب تو یہ لوگ اپنے بلند بانگ دعووں کو ثابت کرنے سے عاجز ہوگئے تو اب ان سے کس چیز کا مطالبہ کیا جائے؟ امام موصوف نے جواب دیا کہ یہ لوگ اس بات کا اقرار کریں کہ وہ آئندہ کتاب وسنت کی ٹھیک ٹھیک اتباع کریں گے اور اپنے مشائخ کی روشنی ہدایت کو چھوڑ کر شریعت محمدیہ کو اپنی مشعل راہ بنائیں گے، ان کو اچھی طرح یہ بتادیا جائے کہ آئندہ جو کوئی بھی کتاب وسنت سے روگردانی کرے گا وہ سزا کا مستحق سمجھا جائے گا۔

رفاعی شیوخ نے کہا کہ ہم کتاب وسنت کی پیروی کو اپنے اوپر لازم کرتے ہیں، کیا تم کو ہماری زنجیروں کے علاوہ جن کو تو ہم ابھی اپنی گردنوں سے نکالے دیتے ہیں۔ ہماری کسی اور چیز پر اعتراض ہے؟ امام ابن تیمیہ نے کہا زنجیروں ہی کی کوئی خاص خصوصیت نہیں ہے بلکہ مقصد یہ ہے کہ کتاب وسنت کے عام احکام کی پیروی کی جائے، امیر افرم نے پوچھا کتاب وسنت کے کن احکام کی پیروی لازم ہے، امام موصوف نے جواب دیا کہ کتاب وسنت کے اتنے احکام ہیں کہ اس مختصر سی مجلس میں ان سب کا بیان کرنا بہت دشوار ہے۔ بس اتنا سمجھ لیا جائے کہ کتاب وسنت کے واجبی احکام کی پیروی کو اپنے اوپر لازم کیا جائے اور جو شخص بھی ان میں سے کسی ایک کا انکار کرے، اس کی گردن اڑادی جائے۔

## شرکیہ اوراد و وظائف

اس کے بعد امام ابن تیمیہ نے کہا کہ یہ لوگ نماز میں چیختے چلاتے اور باتیں کرتے رہتے

---

[1] ۷/الاعراف:۱۱۸۔۱۱۹۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہیں ابھی کل ہی کا ذکر ہے کہ ایک رفاعی فقیر جمعہ کی نماز میں یَاسَیِّدِیْ اَحْمَدْ شَیْئاً لِلّٰہِ (اے میرے آقا! احمد خدا کے لیے کچھ دو) کا وظیفہ پڑھتا رہا۔ قطع نظر اس سے کہ وظیفہ نماز کو باطل کرتا ہے یہ شرک اور کفر بھی ہے، کیونکہ خدائے تعالیٰ نے ہم کو صرف اسی ایک ذات واحد کی عبادت کرنے اور صرف اسی سے مدد چاہنے کا حکم دیا ہے اس لیے ہر نمازی اپنی نماز میں:

﴿ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ ۝ ﴾ [1]

''ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں۔''

کا عہد کرتا ہے۔ سید احمد کو اپنی مدد کے لیے پکارنا صراحۃً اس دعا کے خلاف ہے اسی طرح بعض فقیر اَنَا عَلٰی بَطْنِ اِمْرَاَۃِ الْاِمَامِ (میں امام کی عورت کے پیٹ پر ہوں) جیسے خبیث اقوال کا ورد کرتے رہتے ہیں۔

## برے اقوال و افعال اضطراری ہیں

اس پر ایک رفاعی فقیر نے کہا کہ یہ اقوال و افعال ہم سے اضطراراً سرزد ہوتے ہیں ہم پر حال اور وجد طاری ہو جاتا ہے ان کا روکنا ہمارے اختیار سے باہر ہے، اسی طرح جس طرح چھینک کا روکنا ہمارے اختیار میں نہیں ہوتا، اور یہ حال اور وجد بھی اللہ ہی کی طرف سے ہے، امام ابن تیمیہ نے کہا چھینک تو یہ خدا ہی کی طرف سے ہے۔ مگر یہ اقوال و افعال خبیثہ شیطان کی طرف سے ہیں، خدا اور اس کا رسول ﷺ ان کے کرنے سے منع کرتا ہے۔ اور وہ جن چیزوں سے ہم کو منع کریں وہ کبھی محبوب نہیں ہو سکتیں، امام موصوف نے یہ بھی کہا کہ آسمان و زمین کے اندر جتنی باتیں ہوتی ہیں وہ سب خدا ہی کی مشیت اور اس کے ارادے سے ہوتی ہے، مگر کوئی شخص بھی اس کو جائز نہیں بتاتا۔

## وجد اور حال کیوں کر روکا جا سکتا ہے

اس رفاعی شیخ نے پوچھا کہ اس اضطراری وجد اور حال کو کیونکر روکا جا سکتا ہے، امام ابن تیمیہ نے فوراً جواب دیا، شرعی کوڑوں سے۔ امیر افرم نے ہنس کر کہا خوب! شرعی کوڑوں سے! امام موصوف نے کہا: اگر شرعی کوڑوں سے کام نہ چلے تو محمدی تلواروں سے۔ یہ کہہ کر امام

---

[1] ۱/الفاتحة: ۵۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



موصوف نے امیر موصوف کے ہاتھ سے تلوار لے لی اور اس کو اوپر بلند کر کے کہا یہ شخص (امیر افرم کی طرف اشارہ کر کے) رسول اللہ ﷺ کا نائب اور ان کا ایک ادنیٰ غلام ہے، اور یہ رسول اللہ کی تلوار ہے، پس جو بھی کتاب وسنت سے روگردانی کرے گا ہم اس کو اسی تلوار سے فنا کے گھاٹ اتار دیں گے۔

## رفاعی فقیر کا طنز

اس پر کسی رفاعی فقیر نے طنز کے طور پر کہا، کیا خوب! یہود اور نصاریٰ اسلام کا اقرار کرتے ہیں اور ہم اس کا اقرار نہیں کرتے جس کی وجہ سے ہم پر تلوار چلائی جائے گی۔ امام ابن تیمیہ نے جواب دیا، یہود ونصاریٰ جزیہ دیتے ہیں اور اپنے مذہب کو ظاہر نہیں کرتے، مگر بدعتی اپنے مذہب کو پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں، دارالسلام میں تین ہی طرح کے فرقے ہو سکتے ہیں، مسلمان یا ذمی یا مشرک ومرتد وزندیق، ان تین فرقوں کے علاوہ کوئی چوتھا فرقہ ہو ہی نہیں سکتا، پہلے دو فرقے تو از روئے شریعت محفوظ اور مامون ہیں، تیسرے فرقے کے لیے سوائے اس کے کہ وہ قتل کر دیے جائیں کوئی اور گنجائش نہیں ہے۔

## بدعت کی سرحد کفر اور شرک سے مل جاتی ہے

اس کے بعد امام ابن تیمیہ نے یہ ثابت کیا کہ بدعت کی سرحد کفر اور شرک سے مل جاتی ہے اور وہ کبیرہ گناہوں سے بدتر ہوتی ہے۔ رفاعی شیخ نے کہا بدعت بھی ایک ایسا فعل ہے جس سے قتل لازم نہیں آتا، بلکہ اس کا کرنے والا صرف جسمانی سزا کا مستحق ہوتا ہے۔ اور دلیل کے طور پر ایک موضوع حدیث سنائی۔ امام ابن تیمیہ نے اس کی تردید کی اور کہا کہ بدعت معصیت سے بھی بدتر ہے اور امام سفیان ثوری کے قول کا حوالہ دے کر کہا کہ ابلیس کو معصیت سے زیادہ بدعت محبوب ہے کیونکہ انسان معصیت سے تو کبھی نہ کبھی توبہ کر لیتا ہے مگر بدعت کو ایک شرعی فعل سمجھ کر اس سے کبھی توبہ نہیں کرتا، بلکہ اس کو ثواب کا کام سمجھنے لگتا ہے۔

## رفاعی فقیروں کے توبہ کرانے کا نتیجہ کیا ہوتا ہے

کسی رفاعی فقیر نے کہا: ہم تو لوگوں سے توبہ کرواتے ہیں، امام ابن تیمیہ نے پوچھا:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کس سے توبہ کرواتے ہیں؟ رفاعی فقیر نے جواب دیا: چوری اور رہ زنی سے، امام موصوف نے کہا کہ لوگوں کی حالت تمہاری توبہ کروانے سے پہلے بہت زیادہ اچھی ہوتی ہے بہ نسبت اس حالت کے جو تمہارے توبہ کروانے کے بعد ہو جاتی ہے۔ اس لیے کہ وہ توبہ کرنے سے پہلے فاسق و فاجر تھے اور وہ اپنے کاموں کو خود ہی حرام سمجھتے تھے، اور خدا کی رحمت کے امیدوار ہوتے تھے اور کبھی کبھی توبہ بھی کر لیتے تھے یا کم از کم ان کی نیت توبہ کر لینے کی ہوتی تھی ،مگر تمہارے توبہ کروانے کے بعد تو وہ اپنی ذات کو تمام گناہوں سے پاک اور صاف سمجھنے لگتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ شیخ احمد رفاعی کی برکت سے وہ تمام گناہوں کے کرنے کے مجاز ہو گئے ہیں اور پھر مرتے دم تک انہیں توبہ کرنے کی توفیق نہیں ہوتی۔

## معصیت اور بدعت کا فرق

اس کے بعد ابن تیمیہ نے امیر افرم کی طرف خطاب کر کے کہا اب ہم آپ حضرات کے سامنے معصیت اور بدعت کا فرق واضح کر دینا چاہتے ہیں اور یہ بتا دینا چاہتے ہیں کہ معصیت کے برخلاف بدعت قتل کی مستوجب ہوتی ہے چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک شخص تھا جس کا نام حمار تھا، وہ اپنی ظرافت اور خوش طبعی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنسایا کرتا تھا، لیکن وہ اکثر شراب پیا کرتا تھا، اس جرم میں اس کو کئی مرتبہ سزا ملی، جب وہ گرفتار ہو کر آیا تو کسی صاحب نے کہا: اس پر خدا کی لعنت ہو کتنی مرتبہ گرفتار ہو کر آتا ہے اور سزا پاتا ہے پھر بھی شراب نہیں چھوڑتا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس پر لعنت مت بھیجو، وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔'' [1] اس سے صاف ثابت ہوتا کہ گناہگار مسلمان لعنت کا بھی مستحق نہیں ہوتا چہ جائیکہ وہ قتل کا مستوجب قرار پائے۔

اب ایک دوسری حدیث بھی سنیے، صحیحین میں حضرت علی اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے ایک شخص آیا جس کی پیشانی اٹھی ہوئی تھی، ڈاڑھی گنجان تھی، سر گھٹا ہوا تھا، اور اس کے دونوں ابروؤں کے

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الحدود، باب ما یکرہ من لعن شارب الخمر.....، ح: ٦٧٨٠۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



درمیان سجدوں کا نشان تھا، اس نے مال غنیمت کی تقسیم کے متعلق اعتراض کیا، آپ نے فرمایا: ''عنقریب اس شخص کی نسل سے ایک ایسی قوم پیدا ہوگی جس کی نمازوں، قراتوں اور روزوں کے سامنے تم اپنی نمازوں، قراتوں اور روزوں کو ہیچ خیال کرو گے، وہ قرآن مجید پڑھے گی، مگر اس کا اثر اس کے حلق سے آگے نہ جائے گا۔ وہ اسلام سے اسی طرح نکل جائے گی جس طرح تیر کمان سے نکل جاتا ہے، اگر میں اس کو پاؤں تو قوم عاد کی طرح اس کو قتل کر دوں۔'' [1]

ایک دوسری روایت میں ہے کہ اگر وہ لوگ جو اس قوم سے جنگ کریں گے۔ یہ جان لیں کہ محمد ﷺ کی زبان سے ان کے لیے کیا بدلہ مقرر کیا گیا ہے تو وہ عمل کرنا ہی چھوڑ دیں۔ [2]

اور تیسری روایت میں ہے کہ آسمان کے گنبد کے نیچے سب سے برا قتل انہی کا ہے اور بہتر قتل ان لوگوں کا ہے جنہوں نے اس قوم کو قتل کیا۔ [3]

اب دیکھیے کہ آنحضرت ﷺ نے ان لوگوں کی کثرت عبادت اور ان کے زہد و اتقا کے باوجود ان کو قتل کر دینے کی تاکید کی، حضرت علی اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور کے اس حکم پر عمل بھی کیا اس وجہ سے کہ یہ لوگ نبی کریم ﷺ کی سنت اور آپ کی لائی ہوئی شریعت کی حدود سے تجاوز کر گئے تھے۔

امام شافعی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ بندے کو شرک کے سوا دوسرے تمام گناہوں میں مبتلا ہو جانا زیادہ بہتر ہے اس سے کہ وہ کسی بدعت میں مبتلا ہو۔ اس سے صاف ظاہر ہو گیا کہ بدعتی، زناکار، ڈاکو، اور شرابی سے زیادہ برے ہوتے ہیں۔

## رفاعیوں کی شان میں گستاخی نہ کیجئے

اس پر رفاعی شیخ نے کہا: مولانا! رفاعیوں کی شان میں گستاخی نہ کیجئے، امام ابن تیمیہ نے بہت ہی برہم ہو کر کہا ''خاموش! شان و شوکت کی بات کرتے ہو! اللہ جل شانہ، کی شان زیادہ بڑی ہے جس کی تم لوگوں نے مخالفت کی، تم لوگ اللہ اور اس کے رسول کے دین کو باطل کرنا چاہتے ہو، رفاعی شیخ نے کہا تو پھر مولانا اس گستاخی کا نتیجہ یہ ہوگا کہ فقراء اپنے دلوں کی آگ سے

---

[1] صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللّٰہ تعالیٰ: ﴿وَاِلٰی عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا﴾ ح: ۳۳۴۴۔ [2] سنن ابی داود، کتاب السنة، باب فی قتال الخوارج، ح: ۴۷۶۸۔
[3] سنن ابن ماجه، المقدمة، باب فی ذکر الخوارج، ح: ۱۷۶۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



تم کو جلا کر رکھ دیں گے، امام موصوف نے جواب دیا، جی ہاں، اسی طرح جس طرح رافضیوں نے مجھ کو جلا کر رکھ دیا تھا میں نے جس وقت ان سے لڑائی کی لوگوں نے مجھے خوف دلایا اور کہا کہ ان کے نزدیک خدا کے اسرار ہیں جن سے کام لے کر وہ ہم سب کو تباہ برباد کر دیں گے، مگر ان کے اس زعم باطل کے برخلاف اللہ تعالیٰ نے ہم سب کو جبل کسروان کی لڑائی میں کامیابی دی، جس کو یہ تمام لوگ اچھی طرح سے جانتے ہیں۔ اس کے بعد امام موصوف نے بہت ہی تیز اور تند ہو کر کہا: اے جھوٹو! اور اے رفض کے حامیو! میں تمہاری ایک ایک کرامت کا منکر ہوں۔

﴿ فَكِيدُونِي جَمِيعًا ثُمَّ لَا تُنظِرُونِ ﴾ [1]

''پس تم سب مل کر میرے ساتھ مکر کرو پھر مجھے مہلت نہ دو۔''

## شبہات کا ازالہ

جب تمام فقرائے رفاعیہ عاجز ہو گئے تو انہوں نے پھر صلح کی درخواست کی، امام ابن تیمیہ نے ان کے دلوں میں جو شبہات پیدا ہو رہے تھے ان کی ایک ایک کر کے تردید کی اور ان کا ازالہ کیا اور اس کے بعد ان سب سے توبہ کروائی اور تنبیہ کی کہ آئندہ سے جو کوئی بھی ان بدعتوں کا مرتکب ہوگا وہ قتل کر دیا جائے گا۔

آخر میں امیر افرم نے ایک تقریر کی جس میں کم و بیش امام ابن تیمیہ کی کہی ہوئی باتوں کو دہرایا اور کہا کہ بدعات کا مرتکب قتل کر دیا جائے گا۔ اس طرح یہ مشہور مناظرہ ختم ہو گیا۔

## امام ابن تیمیہ کی شہرت

اس ہنگامہ خیز مناظرے کی خبر ملک شام اور ملک مصر کے تمام شہروں میں پھیل گئی اور ہر جگہ اسی کا چرچا ہونے لگا، امام ابن تیمیہ کے حاسدوں کو ان کی روز بروز بڑھتی ہوئی شہرت اور عزت ایک کانٹا بن کر کھٹکنے لگی، انہوں نے ان کی بڑھتی ہوئی طاقت کو روکنے کے لیے ان کے اصلاحی کاموں میں رکاوٹ پیدا کرنے کا پکا ارادہ کر لیا۔

## اصلاحی کاموں میں رکاوٹ

کس قدر رنج اور افسوس کا مقام ہے کہ ہمارے ہی علما کی لغزشوں سے ایک بڑے سے بڑا اصلاحی کام بھی ناکام ہو کر رہ جاتا ہے، حالانکہ اس قسم کے کاموں میں سب سے پہلی

---

[1] ۱۱/ھود:۵۵۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



جماعت علما ہی کی ہونی چاہیے تھی۔ اگر امام ابن تیمیہ کے راستے میں علمائے وقت کے رشک و حسد اور تعصب کا روڑا نہ آ گیا ہوتا تو نہ معلوم ان کا اصلاحی کام کہاں سے کہاں پہنچ گیا ہوتا۔ امام ابن تیمیہ کی غیر معمولی قوت علم و عمل تھی جس نے اپنے زمانے کے علما کی تنگ نظری کا زور دار مقابلہ کیا، اگر ان کی جگہ پر کوئی دوسرا عالم ہوتا تو وہ بہت جلد اپنی سپر ڈال دیتا، ان کا یہی بڑا کمال تھا کہ سخت سے سخت قید و بند کی حالت میں بھی وہ اپنے ارادوں پر قائم اور ثابت رہے انہوں نے حتی المقدور اپنے اصلاحی کام کو جاری رکھا، انہوں نے اپنی علمی اور عملی قوت کے زور سے رفقاء کار، تلامذہ اور مصلحین امت کی ایک بڑی جماعت پیدا کر دی جس نے ان کی وفات کے بعد بھی ان کے کام کو زندہ رکھا، ان کے بعد ہر دور کے علما نے ان کی تصنیفات سے فائدہ اٹھایا اور ان کے خیالات کو عام مسلمانوں میں پھیلایا آج بھی امام ابن تیمیہ اور حافظ ابن قیم کی تصنیفات ایمانی جوش اور ولولہ پیدا کرنے کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہیں، اگر ان کی تصنیفات کو عام کیا جائے تو یقیناً مسلمانوں کے مردہ جسم میں ایک نئی روح پیدا ہو جائے گی۔

## عقائد کے جھگڑے کو زندہ کرنا

اوپر گزر چکا ہے کہ مصر کے مشہور عام صوفی شیخ نصر بن سلیمان المنبجی (المتوفی: ۷۱۹ھ) کو وحدۃ الوجود کے مسئلے میں امام ابن تیمیہ سے پرخاش ہو چکی تھی، صوفیت کا سب سے بڑا طغرائے امتیاز فقر اور توکل ہے، اسی لیے صوفیوں کو فقیروں اور باباؤں سے بڑی ہمدردی اور دلچسپی ہوتی ہے، شیخ نصر ابن سلیمان المنبجی کو امام ابن تیمیہ کی فقرائے احمدیہ سے مخالفت بہت ناگوار گزری انہوں نے ۶۹۸ھ کے فتنۂ عقائد کو از سر نو زندہ کرنے کا تہیہ کر لیا، انہوں نے اپنے مرید امیر بیبرس جاشنگیر سے کہا کہ ابن تیمیہ کے عقائد ٹھیک نہیں ہیں۔ ان سے اس کے متعلق باز پرس کرنی چاہیے، سلطان مصر ملک ناصر کمزور تھا وہ بسا اوقات امیر بیبرس جاشنگیر کی خواہشات کے پورا کرنے پر مجبور ہو جاتا تھا، اس نے نائب الشام امیر افرم کے نام فرمان لکھوایا کہ دمشق کے قضاۃ اور علما و فقہاء کو جمع کر کے امام ابن تیمیہ کے عقائد کی تحقیق کی جائے اور حکومت کو اس کے نتیجہ سے اطلاع دی جائے، چنانچہ اس نے سلطانی فرمان کے مطابق امام ابن تیمیہ اور تمام قضاۃ اور علما فقہاء کو جمع کیا اور اس سلسلہ میں تین مجلسیں منعقد ہوئیں جن کی روداد ایک مستقل عنوان ''فتنۂ عقائد'' کے تحت پیش کی جاتی ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



# فتنۂ عقائد

قرآن مجید میں ہر ایک مسلمان کے لیے یہ ضروری قرار دیا گیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں اور یوم آخرت، قضا وقدر، قیامت، بعث بعد الموت اور جزاء وسزا پر ایمان لائے کیونکہ ان پر ایمان لائے بغیر کوئی شخص بھی مومن اور مسلمان نہیں ہوسکتا، مسلمانوں کے تمام اعمال کی بنیاد انہی عقائد پر ہے۔ ان پر ایمان لائے بغیر ان کا ہر ایک عمل بیکار ہوجاتا ہے۔

قرآن مجید میں ایمان کے ساتھ ساتھ عمل پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے اور عقائد کی صرف انہی باتوں کو بار بار دہرایا گیا ہے جو انسان کے دل ودماغ اور اس کی عبادات اور اعمال واخلاق کی اصلاح اور درستگی سے تعلق رکھتی ہیں۔ اور ان کو اس انداز سے پیش کیا گیا ہے کہ عام لوگوں کے ذہن نشین ہوجائیں۔

## عقائد کا پہلا اور اہم جز

عقائد کا سب سے پہلا اور اہم جز اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات کا ایک واضح تصور پیش کیا گیا ہے۔ یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بہت سے اچھے نام ہیں، چنانچہ ایک جگہ فرمایا:

﴿ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ لَهُ الْاَسْمَاۗءُ الْحُسْنٰى ۝ ﴾ [1]

''اللہ وہ ہے کوئی معبود نہیں سوائے اس کے، اسی کے لیے ہیں سارے اچھے نام۔''

﴿ قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ۭ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَاۗءُ الْحُسْنٰى ۚ ﴾ [2]

''(اے پیغمبر!) کہہ دو، تم اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر پکارو، تم جو کچھ بھی کہہ کر پکارو گے تو اسی کے لیے سارے اچھے نام ہونگے۔''

---

[1] ۲۰/طٰہٰ:۸۔ [2] ۱۷/اسرائیل:۱۱۰۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



﴿وَ لِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ۪ وَ ذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآىِٕهٖ ؕ﴾ [1]

''اور اللہ ہی کے لیے ہیں سارے اچھے نام، پس تم اس کو انہی ناموں سے پکارو اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جو اس کے نام میں کج بحثی کرتے ہیں۔

صحیح حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں جو کوئی بھی ان کو شمار کرے گا، وہ جنت میں داخل ہوگا، وہ یہ ہیں:

((هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ۚ الْمَلِكُ ۚ الْقُدُّوْسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ الْغَفَّارُ الْقَهَّارُ الْوَهَّابُ الرَّزَّاقُ الْفَتَّاحُ الْعَلِيْمُ الْقَابِضُ الْبَاسِطُ الْخَافِضُ الرَّافِعُ الْمُعِزُّ الْمُذِلُّ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ الْحَكَمُ الْعَدْلُ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ الْحَلِيْمُ الْعَظِيْمُ الْغَفُوْرُ الشَّكُوْرُ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ الْحَفِيْظُ الْمُقِيْتُ الْحَسِيْبُ الْجَلِيْلُ الْكَرِيْمُ الرَّقِيْبُ الْمُجِيْبُ الْوَاسِعُ الْحَكِيْمُ الْوَدُوْدُ الْمَجِيْدُ الْبَاعِثُ الشَّهِيْدُ الْحَقُّ الْوَكِيْلُ الْقَوِيُّ الْمَتِيْنُ الْوَلِيُّ الْحَمِيْدُ الْمُحْصِي الْمُبْدِئُ الْمُعِيْدُ الْمُحْيِ الْمُمِيْتُ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ الْوَاجِدُ الْمَاجِدُ الْوَاحِدُ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الْقَادِرُ الْمُقْتَدِرُ الْمُقَدِّمُ الْمُؤَخِّرُ الْاَوَّلُ الْاٰخِرُ الظَّاهِرُ الْبَاطِنُ الْوَالِي الْمُتَعَالِي الْبَرُّ التَّوَّابُ الْمُنْتَقِمُ الْعَفُوُّ الرَّؤُفُ مَالِكُ الْمُلْكِ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ الْمُقْسِطُ الْجَامِعُ الْغَنِيُّ الْمُغْنِيُ الْمَانِعُ الضَّآرُّ النَّافِعُ النُّوْرُ الْهَادِي الْبَدِيْعُ الْبَاقِي الْوَارِثُ الرَّشِيْدُ الصَّبُوْرُ الْكَافِيْ)) [2]

ان میں سے ہر ایک نام خدا کی کسی نہ کسی صفت کو واضح کرتا ہے۔ اور قرآن مجید میں ہر

---

[1] ۷/الاعراف: ۱۸۰۔ [2] سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب حدیث فی اسماء اللّٰہ الحسنی.....، ح: ۳۵۰۷؛ صحیح بخاری، مختصرًا، ح: ۷۳۹۲۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ایک صفت کی مختلف پیرایوں میں توضیح کی گئی ہے، جن کا استقصا طوالت کا موجب ہے مگر اس کی ذات اور صفات کا ایک ہلکا سا نقش اس طرح پیش کیا گیا ہے کہ تمام تعریف اللہ کے لیے ہے جو ساری کائنات کا پروردگار ہے، وہ رحمٰن اور رحیم ہے، جزا کے دن کا مالک ہے (۱/ الفاتحہ:۱۔ ۳)، اللہ ایک ہے وہ بے نیاز ہے، نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ اس کو کسی نے جنا اور نہ اس کا کوئی ہمسر ہے (۱۱۲/ اخلاص:۱۔ ۳) وہ زندہ اور قائم رہنے والا ہے، نہ اس کو اونگھ آتی ہے اور نہ نیند، آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اسی کی ملکیت میں ہے، کوئی اس کے نزدیک اس کی اجازت کے بغیر کسی کی سفارش نہیں کرسکتا، وہ انسانوں کے آگے پیچھے کا علم رکھتا ہے، کوئی اس کے علم کے کسی حصہ کا بھی احاطہ نہیں کرسکتا، الا ماشاء اللہ، اس کی کرسی آسمانوں اور زمین پر پھیلی ہوئی ہے، ان دونوں کی حفاظت سے وہ کبھی نہیں تھکتا اور وہ بلند اور بزرگ ہے (۲/ البقرۃ:۲۵۵)، اس کی رحمت ہر چیز پر پھیلی ہوئی ہے (۷/ الاعراف:۱۵۶) وہ غیب اور شہادت کا علم رکھتا ہے، وہ پیدا کرنے والا، باری اور مصور ہے (۵۹/ الحشر:۲۴) زمین اور آسمان کی کوئی چیز اس سے چھپی ہوئی نہیں ہے وہ ماں کے رحم میں جس طرح چاہتا ہے تصور کھینچتا ہے (۳/ آل عمران:۶) وہ بادشاہ ہے پاک ہے، سلامتی چاہنے اور سلامتی دینے والا ہے، وہ امن دینے والا، نگہبان، غالب، زبردست اور بڑائی والا ہے (۵۹/ الحشر:۲۲، ۲۳) اسی کے لیے ہے آسمانوں اور زمین کی ملکیت، وہ جلاتا ہے اور مارتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، وہی پہلے ہے اور وہی پیچھے ہے۔ وہی ظاہر ہے اور وہی باطن ہے اور وہ ہر چیز کو جانتا ہے (۵۷/ الحدید:۳) وہ ہر اس چیز کو جانتا ہے جو زمین میں گھستی ہے اور اس کو بھی جو اس سے نکلتی، اور اس کو بھی جو آسمان سے نیچے آتی ہے اور اس کو بھی جو آسمان کی طرف چڑھتی ہے (۵۷/ الحدید:۴) وہ اس کائنات کا مالک ہے جس کو چاہتا ہے ملک دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے ملک چھین لیتا ہے، جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ذلیل کرتا ہے، اسی کے ہاتھ میں ساری بھلائی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے (۳/ آل عمران:۲۶) اگر وہ کسی کو تکلیف میں مبتلا کرے تو اللہ کے سوا کوئی اس کو نجات دینے والا نہیں ہے اور اگر وہ کسی کی بھلائی کا ارادہ کرے تو اس کو روکنے والا کوئی نہیں ہے۔ (۱۰/ یونس:۱۰۷) اللہ جس کو گمراہ کرے اس کو ہدایت دینے والا کوئی نہیں ہے۔ اور اللہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



جس کو ہدایت دے اس کو گمراہ کرنے والا کوئی نہیں ہے (۳۹/الزمر:۳۶، ۳۷) وہی ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے، وہ ایک ہے اور سب پر غالب ہے (۱۳/الرعد:۱۶) وہ اپنے بندوں پر قاہر ہے اور وہ حکیم اور خبیر ہے (۶/الانعام:۱۸) وہ نیک کام کرنے والوں، توبہ کرنے والوں، اللہ پر پورا بھروسہ کرنے والوں، انصاف کرنے والوں، گناہوں سے بچنے والوں، اس کی راہ میں لڑنے والوں، صبر کرنے والوں اور پاک صاف رہنے والوں کو پیار اور ان سے محبت کرتا ہے اور انکار کرنے والوں، ظلم کرنے والوں، شرک کرنے والوں وغیرہ سے محبت نہیں کرتا۔

## صفات ذاتی و فعلی

قرآن مجید میں خدا کی ہر ایک صفت کے متعلق ایک سے زیادہ آیتیں پائی جاتی ہیں جس کی تفصیل کا یہاں موقع نہیں ہے خدا کی کئی صفتوں میں سے سات صفات ذاتی ہیں یعنی حیات علم، قدرت، ارادہ، سمع، بصر اور کلام، دوسری صفات صفاتِ فعلی تصور کی جاتی ہیں۔ یہ ذاتی صفات اس کی ذات کے ساتھ ہمیشہ سے ہیں اور ہمیشہ رہیں گی۔ صفات فعلی جیسے جلانا، مارنا، پیدا کرنا، روزی پہنچانا، جزا وسزا دینا وغیرہ ان کا صدور اس وقت ہوتا ہے جب کہ ان کی ضرورت ہو، صفت حیات کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہمیشہ سے زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا، اس پر موت کبھی نہیں آئے گی، خدا کا علم بھی ازلی اور ابدی ہے، اس کا علم ہر چیز پر محیط ہے اور اس کو کلیات اور جزئیات دونوں کا علم ہے، کوئی چیز بھی اس کے قبضۂ قدرت سے باہر نہیں ہے، وہ جو چاہتا ہے کر گزرتا ہے، اس کو روکنے اور منع کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ اگر وہ چاہے تو زمین کے تمام آدمی مومن ہو سکتے ہیں، خدا تعالیٰ سنتا ہے اور دیکھتا ہے۔ وہ چھپی اور کھلی دونوں قسم کی باتوں کو سنتا اور جانتا ہے، وہ ہمارے تمام اعمال کو دیکھتا ہے، حدیث میں ہی آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''تم اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کرو گویا کہ تم اس کو دیکھ رہے ہو، پس اگر تم اس کو نہیں دیکھ رہے، تو وہ گویا تم کو دیکھتا ہے۔'' [1]

---

[1] صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب بيان الايمان والاسلام والاحسان، ح: ۸ (۹۳)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



## صفت کلام

خدا کی ذاتی صفات میں سے ایک اہم صفت صفتِ کلام ہے، قرآن مجید میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض انبیاء سے کلام کیا اور ان کے درجے بڑھائے (۲/البقرہ ۲۵۳) اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے گفتگو کی (۴/النساء: ۱۶۴) اور وادیٔ سینا میں ان سے بات چیت کی اور پھر جب وہ تورات لینے کے لیے کوہ طور پر گئے تو اللہ نے ان سے کلام کیا (۲۸/قصص: ۴۶؛ ۷/الاعراف: ۱۴۳) کلامِ الٰہی کے متعلق بعض جگہ ندا کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں جیسے ''تیرے پروردگار نے موسیٰ کو پکارا کہ ظالم قوم کے پاس پہنچ کیونکہ وہ خدا سے نہیں ڈرتی (۲۶/الشعراء: ۱۰)'' پس جب موسیٰ اس آگ کے قریب پہنچے تو یہ ندا کی گئی کہ بابرکت ہے وہ جو آگ کے اندر ہے اور اس کے اردگرد ہے اور پاک ہے وہ اللہ جو ساری کائنات کا پروردگار ہے۔ اے موسیٰ! بے شک میں ہی ہوں اللہ جو زبردست اور حکمت والا ہے (۲۷/النمل: ۸،۹) ''اور جب موسیٰ! اس آگ کے قریب پہنچے تو وادیٔ ایمن کے کنارے مبارک جگہ میں ایک درخت سے یہ آواز آئی کہ اے موسیٰ! میں ہی ہوں اللہ جو تمام عالم کا پروردگار ہے (۲۸/القصص: ۳۰) قیامت کے دن اللہ تعالیٰ لوگوں کو ندا کرے گا اور پوچھے گا کہ تم نے مرسلین کی دعوت کا کیا جواب دیا۔ یہ بھی بتایا کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے عہد و پیمان کو تھوڑی سی پونجی کے بدلے بیچتے ہیں، ان کا آخرت میں کوئی حصہ نہ ہوگا اور وہ قیامت کے دن ان سے کوئی کلام نہیں کرے گا اور نہ ان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھے گا۔ (۳/آل عمران: ۷۷)

## قرآن مجید اللہ کا کلام ہے

قرآن مجید میں کئی جگہ اس بات کو ظاہر کیا گیا ہے کہ قرآن مجید اللہ کا کلام ہے، چنانچہ فرمایا: ''اگر مشرکین میں سے کوئی تجھ سے پناہ مانگے تو تو اس کو پناہ دے یہاں تک کہ وہ اللہ کا کلام سن لے (۹/التوبہ: ۶) دوسری جگہ ہے۔ ''کیا تم یہ حرص کرتے ہو کہ وہ تم پر ایمان لائیں گے، حالانکہ ان میں سے ایک فریق اللہ کے کلام کو سنتا ہے اور پھر اس کو سمجھنے اور جاننے کے بعد بدل دیتا ہے۔'' (۲/البقرۃ: ۷۵) ایک دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے ''یہ لوگ اللہ کے کلام کو بدل دینا چاہتے ہیں۔'' (۴۸/الفتح: ۱۵)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



## خدا کے کلام کرنے کا طریقہ کیا ہے؟

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں خود ہی فرمایا:

﴿وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ۭ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ ۝﴾ [1]

''اور کسی بشر کے لیے یہ نہیں ہے کہ اللہ اس سے کلام کرے، مگر وحی کے ذریعہ یا پردے کے پیچھے سے یا کسی رسول کو بھیجے اور وہ اس کی اجازت سے اس کو وحی کرے جو چاہے بے شک وہ بلند اور حکمت والا ہے۔''

اس سے صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں سے تین طریقوں سے ہم کلام ہوتا ہے، ایک یہ کہ براہِ راست بندوں کے دل پر بیداری میں یا خواب میں القاء کرتا ہے، یا پردے کے پیچھے سے بات کرتا ہے جیسے کہ اس نے درخت یا آگ کے پیچھے سے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بات چیت کی، یا کسی فرشتے کے ذریعہ نبی کے پاس اپنا پیام بھیجتا ہے، جیسا کہ مختلف انبیاء کے ساتھ اس طریقہ پر اس نے کلام کیا۔

## اللہ تعالیٰ کا آسمان میں ہونا

قرآن مجید میں کئی آیتیں ایسی ہیں جن سے صاف پتہ چلتا ہے کہ وہ آسمان میں ہے، چنانچہ ایک جگہ فرماتا ہے ''کیا تم اس ذات سے جو آسمان میں ہی خود کو امن میں سمجھتے ہو کہ وہ تم کو زمین میں دھنسا نہ دے جبکہ وہ جوش مار رہی ہو یا تم اس ذات سے جو آسمان میں ہے، خود کو امن میں سمجھتے ہو کہ وہ کہیں تم پر کنکریوں کی آندھی نہ چلا دے'' (۶۷/الملک:۱۶،۱۷) قبلہ کے متعلق ذکر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بار بار آسمان کی طرف دیکھا کرتے تھے اور قبلہ کی تبدیلی کے لیے وحیٔ آسمانی کا انتظار کرتے تھے (۲/البقرۃ:۱۴۴) ایک جگہ فرمایا: ''اچھے کلمے اور نیک عمل اس کی طرف چڑھتے ہیں اور ان کو اللہ اپنی طرف اٹھاتا ہے۔'' (۳۵/الفاطر:۱۰) فرعون نے ہامان سے کہا تھا کہ اس کے لیے ایک بہت بڑا محل بنائے تاکہ وہ آسمان پر چڑھ کر موسیٰ علیہ السلام کے خدا کو دیکھے (۴۰/المومن:۳۷،۳۸) اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے فرمایا:

---

[1] ۴۲/الشوری:۵۱۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اے عیسیٰ! میں تجھ کو وفات دینے والا ہوں اور اپنی طرف اٹھانے والا ہوں (۳/آل عمران: ۵۵) دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے کہ یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل نہیں کیا اور نہ انہیں سولی دی بلکہ اللہ نے ان کو اپنی طرف اٹھالیا۔ (۴/النساء: ۱۵۷)

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید، انجیل، تورات، اور دوسرے آسمانی صحیفوں اور کتابوں کے متعلق جا بجا نزول (اتارنے) کا صیغہ استعمال کیا ہے، جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ صحیفے اور کتابیں اوپر سے نیچے اتاری گئی، ہیں جیسے ''تورات اور انجیل نہیں اتاری گئی مگر ابراہیم علیہ السلام کے بعد۔'' (۳/آل عمران: ۶۵) ''تجھ پر حق کے ساتھ کتاب اتاری جو اپنے آگے کی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور اس سے پہلے کے لوگوں کو ہدایت کے لیے تورات اور انجیل اور فرق کرنے والی کتاب اتاری'' (۳/آل عمران: ۳، ۴) ''اور یہ کتاب وہ ہے جس کو ہم نے برکت والی کتاب بنا کر اتارا ہے وہ اس سے آگے کی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے'' (۶/الانعام: ۹۲) ''کیا میں اللہ کے سوا کسی اور کو حکم بناؤں، حالانکہ اسی نے تمہاری طرف ایک تفصیلی کتاب اتاری اور وہ لوگ جن کو ہم نے کتاب دی ہے اچھی طرح جانتے ہیں کہ بے شک وہ تیرے پروردگار کی طرف سے حق کے ساتھ اتاری گئی ہے۔'' (۶/الانعام: ۱۱۴) ''اور یہ کتاب وہی ہے جس کو ہم نے برکت والی کتاب بنا کر اتارا پس تم اس کی پیروی کرو، اور خدا سے ڈرو شاید کہ وہ تم پر رحم کرے، تم یہ نہ کہو کہ ہم سے پہلے دو جماعتوں پر کتاب اتاری گئی اور ہم ان کے پڑھنے سے غافل تھے یا تم یہ کہو کہ اگر ہمارے اوپر بھی کتاب اتاری جاتی تو ہم بھی ان سے بہتر ہدایت یافتہ ہوتے۔'' (۶/الانعام: ۵۵، ۵۷)

قرآن مجید میں بکثرت اس قسم کی آیتیں ملیں گی جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ خدا اوپر ہے اور وہاں سے رسولوں کے نام پیام آتے ہیں۔

حدیثوں سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمان میں ہے، چنانچہ صحیح مسلم میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک لونڈی لائی گئی، آپ نے اس سے پوچھا: ''بتاؤ اللہ کہاں ہے؟'' اس نے جواب دیا: آسمان میں۔ آپ نے پھر پوچھا: ''بتاؤ میں کون ہوں؟''

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس نے کہا: آپ اللہ کے رسول ہیں، آپ نے حکم دیا: ''اس کو آزاد کر دو یہ مؤمنہ ہے۔'' [1]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں عرفات کی پہاڑی پر کھڑے ہو کر ایک شاندار خطبہ دیا، آپ نے آخر میں مجمع کو بار بار خطاب کر کے کہا: ''کیا میں نے اللہ جل شانہٗ کا پیغام تم تک نہیں پہنچا دیا؟'' سب نے یک زبان ہو کر کہا: ہاں! آپ نے ہر مرتبہ آسمان کی طرف اشارہ کر کے کہا: ''اے اللہ تو گواہ رہ۔'' [2]

## اللہ عرش پر ہے

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کئی جگہ یہ ارشاد فرمایا ہے کہ اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے کے بعد عرش پر دراز اور قائم ہو گیا۔

﴿ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ﴾ [3]

''پھر وہ عرش پر دراز اور قائم ہو گیا۔''

﴿ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ﴾ [4]

''رحمٰن عرش پر دراز ہو گیا۔''

سورۂ ہود کی ابتداء میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا اور اس کا عرش پانی پر تھا (۱۱/ھود: ۷)، سورۂ نمل آیت: ۲۶ اور سورۂ توبہ آیت: ۱۲۹ میں ہے کہ وہ عرش عظیم کا پروردگار ہے، سورۂ مومنون آیت: ۱۱۶ میں عرش عظیم کی بجائے عرش کریم کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں، اللہ تعالیٰ نے بعض جگہ عرش کو اپنی طرف نسبت دی ہے، اور خود کو ذوالعرش (عرش والا) بتایا ہے (۴۰/المومن: ۱۵؛ ۸۵/البروج: ۱۵) سورۂ بنی اسرائیل میں ہے کہ اللہ کے ساتھ اگر کوئی دوسرے معبود ہوتے، جیسا کہ یہ کافر لوگ کہتے ہیں تو وہ البتہ عرش والے تک راہ پیدا کرنے کی کوشش کرتے۔ ایک دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے کہ حضرت جبرئیل عرش والے کے نزدیک جگہ پائے ہوئے ہیں۔ (۸۱/التکویر: ۲۰) ایک اور جگہ فرمایا کہ اللہ

---

[1] صحیح مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ، باب تحریم الکلام فی الصلاۃ: ۵۳۷ (۱۱۹۹) [2] مسند احمد: ۲۳/ ۲۴۰، ح: ۱۴۹۸۹۔

[3] ۷/الاعراف: ۵۴؛ ۱۳/الرعد: ۲؛ ۱۰/یونس ۳؛ ۲۵/الفرقان: ۵۹؛ ۳۲/السجدۃ: ۴، ۵۷/الحدید: ۴۔ [4] ۲۰/طٰہٰ: ۵۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



بخشنے والا، محبت کرنے والا اور بزرگ عرش والا ہے جس بات کا ارادہ کر بیٹھتا ہے اس کو پورا کرتا ہے (۸۵/البروج: ۱۴، ۱۵) یہ بھی بتایا کہ فرشتے عرش گھیرے کھڑے ہیں اور اپنے پروردگار کے حمد کی تسبیح پڑھتے رہتے ہیں (۳۹/الزمر: ۷۵) ایک اور جگہ فرمایا کہ وہ فرشتے جو عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو اس کو گھیرے ہوئے ہیں اپنے پروردگار کی حمد کی تسبیح پڑھتے ہیں اور اس پر ایمان لاتے ہیں اور ان لوگوں کے لیے مغفرت چاہتے ہیں جو اس پر ایمان لے آئے ہیں (۴۰/المومن: ۷) ایک دوسری جگہ بتایا کہ قیامت کے دن فرشتے چاروں طرف ہوں گے اور اپنے پروردگار کے عرش کو آٹھ فرشتے اٹھائے رہیں گے۔ (۶۹/الحاقۃ: ۷)

آنحضرت ﷺ اور آپ کے ساتھی عرش اور استواء کے یہی معنی لیتے تھے، جس کی اوپر تشریح کی گئی ہے، چنانچہ مشہور صحابی شاعر حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ کو اپنے دو شعر سنائے جن کو آپ نے بہت پسند فرمایا اور ان کی تعریف کی، اگر عرش و استواء کے متعلق حضرت عبداللہ بن رواحہ کا تخیل غلط ہوتا تو آنحضرت ﷺ ضرور ان کی اصلاح فرما دیتے۔ وہ دو شعر یہ ہیں:

شَهِدْتُ بِاَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ
وَاَنَّ النَّارَ مَثْوَى الْكَافِرِيْنَا

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کا وعدہ حق ہے اور یہ کہ کافرین کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔

وَاَنَّ الْعَرْشَ فَوْقَ الْمَاءِ طَافٍ
وَفَوْقَ الْعَرْشِ رَبُّ الْعَالَمِيْنَا

اور یہ کہ عرش پانی پر گھوم رہا ہے اور عرش پر تمام عالم کا پروردگار ہے۔

عرش اور استواء کے معنی خود قرآن مجید ہی سے متعین کیے جا سکتے ہیں، سورۂ یوسف اور سورۂ نمل میں حضرت یوسف اور ملکہ سبا کے تخت کا ذکر ہے اور اس کو عرش ہی کہا گیا ہے۔ جیسے:

﴿ وَ رَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَ خَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا ۚ ﴾ [1]

''اور یوسف علیہ السلام نے اپنے ماں باپ کو تخت پر بٹھایا اور وہ سب اس کے سامنے

---

[1] ۱۲/یوسف: ۱۰۰۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


سجدے میں گر پڑے۔''

﴿وَّ لَهَا عَرْشٌ عَظِيْمٌ ۝﴾ [1]

''اور (ملکہ سبا) کا ایک بہت بڑا تخت ہے۔''

﴿قَالَ نَكِّرُوْا لَهَا عَرْشَهَا﴾ [2]

''حضرت سلیمان نے کہا کہ اس کا تخت بدل دو۔''

﴿قِيْلَ اَهٰكَذَا عَرْشُكِ ؕ﴾ [3]

''(جب ملکہ سبا آئی) تو اس سے کہا گیا کہ کیا تیرا تخت اسی طرح کا ہے۔''

قرآن مجید میں استویٰ کا لفظ تین طرح سے استعمال ہوا ہے۔ پہلا مطلق یعنی صلے کے بغیر استعمال کیا گیا ہے جس کے معنی کامل اور تمام ہونے کے ہیں جیسے:

﴿وَ لَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَاسْتَوٰۤى﴾ [4]

''اور جب وہ اپنی قوت کو پہنچ گیا اور کامل ہوا۔''

دوسرا ''اِلیٰ'' کے صلہ کے ساتھ استعمال کیا گیا ہے جس کے معنی توجہ کرنے کے ہوتے ہیں جیسے:

﴿هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۚ ثُمَّ اسْتَوٰۤى اِلَى السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ؕ﴾ [5]

''وہی ہے جس نے تمہارے لیے زمین کی تمام چیزیں پیدا کیں پھر وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور سات آسمان بنائے۔''

﴿ثُمَّ اسْتَوٰۤى اِلَى السَّمَآءِ وَهِيَ دُخَانٌ﴾ [6]

''پھر وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور وہ دھواں تھا۔''

تیسرا استعمال ''علیٰ'' کے صلہ کے ساتھ ہے جس کے معنی دراز ہونے، سوار ہونے، ٹھہرنے اور قرار پانے کے ہیں جیسے:

---

[1] ۲۷/النمل:۲۳۔ [2] ۲۷/النمل:۴۱۔ [3] ۲۷/النمل:۴۲۔
[4] ۲۸/القصص:۱۴۔ [5] ۲/البقرة:۲۹۔ [6] ۴۱/حٰمٓ السجدة:۱۱۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



﴿ فَإِذَا اسْتَوَيْتَ أَنْتَ وَمَنْ مَّعَكَ عَلَى الْفُلْكِ فَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي نَجَّانَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِينَ ﴾ ❶

''پس اگر تم اور وہ لوگ جو تمہارے ساتھ ہیں کشتی پر سوار ہو جاؤ تو کہو کہ سب تعریف اس اللہ کے لیے ہے جس نے ہم کو ظالم قوم سے نجات دی۔''

﴿ لِتَسْتَوُوا عَلٰى ظُهُورِهٖ ثُمَّ تَذْكُرُوا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ إِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ ﴾ ❷

''تا کہ تم ان (جانوروں) کی پیٹھوں پر سوار ہو جاؤ پھر اپنے پروردگار کی نعمت کو یاد کرو جب کہ تم اس پر سوار ہو جاؤ۔''

﴿ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُودِيِّ ﴾ ❸

''اور جب (نوح کی) کشتی جودی پہاڑ پر آ کر ٹھہر گئی۔''

استوی علی العرش میں یہی تین معنیٰ مراد لیے گئے ہیں، اس کے علاوہ جو کچھ معانی بیان کیے جاتے ہیں وہ سب تاویل باطل کی حیثیت رکھتے ہیں۔

## قرآن مجید میں بعض اعضاء خداوندی کا ذکر

قرآن مجید میں کئی جگہ اعضاء خداوندی کا ذکر ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف چہرہ، آنکھ، ہاتھ، پہلو، نفس اور پنڈلی وغیرہ کو نسبت دی ہے، چہرہ کے متعلق یہ آیتیں پائی جاتی ہیں۔

﴿ فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ﴾ ❹

''پس جس طرف بھی تم منہ پھیرو تو ادھر اللہ کا چہرہ ہے۔''

﴿ وَيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ﴾ ❺

''اور تیرے پروردگار کا چہرہ باقی رہے گا۔''

﴿ ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِينَ يُرِيدُونَ وَجْهَ اللّٰهِ ﴾ ❻

''یہ بہتر ہے ان لوگوں کے لیے جو اللہ کا چہرہ یعنی اس کی مرضی چاہتے ہیں۔''

---

❶ ۲۳/المومنون:۲۸۔ ❷ ۴۳/الزخرف:۱۳۔ ❸ ۱۱/هود:۴۴۔

❹ ۲/البقرة:۱۱۵۔ اکثر آیتوں میں ''وجہ اللہ'' اسی طرح استعمال ہوا ہے جس طرح کہ ہم آج اردو میں بولتے ہیں کہ ''محض آپ کا چہرہ دیکھ کر'' میں نے فلاں کی مدد کی۔

❺ ۵۵/الرحمٰن:۲۷۔ ❻ ۳۰/الروم:۳۸۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ ﴾ ❶

''تم اللہ کے چہرے یعنی اس کی مرضی چاہتے ہوئے۔''

﴿ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى ﴾ ❷

''مگر اپنے بلند پروردگار کے چہرے یعنی اس کی مرضی کو تلاش کرتے ہوئے۔''

﴿ وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ ﴾ ❸

''اور تم خرچ نہیں کرتے ہو مگر اللہ کے چہرے یعنی اس کی مرضی کو تلاش کرتے ہوئے۔''

﴿ ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ ﴾ ❹

''اپنے پروردگار کے چہرے یعنی اس کی مرضی کو تلاش کرتے ہوئے۔''

﴿ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ ﴾ ❺

''بیشک ہم تم کو اللہ کے چہرے یعنی اس کی مرضی کے لیے کھلاتے ہیں۔''

﴿ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ﴾ ❻

''ہر چیز اس کے چہرے کے سوا ہلاک ہو جانے والی ہے۔''

﴿ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ﴾ ❼

''اس کی مرضی کو تلاش کرتے ہوئے۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی جا بجا خدا کے لیے وجہ (چہرہ) کا لفظ استعمال کیا ہے، چنانچہ ابوداؤد میں ہے آپ اکثر اپنی دعاؤں میں فرماتے تھے:

((أَعُوْذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَبِوَجْهِهِ الْكَرِيْمِ وَسُلْطَانِهِ الْقَدِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ)) ❽

''میں عظمت والے اللہ، اس کے عذاب والے چہرے اور اس کی قدیم سلطنت

---

❶ ۳۰/الروم:۳۹۔ ❷ ۹۲/الیل:۲۰۔ ❸ ۲/البقرة:۲۷۲۔ ❹ ۱۳/الرعد:۲۲۔
❺ ۷۶/الدهر:۹۔ ❻ ۲۸/القصص:۸۸۔
❼ ٦/الانعام:۵۲؛ ۱۸/الکهف:۲۸۔ ❽ سنن ابی داود، کتاب الصلاة، باب ما یقول الرجل عند دخوله المسجد، ح:٤٦٦۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کی پناہ کا طلب گار ہوں شیطان مردود سے۔''

آپ یہ دعا بھی فرمایا کرتے تھے:

((أَسْأَلُكَ لَذَّةَ النَّظَرِ إِلَى وَجْهِكَ وَالشَّوْقَ إِلَى لِقَائِكَ)) [1]

''میں تیرے چہرے کی طرف دیکھ کر لذت حاصل کرنے اور تیری ملاقات کا شوق پیدا کرنے کی تجھ سے درخواست کرتا ہوں۔''

اس قسم کی بیسیوں حدیثیں موجود ہیں جن میں چہرہ کا ذکر ہے، مگر طوالت کے خوف سے ان تمام کو یہاں پیش نہیں کیا جا سکتا۔ قرآن مجید میں کئی جگہ خدا کی آنکھ کا بھی ذکر ہے جیسے:

﴿ وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِأَعْيُنِنَا ﴾ [2]

''اور تم کشتی کو ہماری آنکھوں کے سامنے بناؤ۔''

﴿ أَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ بِأَعْيُنِنَا ﴾ [3]

''یہ کہ تم کشتی کو ہماری آنکھوں کے سامنے بناؤ۔''

﴿ وَلِتُصْنَعَ عَلَىٰ عَيْنِي ﴾ [4]

''اور تا کہ تم میری آنکھوں کے سامنے پرورش پاؤ۔''

﴿ وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا ﴾ [5]

''اور تو اپنے پروردگار کے حکم پر صبر کر پس تو بے شک ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔''

﴿ تَجْرِي بِأَعْيُنِنَا ﴾ [6]

''(نوح کی کشتی) ہماری آنکھوں کے سامنے چل رہی تھی۔''

صحیح حدیث میں ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

---

[1] سنن نسائی، کتاب الصلاۃ، باب نوع آخر: ۱۳۰۶، ۱۳۰۷۔

[2] ۱۱/هود:۳۷۔ [3] ۲۳/المومنون:۲۷۔ [4] ۲۰/طٰہٰ:۳۹۔

[5] ۵۲/الطور:۴۸۔ [6] ۵۴/القمر:۱۴۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



((إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا قَامَ فِي الصَّلٰوةِ فَإِنَّمَا هُوَ بَيْنَ عَيْنَيِ الرَّحْمٰنِ)) [1]

''بے شک بندہ جب نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو گویا خدا کی آنکھوں کے سامنے کھڑا ہوتا ہے۔''

آپ نے دجال سے ڈراتے ہوئے فرمایا کہ وہ کانا ہوگا اور خدا کانا نہیں ہے۔

((إِنَّ رَبَّكُمْ لَيْسَ بِأَعْوَرَ)) [2]

''بے شک تمہارا پروردگار کانا نہیں ہے۔''

اسی طرح ہاتھ کے متعلق بھی قرآن مجید میں کئی آیتیں آئی ہیں جیسے:

﴿يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ۚ﴾ [3]

''اللہ کا ہاتھ ان سب کے ہاتھوں کے اوپر ہے۔''

﴿وَ قَالَتِ الْيَهُوْدُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ ؕ﴾ [4]

''اور یہود نے کہا اللہ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے۔''

﴿بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ ۙ﴾ [5]

''بلکہ اس کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں۔''

﴿اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ ۚ﴾ [6]

''بے شک فضل اللہ کے ہاتھ میں ہے۔''

﴿وَ اَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ﴾ [7]

''اور بے شک فضل اللہ کے ہاتھ میں ہے۔''

﴿اَوَ لَمْ يَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ اَيْدِيْنَاۤ اَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مٰلِكُوْنَ ۝﴾ [8]

''کیا وہ یہ نہیں دیکھتے کہ ہم نے ان کے لیے چوپائے پیدا کیے جن کو ہمارے

---

[1] تعظيم قدر الصلاة، لمحمد بن نصر المروزي، ح: ١٢٩؛ سلسلة الاحاديث الضعيفة، ح: ١٠٢٤۔ [2] صحيح بخاري، كتاب المغازي، باب حجة الوداع، ح: ٤٤٠٢؛ صحيح مسلم، ح: ٢٩٣٣ (٧٣٦٣)۔ [3] ٤٨/الفتح: ١٠۔
[4] ٥/المائدة: ٦٤۔ [5] ٥/المائدة: ٦٤۔ [6] ٣/آل عمران: ٧٣۔
[7] ٥٧/الحديد: ٢٩۔ [8] ٣٦/يٰسٓ: ٧١۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہاتھوں نے بنایا پس وہ ان کے مالک بنے ہوئے ہیں۔''

﴿ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ ﴾ [1]

''تجھ کو کس چیز نے اس شخص کے سامنے جس کو میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے بنایا سجدہ کرنے سے روکا۔''

﴿ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ۭ اِنَّكَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾ [2]

''تیرے ہی ہاتھ میں ساری بھلائی ہے بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔''

﴿ فَسُبْحٰنَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ ﴾ [3]

''پس وہ ذات پاک ہے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی بادشاہت ہے۔''

﴿ تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ ﴾ [4]

''بابرکت ہے وہ ذات پاک ہے جس کے ہاتھ میں بادشاہت ہے۔''

بعض جگہوں پر لفظ ''ید'' کی بجائے ''یمین'' (سیدھے ہاتھ) کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جیسے:

﴿ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ ۭ ﴾ [5]

''اور تمام آسمان اس کے سیدھے ہاتھ سے لپیٹے جائیں گے۔''

﴿ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ ۝ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ۝ ﴾ [6]

''اور اگر ہم پر بعض باتیں جھوٹ بولے تو البتہ ہم اس کو سیدھے ہاتھ سے پکڑ لیں گے۔''

حدیثوں میں ہاتھ کے لیے ''ید''، ''یمین'' اور ''کف'' وغیرہ کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔ جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((ان الله تبارك و تعالىٰ خمر طينة ادم عليه السلام اربعين يوما ثم ضرب بيده فيها فما كان من طيب خرج بيمينه وما كان من

---

[1] ۳۸/صٓ:۷۵۔ [2] ۳/آل عمران:۲۶۔ [3] ۳۶/یٰسٓ:۸۳۔

[4] ۶۷/الملك:۱۔ [5] ۳۹/الزمر:۶۷۔ [6] ۶۹/الحاقة:۴۴۔۴۵۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



خبيث خرج بيده الاخرى ثم خلطه)) [1]

''بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ آدم کی مٹی کو چالیس دن گوندھا رہا پھر اس میں ہاتھ مارا، پس جو بھی اچھی تھی اس کو اپنے سیدھے ہاتھ سے نکالا اور جو بری تھی اس کو اپنے دوسرے ہاتھ سے نکالا پھر ان دونوں کو ملایا۔''

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((ما تصدق احد بصدقة من طيب الا اخذها الرحمٰن بيمينه وان كانت تمره فتربو في كف الرحمٰن حتى تكون اعظم من الجبل كما يربي احدكم فلوه او فصيله)) [2]

''کوئی شخص کوئی اچھا صدقہ نہیں کرتا ہے مگر خدا اس کو اپنے سیدھے ہاتھ میں لے لیتا ہے، اگرچہ وہ ایک کھجور ہی کیوں نہ ہو، تو وہ خدا کی ہتھیلی میں بڑھتی ہی رہتی ہے یہاں تک کہ وہ پہاڑ سے بھی بڑی ہو جاتی ہے، جس طرح تم میں سے کوئی اپنے اونٹ یا گائے کے بچھڑے کی پرورش کرتا رہتا ہے۔''

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اکثر منبر پر یہ اشعار پڑھا کرتے تھے:

خَفِّضْ عَلَيْكَ فَإِنَّ الْأُمُوْرَ
بِكَفِّ الْإِلٰهِ مَقَادِيْرُهَا

غم کو اپنے اوپر ہلکا کر کیونکہ تمام امور کی تقدیر اللہ ہی کے ہاتھ ہے۔

فَلَيْسَ بِآتِيْكَ مَنْهِيُّهَا
وَلَا قَاصِرٌ عَنْكَ مَأْمُوْرُهَا [3]

پس جو کچھ تجھ سے روک دی جا چکی ہے وہ تجھے پیش آنے والی نہیں ہے اور جس کا حکم ہو چکا ہے ضرور آ کر رہے گی۔

حدیثوں میں اصابع (انگلیاں) ساعد (بازو) ذراع (ہاتھ) کے الفاظ بھی استعمال

---

[1] الأسماء والصفات للبيهقي: ح: ٧١٦۔ [2] صحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب قبول الصدقة من الكسب الطيب وتربيتها: ١٠١٤ (٢٣٤٢)

[3] الأسماء والصفات للبيهقي، ح: ٧٢٨۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کیے گئے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((ان قلب ابن آدم بين اصبعين من اصابع الرحمٰن ان شاء اقامه وان شاء ازاغه)) ❶

''بے شک ابن آدم کا دل رحمٰن کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہے اگر وہ چاہے تو اس کو قائم رکھ سکتا ہے اور اگر چاہے تو اس میں کجی پیدا کر سکتا ہے۔''

جنب (پہلو) کے متعلق قرآن مجید میں یہ آیت ہے:

﴿ اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ يّٰحَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ فِيْ جَنْۢبِ اللّٰهِ ﴾ ❷

''اس وقت نفس یہ کہے گا اے کاش! میری اس تقصیر پر جو اللہ کے بارے میں مجھ سے سرزد ہوئی ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے کئی جگہ اپنے لیے نفس کا لفظ بھی استعمال کیا ہے جیسے:

﴿ وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِيْ ﴾ ❸

''اور میں نے تجھ کو اپنے نفس کے لیے منتخب کر لیا۔''

﴿ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ﴾ ❹

''اور اللہ تم کو اپنے نفس سے ڈراتا ہے۔''

﴿ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ﴾ ❺

''تمہارے پروردگار نے اپنے نفس کے اوپر رحمت لکھ دی ہے۔''

حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے دن خدا سے عرض کریں گے۔''

﴿ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ ﴾ ❻

''تو جانتا ہے جو کچھ میرے نفس میں ہے اور میں نہیں جانتا جو کچھ تیرے نفس میں ہے۔''

ساق (پنڈلی) کے متعلق قرآن مجید میں یہ آیت ہے:

---

❶ سنن ابن ماجه، المقدمة، باب فی ما انكرت الجهمية: ١٩٩؛ المعجم الكبير للطبرانی: ٢٣/ ٣٦٦۔ ❷ ٣٩/الزمر:٥٦۔ ❸ ٢٠/طٰہٰ:٤١۔
❹ ٣/آل عمران:٢٨۔ ❺ ٦/الانعام:٥٤۔ ❻ ٥/المائدة:١١٦۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



﴿ يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّيُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُوْدِ ﴾ ❶

''اور جس دن کو پنڈلی کھولی جائے گی اور لوگ سجدہ کرنے کیلئے بلائے جائیں گے۔''

حدیثوں میں اللہ تعالیٰ کے لیے قدم (پیر) اور رجل (پاؤں) کا لفظ بھی استعمال کیا گیا ہے۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

((لا تزال جهنم تقول هل من مزيد حتى تضع رب العزة فيها قدمه فتقول قط قط وعزتك)) ❷

''جہنم ہمیشہ یہ کہتی رہے گی اور کچھ اور کچھ حتی کہ رب العزۃ اس میں اپنا پیر رکھے گا تو وہ کہنے لگے گی بس بس اور تیری عزت کی قسم۔''

دوسری روایت میں قدمہ کی جگہ رجلہ بھی ہے۔

حدیثوں میں اللہ کے لیے ذات کا لفظ بھی استعمال ہوا ہے، جیسے آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

((لم يكذب ابراهيم قط الا ثلاث كذبات اثنتين فى ذات الله قوله انى سقيم وقوله بل فعله كبيرهم هذا وواحدة فى شان سارة انك اختى)) ❸

''حضرت ابراہیم نے صرف تین مرتبہ جھوٹ کہا، دو خدا کی ذات کے بارے میں، ان کا یہ کہنا کہ میں بیمار ہوں اور ان کا یہ کہنا کہ اس کو بڑے بت نے کہا اور ایک سارہ کی شان میں کہ تو میری بہن ہے۔''

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے مشہور شعر ہیں:

وَلَسْتُ أُبَالِي حِيْنَ أُقْتَلُ مُسْلِمًا
عَلَى أَيِّ شِقٍّ كَانَ لِلّٰهِ مَصْرَعِيْ

---

❶ ٦٨/القلم:٤٢۔ ❷ صحيح بخارى، كتاب الأيمان والنذور، باب الحلف بعزة الله.....، ح: ٦٦٦١۔ ❸ صحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب من فضائل ابراهيم الخليل ﷺ: ٢٣٧١ (٦١٤٥)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اور میں کچھ پروانہیں کرتا جبکہ میں مسلمان قتل ہو رہا ہوں کہ کس پہلو پر خدا کی راہ میں میرا گرنا ہے۔

وَذَالِكَ فِي ذَاتِ الْإِلٰهِ وَإِنْ يَشَاءْ
يُبَارِكْ عَلَى أَوْصَالِ شِلْوٍ مُمَزَّعِ [1]

اور یہ اللہ کی ذات کے بارے میں ہے اور اگر وہ چاہے تو ٹکڑے ٹکڑے کیے ہوئے جوڑوں پر برکت دے سکتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے:

تَفَكَّرُوْا فِي كُلِّ شَيْءٍ وَلَا تَفَكَّرُوْا فِي ذَاتِ اللّٰهِ۔ [2]

ہر چیز میں غور کرو مگر اللہ کی ذات میں غور نہ کرو۔

حدیثوں میں یہ بھی آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو اپنی صورت ☆ پر پیدا کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اذا ضرب احدكم فليجتنب الوجه فان اللّٰه خلق آدم على صورته)) [3]

''جب تم میں سے کوئی کسی کو مارے تو چہرے پر مارنے سے پرہیز کرے کیونکہ اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔''

اللہ تعالیٰ اس دنیا میں کسی کو نظر نہیں آتا مگر وہ قیامت کے دن لوگوں کو اسی طرح نظر آئے گا، جس طرح چاند لوگوں کو نظر آتا ہے اور اس کو دیکھنے سے لوگوں کو کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔

---

[1] صحيح بخاري، كتاب التوحيد، باب ما يذكر في الذات والنعوت.....، ح: ٧٤٠٢۔ [2] الأسماء والصفات للبيهقي، ح: ٦١٨۔

☆ ''علی صورتہ'' سے مراد ''اللہ کا چہرہ'' نہیں بلکہ ''آدم علیہ السلام کا چہرہ'' ہے گویا مکمل حدیث کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ ''اگر تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی سے لڑے تو (اس کے) چہرے پر نہ مارے کیونکہ اللہ نے آدم (علیہ السلام) کو اس (شخص) کی صورت پر پیدا کیا ہے۔ (صحیح مسلم: ٢٦١٢) تفصیل کے لیے دیکھئے (کتاب التوحید لابن خزیمة: ٣٧، ٣٨) نیز دیکھئے: فتاویٰ علمیہ الشیخ زبیر علی زئی: ١/ ١٧٦، ١٧٧)

[3] مسند احمد: ١٢/٢٧٥، ح: ٧٣٢٣، صحيح ابن حبان: ٥٦٠٥۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



قرآن مجید اور حدیث میں کئی جگہ اس کا بھی ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ اچھے کاموں سے خوش ہوتا ہے اور برے کاموں سے نفرت کرتا ہے وہ غضبناک بھی ہوتا ہے اور تائب بندوں سے راضی بھی ہوتا جاتا ہے، وہ ہنستا بھی ہے فرحت وسرور بھی ظاہر کرتا ہے۔ اگر ان سب کی مثالوں کو جمع کیا جائے تو اچھی خاصی کتاب ہو جائے۔

## مماثلت کی نفی

اللہ تعالیٰ نے اپنے ان تمام اسماء وصفات کو بیان کرنے کے ساتھ ساتھ ایک جامع اور مانع بات بتادی اور فرمایا:

﴿لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ﴾ [1]

''اس کے مانند کوئی چیز نہیں ہے۔''

اس کے معنی یہ ہیں کہ اگر چہ دوسرے لوگ خدا کی ان صفات میں اشتراک تو رکھتے ہیں، مگر بندوں کی صفات وصفِ کمال کی حیثیت سے خدا کی صفات کی برابری نہیں کرسکتیں، اس آیت سے اس مماثلت کی پوری نفی ہو جاتی ہے، جو اللہ اور ماسوائے اللہ کے درمیان ہوسکتی ہے۔

## عقائد میں اختلاف اور اس کی نوعیت

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جس طرح اپنی ذاتی وفعلی صفات کو پیش کیا اور آنحضرت ﷺ نے ان کی جس طرح تعبیر کی، اس کو آپ کے ساتھیوں نے بلا چون و چرا تسلیم کیا اور ان کو اسی طرح سمجھا جس طرح آج ایک خالی الذہن آدمی اس کے معانی سمجھ سکتا ہے، آنحضرت ﷺ کے ابتدائی ساتھی عرب تھے اور وہ اہل زبان تھے، اس لیے قرآن مجید کے ٹھیک ٹھیک سمجھنے میں ان سے کوئی غلطی نہیں ہوسکتی تھی۔ اور قرآن مجید کی کسی آیت میں تاویل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں پڑسکتی تھی، لیکن جیسے جیسے ایرانی، شامی، رومی، اور مصری اپنے فلسفیانہ اور متکلمانہ دل ودماغ کو لے کر اسلام کے حلقے میں داخل ہوتے گئے، قرآن مجید کے پیش کیے ہوئے سیدھے سادے عقائد کو وہ اپنے عقلی میزان پر بھی تولنے لگے، انہوں نے سوچنا شروع کیا کہ خدا عادل اور منصف ہے۔ وہ وہی کرسکتا ہے، جو بندوں کے حق میں بہتر ہو، وہ جس کو چاہے

---

[1] ٤٢/الشوری:١١۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہدایت نہیں دے سکتا اور جس کو چاہے گمراہ نہیں کر سکتا، اگر وہ ایسا کرے گا تو ظالم ہوگا، انسان مجبور محض نہیں ہے، وہ اپنے تمام اعمال کا ذمہ دار ہے، اللہ تعالیٰ جبراً کسی کو مسلمان اور کسی کو کافر نہیں بنا سکتا۔ اس طرح انہوں نے قضاء قدر اور مشیت الٰہی کا انکار کیا، اور خیر و شر اور حسن و قبح عقلی کے مسائل پر بحثیں شروع کر دیں۔ اس سلسلہ میں یہ بحث بھی شروع ہوگئی کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب کافر ہے یا نہیں بعض کا خیال تھا کہ کافر نہیں ہے اور بعض نے کہا کافر ہے اور بعض کا یہ خیال تھا کہ وہ نہ کافر ہے اور نہ مومن ہے اس کا درجہ ایمان اور کفر کے درمیان ہے۔

انہوں نے یہ بھی سوچنا شروع کیا کہ خدا ایک ہے اور اس کو ہر حیثیت سے ایک ہی ہونا چاہیے اس سلسلے میں یہ بحث بھی چھڑ گئی کہ آیا صفات الٰہی ذات الٰہی کا عین ہیں یا اس کا غیر ہیں اگر اس کی ذات کا عین ہیں تو پھر صفات کے الگ ماننے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور اگر اس کا غیر ہیں تو بیک وقت کئی خداؤں کا ماننا لازم آتا ہے اور چونکہ صفات کا ظہور اشیاء کے ظہور میں آنے کے بعد ہوتا ہے اس لیے صفات حادث قرار پاتے ہیں اور ماقام به الحوادث فهو حادث (جس کے ساتھ حوادث قائم ہوں وہ بھی حادث ہے) کے اصول کی بنا پر اگر صفات کو مان لیں تو خدا محل حوادث ہو جاتا ہے اور خود بھی حادث قرار پاتا ہے۔

ان کا یہ خیال تھا کہ اگر قرآن مجید کے الفاظ وجہ (چہرہ) عین (آنکھ) ید (ہاتھ) یمین (سیدھا ہاتھ) جنب (پہلو)، نفس، ساق (پنڈلی) وغیرہ کے حقیقی معنیٰ مراد لیے جائیں تو اس کی وجہ سے خدا کی جسمیت لازم آتی ہے اور چونکہ ہر جسم حادث ہوتا ہے، اس لیے ان مذکورہ بالا الفاظ کے حقیقی معنیٰ مراد لینے کی صورت میں خدا بھی حادث ہو جاتا ہے اس بنا پر ان لوگوں نے ہر ایک لفظ کی جا و بیجا تاویل شروع کر دی اور یہ کہنا شروع کیا کہ وجہ کے معنیٰ مرضی، عین کے علم، ید کے معنیٰ قدرت وغیرہ کے ہیں، ان کی یہ تاویلیں بعض جگہ تو ٹھیک بیٹھ جاتی ہیں مگر بعض جگہ ٹھیک نہیں ہوتیں۔

انہوں نے یہ بھی سوچنا شروع کیا کہ اگر استویٰ کے معنیٰ استقرار (جگہ پانے) کے لیں تو گویا خدا عرش کا محتاج ہو جاتا ہے اور جو کسی کا محتاج ہو وہ قدیم نہیں ہو سکتا۔ اس لیے استویٰ کی تاویل کی اور یہ کہنا شروع کیا کہ استویٰ کے معنیٰ استقر کے نہیں ہیں، بلکہ استولیٰ (قبضہ کیا)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ہیں جو کسی حال میں بھی ان آیتوں میں ٹھیک نہیں بیٹھتا اس نئی تاویل کی صحت پر انہوں نے ایک عربی شعر سے جو مشہور شاعر اخطل کی طرف منسوب کیا جاتا ہے استدلال کیا۔

قَدِ اسْتَوَى بِشْرٌ عَلَى الْعِرَاقِ
مِنْ غَيْرِ سَيْفٍ وَ دَمٍ مُهْرَاقِ

بے شک بشر (بن مروان) نے عراق پر کسی تلوار اور خون بہانے کے بغیر قبضہ کر لیا۔

پہلے تو اس شعر میں استویٰ کے معنیٰ استولیٰ کے لیے ضروری نہیں ہیں، استقر ہی کے لیے جا سکتے ہیں، دوسرے یہ کہ قرآن مجید میں استویٰ کے جو معانی بیان کیے گئے ہیں اس کے مقابلے میں اس شعر سے استدلال ٹھیک نہیں ہو سکتا، اس لیے جب حضرت امام مالک سے استویٰ کا معنیٰ پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:

أَلْإِسْتِوَاءُ مَعْلُوْمٌ وَالْكَيْفُ مَجْهُوْلٌ وَالْإِيْمَانُ بِهِ وَاجِبٌ وَالسُّؤَالُ عَنْهُ بِدْعَةٌ۔ [1]

استواء کے معنی معلوم ہیں لیکن اس کی کیفیت مجہول ہے اس پر ایمان لانا واجب ہے اور اس کے متعلق کسی قسم کا سوال کرنا بدعت ہے۔

جب صفات الٰہی کا انکار کیا گیا تو لامحالہ اس کی ایک اہم صفت کلام کا بھی انکار کرنا پڑا، اور پھر ﴿كَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا﴾ کے معنی یہ بیان کیے جانے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے درحقیقت حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کوئی بات چیت نہیں کی، بلکہ اللہ نے آواز کو ہوا میں پیدا کیا اور حضرت موسیٰ نے درخت سے آواز سنی، اس خلط مبحث میں پڑنے کے بعد ان لوگوں نے یہ دعویٰ کرنا شروع کیا کہ خدا خود کلام نہیں کرتا، بلکہ وہ آواز کو دوسری چیزوں میں پیدا کرتا ہے انبیاء اس آواز کو سنتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ وہ خدا کی آواز ہے اور جب یہ بحث کچھ آگے بڑھی تو خلق قرآن کا مسئلہ پیدا ہوا۔ ان لوگوں کا طرز فکر یہ تھا کہ قرآن مجید صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اترا، آپ سے پہلے اس کا کوئی وجود نہیں تھا۔ وہ ایک بامعنی عبارت ہے اور عبارت جملوں سے اور

---

[1] الاسماء والصفات للبيهقي: ٨٦٧۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



جملے الفاظ سے اور الفاظ حروف سے مرکب ہیں، اور حروف کی یہ ترتیب اور شکل وصورت قدیم سے موجود نہیں تھی۔ بعد کو پیدا ہوئی، اس لحاظ سے سارا قرآن مجید مخلوق ٹھہرا، اس کے علاوہ قرآن مجید میں بہت سے اشخاص اقوام اور واقعات کا ذکر ہے جن کا وجود مختلف زمانوں میں تھا، اس لیے سارا قرآن مجید مخلوق اور حادث قرار پایا اور جب ان سے دلیل کا مطالبہ کیا گیا تو انہوں نے قرآن مجید کی بعض آیتوں کو پیش کرنا شروع کیا جیسے:

﴿ اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ﴾ [1]

''اللہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے۔''

﴿ قُلْ اَيُّ شَيْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً ۭ قُلِ اللّٰهُ ۙ شَهِيْدٌۢ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ﴾ [2]

''اے پیغمبر کہہ دے کون سی چیز سب سے بڑی گواہ ہے کہہ دے اللہ میرے اور تمہارے درمیان گواہ ہے۔''

﴿ اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا ﴾ [3]

''ہم نے اس کو عربی قرآن بنایا۔''

یہاں جَعَلْنَاهُ کے معنی خَلَقْنَاهُ کے قرار دیتے تھے حالانکہ ہر جگہ یہ معنی صادق نہیں آسکتے تھے۔

جب یہ بحث اور آگے بڑھی تو خود اہل سنت والجماعت میں اس مسئلہ پر اختلاف پیدا ہوگیا کہ انبیاء نے خدا کا جو کلام سنا وہ کلام لفظی ہے یا کلام نفسی، ظاہر ہے کلام لفظی الفاظ اور حروف سے مرکب ہوتا ہے اور چونکہ الفاظ اور حروف حادث ہیں اس لیے کلام لفظی بھی حادث ہوجاتا ہے اور چونکہ حادث کا قیام خدا کے ساتھ نہیں ہوسکتا اس لیے اس سے کلام لفظی کا صدور نہیں ہوسکتا، اس لحاظ سے انبیاء نے جو کلام سنا وہ کلام نفسی ہی ہوسکتا ہے جو الفاظ اور حروف سے بالکل عاری ہوتا ہے، اس کے دوسرے معنی یہ ہوگئے کہ قرآن مجید کے صرف معانی خدا کے ہیں اور الفاظ اور حروف آنحضرت ﷺ کے ہیں، حالانکہ قرآن مجید صراحۃً اس عقیدے کا سخت مخالف ہے وہ تو قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ کا ایسا کلام بتاتا ہے جو دوسروں کو بھی سنائی دے

---

[1] ۳۹/الزمر:۶۲۔ [2] ۶/الانعام:۱۹۔ [3] ۴۳/الزخرف:۳۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


سکتا ہے چنانچہ سورۂ توبہ میں ہے۔

﴿ وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ ﴾ [1]

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ اللہ کا یہ کلام لفظی ہے کلام نفسی نہیں ہے اس قسم کی کج بحثی سے قرآن مجید کی عظمت و برتری کو ایک زبردست دھچکا لگنے والا تھا، اگر متبعین قرآن و سنت اس قسم کی عقلی قیاس آرائیوں اور کج بحثیوں کے سامنے سر جھکا دیتے تو قرآن مجید کی حیثیت محض ایک انسان کی بنائی ہوئی کتاب کی ہو جاتی جیسا کہ تورات وانجیل وغیرہ کی اصل کے کھو جانے کی وجہ سے آج ان کی حالت ہوگئی ہے۔ متبعین کتاب وسنت نے اس خطرے کو پوری طرح محسوس کیا اور ہر قدم پر اس قسم کی غلط قیاس آرائیوں اور عقلی کج بحثیوں کی سخت ترین مخالفت شروع کر دی، جس کی وجہ سے انہیں قید و بند اور رنج ومحن کی صبر آزما مصیبتیں برداشت کرنا پڑیں۔

## کج بحثیوں کی ابتدا

صحابہ کرام ہی کے زمانے میں اس قسم کی کج بحثیوں کی ابتداء ہو چکی تھی، بعض لوگ تقدیر کا انکار کرنے لگے تھے، صحابۂ کرام تقدیر کے مسئلے پر شدت کے ساتھ یقین رکھتے تھے، طاؤس یمانی کا بیان ہے کہ میں نے متعدد صحابہ سے ملاقات کی، سب کا یہی خیال تھا کہ تمام چیزیں تقدیر سے وجود میں آئی ہیں۔ [2] ابن دیلمی کہتے ہیں کہ میرے دل میں مسئلہ تقدیر کے متعلق خدشہ پیدا ہوا، میں نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے اس کا تذکرہ کیا، آپ نے فرمایا: اگر تم خدا کی راہ میں اُحد کے پہاڑ کے برابر بھی سونا دو تو خدائے تعالیٰ اس وقت تک اس کو قبول نہیں کر سکتا جب تک تم تقدیر پر ایمان نہ لاؤ، اگر تم کو اس حالت میں موت آجائے تو تم جہنم میں داخل ہو گے، ابن دیلمی نے حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت حذیفہ بن الیمان اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم وغیرہ سے اس کا تذکرہ کیا تو انہوں نے بھی یہی خیال ظاہر کیا۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوحفصہ رضی اللہ عنہ کو نصیحت کی اور فرمایا: بیٹے تم کو اس

---

[1] ۹/التوبة: ٦۔ [2] صحيح مسلم، كتاب القدر، باب كل شيء بقدر، ح: ٢٦٥٥ (٦٧٥١)، مسند احمد: ١٠/١٣٣، ح: ٥٨٩٣۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وقت تک ایمان کی حقیقی لذت نہ ملے گی جب تک کہ تم کو یہ یقین نہ ہو کہ جو کچھ ہوا اس کا ہونا لازمی تھا اور جو کچھ نہیں ہوا اس کا نہ ہونا ضروری تھا۔ [1] اسی بنا پر جب کوئی مسئلہ تقدیر کا انکار کرتا تو صحابہ کرام سختی کے ساتھ اس کی مخالفت کرتے اور اس سے اپنی برأت ظاہر کرتے تھے۔ چنانچہ جب یحییٰ بن یعمر اور حمید بن عبدالرحمٰن نے حج کے سفر میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ سنایا کہ کچھ مسلمان تقدیر کا انکار کر رہے ہیں تو آپ نے صاف طور پر فرمایا کہ ان سے ملنا تو یہ کہہ دینا کہ میں ان سے الگ ہوں اور وہ مجھ سے الگ ہیں، خدا کی قسم! اگر وہ احد کے پہاڑ کے برابر بھی سونا خیرات کر دیں اور تقدیر سے انکار کریں تو ہرگز خدا ان کی خیرات کو قبول نہیں کرے گا۔ [2]

## معبد الجہنی

تقدیر کے انکار کرنے والوں میں سب سے زیادہ معروف و مشہور نام معبد الجہنی کا ہے، وہ بصرہ میں رہتا تھا۔ اور اعلانیہ بنی امیہ کی خلافت کا منکر تھا۔ اس بنا پر حجاج بن یوسف ثقفی نے ۸۰ھ میں اس کو قتل کروا دیا۔

## غیلان الدمشقی

معبد الجہنی کے بعد ابو مروان غیلان بن مروان الدمشقی نے اس مسئلہ کا پرچار شروع کیا اور حکومت وقت کی پرزور مخالفت شروع کی، جس کی بنا پر اموی خلیفہ ہشام بن عبدالملک نے ۱۲۵ھ میں اس کو قتل کروا دیا۔

## جعد ابن درہم

سب سے پہلا شخص جس نے صفات الٰہی کا انکار کیا اور قرآن مجید کے مخلوق ہونے کا نظریہ پیش کیا وہ جعد بن درہم تھا، وہ ابان سمعان کا شاگرد تھا، جس نے لبید بن اعصم یہودی کے بھانجے اور داماد طالوت سے تعلیم حاصل کی تھی، یہ لبید بن اعصم وہی شخص تھا جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا تھا، کہا جاتا ہے کہ لبید نے یمن کے ایک یہودی سے علم حاصل کیا

---

[1] ابوداود، کتاب السنة، باب فی القدر: ٤٦٩٩۔

[2] صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان الایمان والاسلام.....ح: ٨ (٩٣)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



تھا، اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ جعد بن درہم پر یہودی خیالات کا کتنا بڑا اثر ہوگیا تھا، امام ابن تیمیہ نے لکھا ہے کہ جعد بن درہم اصل میں حران کا رہنے والا تھا اور اس نے وہاں کے ستارہ پرست صابی فلاسفہ سے تعلیم حاصل کی تھی۔ [1]

جعد بن درہم دمشق آ کر بس گیا تھا، حافظ ابن کثیر نے ابن عساکر کی تاریخ کی حوالے سے کہا ہے کہ جعد اکثر وہب بن منبہ (المتوفی: ۱۱۰ھ) کی خدمت میں آیا کرتا تھا اور اُن سے صفاتِ الٰہی کے مسئلہ پر بحث کیا کرتا تھا، ایک دن وہب نے کہا: اے جعد! تو ہلاک ہو، اس سوال کو بار بار اٹھایا نہ کر، میں سمجھتا ہوں کہ تو اسی میں ہلاک ہوگا، پھر کہا اگر اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں ہم سے یہ کہتا کہ اس کے ہاتھ نہیں ہیں تو ہم بھی یہ کہہ دیتے کہ اس کے ہاتھ نہیں ہیں اور اگر ہم سے یہ کہتا کہ اس کی آنکھیں نہیں ہیں تو ہم بھی یہ کہہ دیتے کہ اس کی آنکھیں نہیں ہیں، اور اگر ہم سے یہ کہتا کہ اس کے لیے نفس نہیں ہے تو ہم بھی کہہ دیتے کہ اس کے لیے نفس نہیں ہے اور اگر ہم سے یہ کہتا کہ اس کے کان نہیں ہیں تو ہم بھی کہہ دیتے کہ اس کے کان نہیں ہیں، وہب ابن منبہ نے دوسری صفاتِ الٰہی کے متعلق بھی اسی قسم کا الزامی جواب دیا۔ [2]

جب اس کی اس بحث کا ہر طرف چرچا ہوا اور علما کی طرف سے اس کی سخت مخالفت ہونے لگی تو جعد بن درہم دمشق کو فہ چلا گیا جو اس زمانے میں شیعی تحریک کا ایک زبردست مرکز بن چکا تھا، وہاں سے وہ واسط چلا گیا، یہاں کے عامل خالد بن عبداللہ القسری نے اس کو گرفتار کیا اور ٹھیک بقرعید کے دن ۱۲۵ھ میں اس کو قتل کر دیا۔

## جہم بن صفوان

جعد بن درہم کے قتل ہوجانے کی وجہ سے یہ فتنہ دب نہیں گیا، بلکہ اس کے شاگرد جہم بن صفوان نے ان خیالات کی زوردار تبلیغ شروع کی، یہ شخص اصل میں خزر کا رہنے والا تھا، بعض کہتے ہیں کہ وہ ترمذ کا تھا، اور بلخ میں سکونت اختیار کی تھی، کہا جاتا ہے کہ وہ عموماً مقاتل بن سلیمان کی مسجد میں نماز پڑھا کرتا تھا اور اکثر ان سے مناظرہ بھی کیا کرتا تھا، جب لوگوں نے اس کے ان فاسد خیالات کو سنا تو اس کے خلاف شورش شروع کر دی، وہ بلخ سے ترمذ اور ترمذ

---

[1] مجموعة الرسائل الكبرى ۱/ ۴۲۵۔ [2] البداية والنهاية: ۹/ ۳۵۰۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



سے مرو چلا گیا، جب حارث بن سُریج نے بنی امیہ کے خلاف بغاوت اختیار کی تو جہم بن صفوان بھی اس کے ساتھ مل گیا، ان دونوں نے خراسان کے عامل نصر بن سیار کو اپنے ساتھ ملا لینے کی کوشش کی، جب وہ ساتھ دینے پر آمادہ نہ ہوا تو جہم بن صفوان نے مسجدوں میں اور سڑکوں پر حارث بن سُریج کی تعریف وتوصیف شروع کر دی اور بہت سے لوگوں کو اپنا ہم خیال بنالیا، یہ دیکھ کر نصر بن سیار نے ان دونوں کے خلاف ایک زبردست فوج روانہ کی، کہا جاتا ہے کہ اس لڑائی میں جو ۱۲۸ھ میں پیش آئی کسی نے جہم کے منہ پر اس زور کا نیزہ مارا کہ وہ ہلاک ہو گیا، بعض کہتے ہیں کہ وہ گرفتار ہو کر امیر سلم بن اعوز المازنی کے سامنے پیش کیا گیا اور اس نے اس کو قتل کر دیا۔

## مسلک اعتزال

اسی زمانے میں فتنۂ اعتزال پیدا ہوا، جس کا بانی واصل بن عطاء (المتوفی: ۱۳۱ھ) تھا یہ شخص حضرت امام حسن بصری کا شاگرد تھا اور اپنے دور کا بہترین خطیب، متکلم اور مناظر تھا، جب ایک مرتبہ امام حسن بصری کی درسگاہ میں اس مسئلہ پر بحث ہوئی کہ آیا گناہِ کبیرہ کا مرتکب کافر ہے یا نہیں تو واصل نے کہا کہ وہ نہ تو کافر ہے اور نہ مسلمان۔ وہ ایمان اور کفر کے درمیان کا درجہ رکھتا ہے، امام حسن بصری نے اس کو اپنی مجلس سے اٹھوا دیا۔ اُس نے بصرے کی جامع مسجد ہی میں اپنا الگ حلقۂ درس قائم کیا، حضرت امام حسن بصری کے حلقۂ درس سے الگ ہو جانے کی وجہ سے لوگوں نے اس کو معتزلی کہنا شروع کیا اور اس وقت سے اس کے مسلک کا نام مسلک اعتزال اور اس کے پیروؤں کا نام معتزلہ پڑ گیا، اس مسلک کے ماننے والوں میں بہت سے قابل اشخاص گزرے ہیں، ھیاج بن علاء السلمی۔ بشر بن غیاث المریسی (المتوفی: ۲۱۸ھ) قاضی احمد بن ابی داؤد (المتوفی: ۲۴۱ھ) یحییٰ بن مبارک زبیدی، ثمامہ ابن الشرس بصری (المتوفی: ۲۱۳ھ)، ابو الہذیل العلاف (المتوفی: ۲۲۶ھ) اور ابراہیم بن سیار نظام (المتوفی: ۲۳۱ھ)، ابو سہیل بشر ابن المعتمر (المتوفی: ۲۳۰ھ) جیسے لوگوں نے اس مذہب کو بڑی ترقی دی اور اس کو ہر جگہ پھیلایا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



## بشر بن غیاث المریسی

جہم بن صفوان کے بعد اس کا لڑکا محمد اس کا جانشین ہوا، جب بنی امیہ کا تختہ اُلٹ گیا اور بنی عباس سریر آرائے خلافت ہوئے تو محمد ابن جہم اور اس کے ساتھیوں نے جن میں بہت سے معتزلہ بھی تھے عباسی دربار میں رسائی پیدا کی اور خلفاء پر دھیرے دھیرے اپنا اثر ڈالنا شروع کیا، جب مامون باللہ خلیفہ ہوا، تو اس نے دینِ اسلام کی ہر ایک چیز کو عقل اور فلسفہ کی کسوٹی پر پرکھنا شروع کیا، یونانی کتابوں کے مطالعے اور مشائخ اعتزال کی صحبت نے اس کو طبعاً عقلیت پسند بنا دیا تھا، مشہور معتزلی ابوعبدالرحمٰن بشر بن غیاث بن ابی کریمۃ المریسی، مامون باللہ کا استاد تھا، اس نے اور قاضی احمد بن ابی داود معتزلی نے اس کو غلط راستے پر ڈالنا شروع کیا اور سمجھایا کہ راہِ حق مسلک اعتزال کے ماننے ہی میں ہے اور اسی صورت میں عقلیت اور فلسفہ کی طرف سے اسلام کے خلاف پیش کیے ہوئے شبہات کا تشفی بخش جواب دیا جاسکتا ہے۔

## فتنۂ خلقِ قرآن

انہی حالات میں کچھ ایسے واقعات پیش آئے کہ مامون باللہ تمام علما کو خلق قرآن کے مسئلہ کی طرف اصرار کے ساتھ دعوت دینے پر مجبور ہو گیا، دربارِ خلافت میں اکثر مناظرے اور مباحثے ہوا کرتے تھے، ایک مرتبہ اس کی مجلس میں ایک عیسائی نے دعویٰ کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قدیم ہیں جب اس سے دلیل کا مطالبہ کیا گیا تو اس نے کہا کہ قرآنِ مجید میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کلمۃ اللہ کہا گیا ہے اور اللہ کا کلمہ مسلمانوں کے عقیدے کے مطابق غیر مخلوق اور قدیم ہے، اس لیے حضرت مسیح بھی اللہ کا کلمہ ہونے کے باعث قدیم اور غیر حادث ہو گئے، اس کا یہ عجیب وغریب استدلال مامون باللہ کو بے چین کر گیا اس نے خود ہی اس مسئلہ پر سنجیدگی سے غور کرنا شروع کیا، اس موقع سے فائدہ اٹھا کر قاضی احمد ابن ابی داؤد اور اس کے ساتھیوں نے مامون باللہ کو اس پر آمادہ کیا کہ تمام علما کو خلقِ قرآن کے ماننے پر مجبور کرے

چنانچہ اس نے ۲۱۸ھ میں رقہ سے اپنے نائب بغداد اسحاق بن ابراہیم بن مصعب الخزاعی کے نام خط لکھا کہ عام جاہل اور بے وقوف رعایا کا ایک بڑا حصہ فکر ونظر کی اہلیت نہیں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



رکھتا، اس کو علم و برہان کی روشنی حاصل نہیں ہے وہ اللہ کے بارے میں جہالت اور گمراہی میں پڑا ہوا ہے، اور دین کی حقیقت سے واقف نہیں ہے، وہ خدا کا صحیح مرتبہ نہیں جانتا اور اس کے اور اس کی خلق کے درمیان تمیز کرنے کی اہلیت نہیں رکھتا، اس لیے وہ قرآن کو قدیم مانتا ہے، حالانکہ قرآن مجید کی مختلف آیتوں سے صاف پتہ چلتا ہے کہ وہ مخلوق ہے، ایک گروہ جو اپنے آپ کو اہل حق اور اہل سنت و جماعت تصور کرتا ہے اور دوسروں کو اہل کفر و باطل خیال کرتا ہے ان عام لوگوں کو گمراہ کر رہا ہے، یہ لوگ درحقیقت بدترین امت ہیں انہیں توحید کا علم حاصل نہیں ہے، ایسے لوگ دین کے دشمن ہیں، ان کی گواہی قبول نہیں ہونی چاہیے، پس تمہیں چاہیے کہ اپنے دربار کے قاضیوں کو جمع کر کے ان کا امتحان لو اور ان کے جوابات لکھ بھیجو، نیز سات شخصوں یعنی محمد بن سعد کاتب الواقدی، یحییٰ بن معین، ابوخثیمہ، ابومسلم مستملی، یزید ابن ہارون، اسماعیل بن داؤد، اسماعیل بن ابی مسعود اور احمد بن ابراہیم دورقی کو بغداد سے رقہ روانہ کرو، مامون نے اُن سے خلق قرآن کے متعلق سوالات پوچھے، ابتدا میں تو اُن لوگوں نے توقف کیا، مگر پھر تلوار کے ڈر سے اُنہوں نے خلق قرآن کے مسئلہ کو مان لیا، یہ لوگ رقہ سے بغداد واپس کر دیئے گئے، مامون نے دوبارہ لکھا کہ ان سات آدمیوں نے خلق قرآن کو مان لیا ہے، اب دوسروں کو بھی بلا کر مجبور کرو کہ وہ اس مسئلے کو تسلیم کر لیں، مذکورہ بالا اشخاص کا کہنا یہ تھا کہ یہ محض مجبوری کا اعتراف ہے انہوں نے درحقیقت اس مسئلہ کو نہیں مانا، وہ یہ کہتے تھے کہ اُن کا دل ابھی تک ایمان پر قائم ہے، وہ اس آیت کو اپنے لیے بطور عذر پیش کرتے تھے:

﴿ إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ ﴾ [1]

''مگر وہ جو مجبور کیا گیا اور اس کا دل ایمان پر مطمئن ہے۔''

یعنی جبر و اکراہ کی بنا پر انہوں نے اس مسئلے کو مانا۔

مامون کے خط کی بنا پر اسحاق نے امام احمد بن حنبل، بشر بن الولید الکندی، ابوحسان الزیادی علی بن ابی مقاتل، فضل بن غانم، عبیداللہ بن عمر القواریری، علی ابن الجعد، حسن بن حماد سجادہ، ذیال بن ہیثم، قتیبہ بن سعید، سعدونۃ الواسطی، اسحاق بن ابی اسرائیل، ابن الہرش،

---

[1] ۱۶/النحل: ۱۰۶۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ابن علیۃ الاکبر، محمد بن نوح العجلی جندیسابوری، یحییٰ بن عبدالرحمٰن العمری، ابونصر التمار، ابومعتمر القطیعی، محمد بن خاتم بن میمون وغیرہ کو بلایا، اور اس مسئلہ کے ماننے پر انہیں مجبور کیا، امام احمد ابن حنبل، محمد بن نوح العجلی جندیسابوری، حسن بن حماد سجادہ اور عبیداللہ بن عمر القواریری کے سوا سب نے اس کو مان لیا، اسحاق نے انہیں بیڑیاں پہنا دیں، جب اور سختی کی تو دوسرے دن حسن ابن حماد سجادہ نے اور تیسرے دن عبیداللہ بن عمر القواریری نے بھی اس مسئلہ کو تسلیم کر لیا، امام احمد اور محمد بن نوح کو مامون کے پاس طرسوس روانہ کیا، راستے ہی میں ۱۲ رجب ۲۱۸ھ کو مامون باللہ کے وفات پا جانے کی خبر ملی، دونوں راستے ہی سے بغداد لوٹا دیئے گئے، عانات پہنچ کر محمد بن نوح کا انتقال ہو گیا، امام احمد نے جنازے کی نماز پڑھائی اور انہیں دفن کیا، امام احمد چند مہینے بغداد کے قید خانہ ناصریہ اور دارالتریب میں محبوس رہے، اور پھر درب الموصلیہ کے عام قید خانے میں بند کر دیئے گئے، اسحاق بن ابراہیم کی طرف سے علما آتے تھے اور امام احمد سے بحث کرتے تھے، مگر کوئی بھی ان کو اس مسئلے کا قائل نہیں کر سکا، آخر رمضان ۲۲۱ھ میں وہ معتصم باللہ کے سامنے پیش کیے گئے، جو مامون باللہ کے بعد خلیفہ ہوا تھا، اس نے قاضی احمد بن ابی داؤد کو حکم دیا کہ وہ امام احمد سے بحث کر کے انہیں اس مسئلہ کا قائل کرے، قاضی احمد نے پوچھا بتاؤ تم قرآن کے بارے میں کیا کہتے ہو، امام احمد چپ رہے، معتصم نے کہا تم جواب کیوں نہیں دیتے، امام احمد نے خلیفہ سے مخاطب ہو کر پوچھا بتایئے آپ اللہ کے علم کے بارے میں کیا کہتے ہیں، خلیفہ چپ رہا، امام احمد نے کہا جو شخص اللہ کے علم کو مخلوق کہتا ہے وہ کافر ہے، احمد بن ابی داؤد اور اس کے حواریوں نے فوراً کہا، دیکھا اس شخص (امام احمد) نے آپ (معتصم) کو اور ہم سب کو کافر بنا دیا، ابن ابی داؤد نے کہا اللہ تھا اور قرآن نہیں تھا، امام احمد نے کہا اللہ تھا اور علم نہیں تھا، احمد ابن ابی داؤد کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں تھا، اس نے کہا کیا اللہ یہ نہیں کہتا: ﴿ اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ﴾ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے، چونکہ قرآن بھی ایک چیز ہے اس لیے اس آیت کے مطابق قرآن مجید بھی مخلوق ٹھہرا۔ امام احمد نے فوراً اسی قسم کی دوسری آیت پیش کی اور فرمایا کیا اللہ یہ نہیں فرماتا: ﴿ تُدَمِّرُ كُلَّ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



شَيْءٍ بِأَمْرِ رَبِّهَا فَأَصْبَحُوا لَا يُرَىٰ إِلَّا مَسَاكِنُهُمْ ﴾ [1] آندھی (جو قوم عاد پر بھیجی گئی) اپنے رب کے حکم کے ہر چیز کو تباہ کر رہی تھی، پس وہ ایسے ہو گئے کہ ان کے گھروں کے سوا کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے ''ہر چیز'' فرمایا ہے اور چیز کا اطلاق تمہارے قول کے مطابق مساکن (گھروں) پر بھی ہونا چاہیے گھر برباد نہیں ہوئے تھے، گھر باقی رہ گئے تھے جیسا کہ آیت مذکورہ سے صاف واضح ہے، ابن ابی داود نے کہا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ إِنَّا جَعَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا ﴾ بے شک ہم نے اس کو عربی قرآن بنایا، کیا مجعول مخلوق کے سوا اور کوئی چیز ہو سکتی ہے؟ امام احمد نے فوراً ہی اسی قسم کی دوسری آیت پیش کی اور کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّأْكُولٍ ﴾ پس ان کو کھائی جانے والی بھوسی کی طرح بنا دیا، تو کیا یہاں فَجَعَلَهُمْ (ان کو بنایا) کے معنی خَلَقَهُمْ (ان کو پیدا کیا) کے ہیں؟ بہت دیر تک امام احمد سے اس قسم کی بحث ہوتی رہی اور وہ اسی قسم کے الزامی جوابات دیتے رہے، اس قسم کے مسکت جوابات کی بنا پر احمد بن ابی داؤد اور اس کے حواری بہت خفیف ہوئے اور اپنی خفت مٹانے کے لیے انہوں نے امام احمد کو گمراہ اور بدعتی کہنا شروع کیا، اور خلیفہ سے کہا کہ اس کو ضرور اس کی سزا ملنی چاہیے، جب قرآن وسنت کے دلائل دینے کی بجائے، محض عقلی گھوڑے دوڑانے شروع کیے اور امام احمد کو اس مسئلہ کے ماننے پر مجبور کیا تو کہا:

أَعْطُوْنِيْ شَيْئًا مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ وَسُنَّةِ رَسُوْلِهِ حَتّٰى أَقُوْلَ بِهِ.

مجھ کو اللہ کی کتاب اور اسکے رسول کی سنت سے کچھ دو تا کہ اس کو میں مانوں۔

اوپر کی بحث سے اندازہ ہو گیا ہو گا کہ احمد ابن ابی داؤد اور اس کے حواری قرآن مجید اور سنت رسول سے اپنے دعوؤں کو ثابت نہیں کر سکتے تھے، وہ محض عقلی قیاس آرائیاں کرتے تھے، جب امام احمد نے دوسرے اور تیسرے دن بھی ان کے اس گمراہ کن مسئلے کو نہیں مانا تو معتصم نے جلادوں کو حکم دیا کہ اپنی پوری شدت اور قوت کے ساتھ کوڑے لگائیں، ہر ایک

---

[1] ٤٦/الاحقاف:٢٥۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



جلاد آگے بڑھتا تھا اور اپنی پوری قوت کے ساتھ دو کوڑے لگاتا تھا اور پیچھے ہٹ آتا تھا، معتصم سمجھتا تھا کہ امام احمد کم از کم مار کی تکلیف کی وجہ سے اس کو مان لیں گے اور جب وہ مان لیں گے تو عام مسلمانوں سے اس کے منوانے میں کوئی بڑی دقت نہ ہوگی، مگر اس کا یہ خیال غلط ثابت ہوا۔ ہر ایک کوڑے پر امام احمد کا عزم اور پختہ ہوتا جاتا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ واقعہ ۲۵ رمضان ۲۲۱ھ کو پیش آیا تھا، امام احمد روزہ رکھے ہوئے تھے، سارا بدن چھلنی ہو گیا تھا، روزے کی حالت میں کوڑوں کی مار بہت ہی سخت ہوتی ہے، اس کے باوجود امام احمد نے اس مسئلہ کے ماننے سے سخت انکار کر دیا انہوں نے اتنی مار کھائی کہ وہ بے ہوش ہو گئے، جب ہوش میں آئے تو کھانے کے لیے ستو پیش کیا گیا، امام احمد روزہ چھوڑنے پر رضامند نہ ہوئے، اس کے بعد وہ اسحاق بن ابراہیم کے گھر لائے گئے بدن سے خون بہتا جا رہا تھا، وہاں ظہر کی نماز پڑھی۔ قاضی ابن سماعہ نے اعتراض کیا اور کہا تم نے خون بہنے کی حالت میں نماز پڑھی؟ امام احمد نے فوراً جواب دیا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اسی حالت میں نماز پڑھی تھی، قاضی ابن سماعہ چپ ہو گئے اس کے بعد امام احمد کو ان کے گھر پہنچا دیا گیا۔

خلق قرآن کا یہ فتنہ معتصم اور واثق کے زمانۂ خلافت میں جاری رہا، امام احمد سے کوئی تعرض نہیں کیا جاتا، کیونکہ وہ یہ جانتے تھے کہ امام موصوف کسی حالت میں بھی اس مسئلہ کو نہیں مانیں گے، البتہ دوسرے علما کی پکڑ دھکڑ ہوتی رہتی تھی، اور انہیں سزائیں دی جاتی تھیں، جب ۲۳۲ھ میں متوکل تخت خلافت پر آیا تو اس نے عام حکم جاری کر دیا کہ اس مسئلے سے متعلق مسلمانوں سے کوئی گرفت نہ کی جائے۔

## جہمیہ اور معتزلہ کی تردید

امام احمد نے کتاب الرد علی الجہمیہ اور ان کے لڑکے عبداللہ نے کتاب السنۃ کے نام سے ایک کتاب لکھی جس میں جہمیہ اور معتزلہ کے خیالات کی تردید تھی، امام احمد کے شاگرد مشہور محدث عثمان بن سعید دارمی (المتوفی: ۲۸۰ھ) نے "نقض عثمان بن سعید علی الکاذب العنید فیما افتری علی اللّٰہ فی التوحید" کے نام سے ایک کتاب لکھی تھی، جن میں بشر بن غیاث بن ابی کریمۃ المریسی کے خیالات کی تردید کی تھی، امام بخاری اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



دیگر محدثین نے اپنی اپنی کتابوں میں توحید اور صفاتِ الٰہی کے متعلق حدیثوں کو جمع کیا اور ان پر قرآن مجید سے استدلال لیا تھا، جب تیسری صدی ہجری کے آخر میں جہمیہ اور معتزلہ کا زور ہوا تو امام ابوبکر احمد بن محمد الخلال (المتوفی: ۳۱۰ھ) نے کتاب السنۃ کے نام سے اور حافظ ابوبکر محمد بن اسحاق بن خزیمہ (المتوفی: ۳۱۱ھ) نے کتاب التوحید کے نام سے اور اسی طرح مشہور محدث عبدالرحمٰن بن ابی حاتم رازی (المتوفی: ۳۲۷ھ) نے کتاب الرد علی الجہمیہ کے نام سے ایک کتاب لکھی۔

## امام ابوالحسن اشعری

یہی وہ زمانہ تھا جب کہ امام ابوالحسن علی بن اسماعیل الاشعری (المتوفی: ۳۳۰ھ) نے مسلک اعتزال کی دھجیاں اڑانی شروع کیں، وہ ۲۶۰ھ میں بصرہ میں پیدا ہوئے اور مشہور معتزلی شیخ ابوعلی محمد بن عبدالوہاب الجبائی (المتوفی: ۳۰۳ھ) کی شاگردی اختیار کی تھی، کہا جاتا ہے کہ امام ابوالحسن اشعری چالیس سال تک مسلک اعتزال کے پیرو اور اس کے زبردست حامی رہے، مگر جب قرآن وحدیث کا مطالعہ زیادہ ہوا تو ان کے خیالات میں ایک زبردست انقلاب ہوگیا، وہ کچھ دن تک روپوش رہے اور اس کے بعد جب باہر آئے تو بصرہ کی جامع مسجد میں علی الاعلان مسلک اعتزال سے توبہ کی اور اپنے ہی شیخ ابوعلی الجبائی سے مناظرے شروع کردیئے۔

امام ابوالحسن اشعری نے جہمیہ اور معتزلہ کی تردید میں کئی ایک کتابیں لکھیں، جن میں کتاب الابانہ عن اصول الدیانہ اور مقالات الاسلامیین بہت ہی مشہور ہیں، ایران، عراق، شام، مصر اور عرب کے مختلف علاقوں سے جو سوالات آئے تھے ان کے تفصیلی جواب لکھے اور ہر ایک میں بڑی شدت اور قوت کے ساتھ جہمیہ اور معتزلہ کے خیالات کی تردید کی، کتاب الابانہ کی ابتداء میں جو تمہیدی مقدمہ ہے، ان سے ان کے خیالات کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے۔ اسی لیے ذیل میں اس کا ترجمہ دیا جاتا ہے وہ لکھتے ہیں:

معتزلہ اور قدریہ کے اکثر لوگ اپنی خواہشات نفسانی کی بنا پر اپنے روساء اور ان کے اسلاف کی تقلید کرتے ہیں اور قرآن مجید کی آیات کی ایسی تاویل کرتے ہیں جس کی دلیل اللہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



تعالیٰ نے نہیں اتاری اور نہ اس کو رسول اللہ ﷺ اور سلف متقدمین نے نقل کیا، اسی وجہ سے رؤیت باری کے مسئلہ میں انہوں نے آنحضرت ﷺ سے صحابہ کی روایت کی مخالفت کی، حالانکہ مختلف جہتوں سے اس کے متعلق روایات، آثار اور اخبار منقول ہیں، انہوں نے شفاعت آنحضرت ﷺ کا بھی انکار کیا اور سلف متقدمین سے اس کے متعلق جو روایت آئی ہے اس کو قبول نہیں کیا، یہ لوگ عذاب قبر کے بھی منکر ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ قبروں میں کفار کو عذاب نہیں ہوگا، حالانکہ اس بات پر صحابہ اور تابعین کا اجماع ہے، یہ لوگ اپنے مشرک بھائیوں کی طرح جو قرآن کو بشر کا کلام کہتے ہیں خلق قرآن کے قائل ہیں اور مجوس کی طرح جو خیر اور شر کے دو الگ الگ خالق مانتے ہیں، بندوں کو اشیاء کا خالق قرار دیتے ہیں، قدریہ کا یہ خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ خیر کا اور شیطان شر کا خالق ہے، اور اجماع مسلمین کے برخلاف وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایسی چیز چاہتا ہے جو ہوتی نہیں ہے، اور ایسی چیز نہیں چاہتا جو ہو جاتی ہے۔ حالانکہ خدا نے کئی جگہ یہ بتایا کہ وہ جو چاہتا ہے ہوتا ہے، اور جو نہیں چاہتا نہیں ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا: اگر اللہ چاہتا تو وہ آپس میں نہیں لڑتے۔ نیز فرمایا: اگر ہم چاہتے، تو ہر نفس کو ہدایت دیتے۔ نیز فرمایا کہ وہ جو چاہتا ہے اس کو کر بیٹھتا ہے قرآن مجید میں حضرت شعیب کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ ہمارے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ ایمان لانے کے بعد کفر میں لوٹ پڑیں مگر یہ کہ اللہ چاہے، اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے ان لوگوں کو اس امت کا مجوس قرار دیا ہے، کیونکہ انہوں نے ٹھیک مجوس کے دین اور ان کے قول کی اتباع کی اور خیر اور شر کے دو الگ الگ خالق قرار دیے اور یہ بھی کہا کہ شر خدا کے چاہنے کے بغیر بھی صادر ہو سکتا ہے، انہوں نے انسان کو اپنے نفع اور نقصان کا مالک اور اپنے اعمال پر قادر قرار دیا، جس پر خدا کا کوئی قابو نہیں ہو سکتا، یہ لوگ اپنے آپ کو ایسی قدرت والا بتاتے ہیں، جتنا کہ وہ خدا کے متعلق نہیں بتاتے، جیسا کہ مجوس شیطان کو شر پر ایسی قدرت ثابت کرتے ہیں جتنی کہ خدا کو حاصل نہیں ہے، اسی وجہ سے وہ اس امت کے مجوس ہوئے کیونکہ انہوں نے مجوس کے دین کی پیروی کی اور ان کے اقوال کی پابندی کی، اور ان کی گمراہیوں کی طرف مائل ہو کر دوسرے لوگوں کو خدا کی رحمت سے ناامید کیا، ان کا یہ فیصلہ ہے کہ گنہگار ہمیشہ کے لیے دوزخی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے صاف ارشاد فرمایا کہ وہ شرک کے سوا باقی گناہوں کو بخش دیتا ہے، وہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ گنہگار دوزخ میں داخل ہونے کے بعد اس سے باہر نہیں آسکتے، حالانکہ رسول اللہ ﷺ سے صاف روایت آئی ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک قوم کو آگ میں تہس نہس ہونے اور سیاہ ہوجانے کے بعد اس سے نکالے گا، وہ اس کا بھی انکار کرتے ہیں کہ اللہ کے لیے چہرہ ہے، باوجود اس کے قرآن مجید میں مذکور ہے، تیرے بزرگی اور عزت والے پروردگار کا چہرہ باقی رہے گا، وہ اس کا بھی انکار کرتے ہیں کہ اللہ کے لیے ہاتھ ہیں، باوجود اس کے کہ اللہ نے فرمایا: تجھ کو کس چیز نے اس شخص کے سامنے جس کو میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے بنایا سجدہ کرنے سے روکا، وہ اس کا بھی انکار کرتے ہیں کہ اللہ کی آنکھیں ہیں، حالانکہ اللہ نے فرمایا: حضرت نوح کی کشتی ہماری آنکھوں کے سامنے چل رہی تھی، نیز فرمایا تاکہ تم (حضرت موسیٰ) میری آنکھوں کے سامنے پرورش پاؤ، یہ لوگ آنحضرت ﷺ کی اس حدیث کو بھی نہیں مانتے کہ اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر اترتا ہے، ان شاء اللہ میں ان میں سے ہر ایک چیز کا بابا بابا تذکرہ کروں گا۔

اگر کہنے والا یہ کہے کہ تم نے معتزلہ، قدریہ، جہمیہ، حروریہ، رافضہ، مرجیہ کے قول کا انکار کیا پس تم اپنا وہ قول بتاؤ جس کے تم قائل ہو اور وہ دین بتلاؤ جس کی تم پیروی کر رہے ہو تو ہم یہ کہیں گے کہ ہمارا قول جس کے ہم قائل ہیں اور ہمارا دین جس کی ہم پیروی کر رہے ہیں، کتاب وسنت اور صحابہ وتابعین اور ائمۂ حدیث کی روایات کی پابندی کرنا ہے، اور اس چیز کو مضبوطی کے ساتھ پکڑنا ہے جس کے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ قائل تھے اور ان کے مخالفین سے پرہیز کرنا ہے کیونکہ وہ امام فاضل اور رئیس کامل تھے جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے گمراہی کے زمانے میں حق کو ظاہر کیا اور شریعت کی راہ کو واضح کیا اور بدعتوں کی بدعت کو اور گمراہوں کی گمراہی کو اور شک کرنے والوں کے شک کو دور کیا، اللہ تعالیٰ اتنے بڑے سمجھدار امام پر اپنی رحمت کاملہ نازل فرمائے، اور تمام ائمہ مسلمین کو اپنی مہربانیوں سے نوازے۔

اس کے بعد امام ابوالحسن اشعری نے اللہ اور اس کی صفات، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں اس کے رسولوں، جنت اور دوزخ، قیامت، بعثت بعد الموت، استواء علی العرش،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اعضائے خداوندی، خلق قرآن، مشیت الٰہی، رؤیت باری، شفاعت وغیرہ کے متعلق انہی خیالات کا اظہار کیا ہے جن کو ہم اوپر بیان کر چکے ہیں۔

یہاں ایک بات خاص طور پر لحاظ کے قابل ہے کہ عقائد میں امام ابوالحسن اشعری اور امام احمد بن حنبل کے درمیان کوئی فرق نہیں تھا، امام ابوالحسن امام احمد کی جلالت شان اور علو مقام کے بے حد قائل تھے، جیسا کہ اوپر کے اقتباس سے ظاہر ہوتا ہے، مگر آگے چل کر اشاعرہ اور حنابلہ عقائد کے معاملہ میں بری طرح ایک دوسرے سے الجھنے لگے، اس کی وجہ سے ان دونوں فرقوں کے درمیان بسا اوقات سر پھٹول ہوتی تھی، بلکہ کشت وخون کی نوبت بھی آجاتی تھی، اس کی ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ متاخرین اشاعرہ نے امام الحسن اشعری کے اصل مسلک سے ہٹ کر عقلیت پسندی کو اپنا شعار بنالیا تھا، اور قرآن مجید کی صاف اور واضح آیات اور احادیث رسول اللہ ﷺ میں تاویل شروع کر دی تھی، جیسا کہ آئندہ کی تصریحات سے واضح ہوگا، اور جب حنابلہ ان کی اس عقلیت پسندی کی تائید نہیں کرنے لگے بلکہ الٹی تنقید کرنے لگے تو ان کو برا لگتا تھا اور اس کی وجہ سے بارہا جھگڑے ہونے لگتے تھے۔

## عقائد کے متعلق سلسلۂ تصنیفات

چوتھی اور پانچویں صدی ہجری میں عقائد کے متعلق اور کتابیں لکھی گئیں جن میں ابو عبداللہ بن بطۃ العکبری الحنبلی (المتوفی: ۳۸۷ھ) کی کتاب الابانہ، قاضی ابوبکر محمد بن الطیب بن الباقلانی (المتوفی: ۴۰۳ھ) کی کتاب الابانہ اور کتاب التمہید، استاد ابوبکر بن فورک (المتوفی: ۴۰۶ھ) کی ہجری کی کتاب التاویلات، حافظ ابوالقاسم ہبۃ اللہ بن الحسن بن منصور الالکائی کی کتاب السنن، ابوذر الہروی (المتوفی: ۴۳۴ھ) کی کتاب السنۃ، حافظ ابو نعیم الاصبہانی (المتوفی: ۴۳۰ھ) کی کتاب الحلیہ فی العقیدہ بہت مشہور ہیں، آگے چل کر حافظ ابوبکر احمد بن الحسین البیہقی (المتوفی: ۴۵۸ھ) نے کتاب الاسماء الصفات لکھی جس میں تمام اسماء صفات الٰہی کو قرآن وحدیث سے ثابت کیا، اور ان میں تاویل نہیں کی، شیخ الحنابلہ قاضی ابویعلی (المتوفی: ۴۵۸ھ) نے تاویل کی تردید میں کتاب ابطال التاویل لکھی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



## اشعری مسلک کی ترویج

امام ابوالحسن اشعری کے بعد قاضی ابوبکر محمد بن الطیب بن الباقلانی (المتوفی: ۴۰۳ھ)، استاذ ابوبکر محمد الحسن بن فورک الانصاری الاصبہانی (المتوفی: ۴۰۶ھ) اور ابواسحاق ابراہیم بن محمد الاسفرائینی (المتوفی: ۴۱۸ھ) نے اپنی گرانقدر تصنیفات کے ذریعہ اشعری مسلک کو پھیلانے کی کوشش کی، ابواسحاق اسفرائینی نے کتاب الحلی فی اصول الدین کے نام سے ایک کتاب لکھی تھی، ان کے زمانے میں قاضی عبدالجبار المعتزلی (المتوفی: ۴۱۵ھ) کا بہت بڑا شہرہ تھا، کہا جاتا ہے کہ ابواسحاق اسفرائینی نے کئی مرتبہ ان سے مناظرہ کیا اور ان کو لاجواب کر دیا۔

ان کے بعد ابواسحاق ابراہیم بن علی شیرازی (المتوفی: ۴۷۶ھ) اور امام الحرمین ابومعالی عبدالملک بن عبداللہ الجوینی (المتوفی: ۴۷۸ھ) نے اس مسلک کو اور زیادہ فروغ دیا، ان دونوں کو فلسفہ وعلم کلام سے غیر معمولی دلچسپی تھی، انہوں نے مذہبی عقائد کو فلسفہ وعلم کلام کے مسلمہ اصول کی روشنی میں ثابت کیا، امام الحرمین نے کتاب الرسالۃ النظامیۃ، الشامل فی اصول الدین اور الارشاد فی اصول الدین کے نام سے کتابیں لکھیں، لیکن فلسفہ ومنطق اور علم کلام کا جیسے جیسے گہرا اثر پڑتا گیا وہ اصل عقائد سے کچھ ہٹتے چلے گئے، ان کے عقائد بعینہ وہی نہیں رہے جو امام ابوالحسن اشعری کے تھے، کہا جاتا ہے کہ ابوالمعالی جہت خداوندی کے قائل نہیں تھے، چنانچہ ایک مرتبہ انہوں نے تقریر کی اور کہا کہ خدا کے متعلق یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ اوپر ہے یا نیچے ہے، دائیں ہے یا بائیں ہے، آگے ہے یا پیچھے ہے، ابوجعفر الہمدانی فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا کہ اگر خدا کے متعلق تمہارا یہ تصور صحیح ہے تو پھر بتایا جائے کہ دعا کے وقت ہماری نظر خود بخود اوپر کی طرف کیوں اٹھ جاتی ہے، ابوالمعالی اس کا کوئی جواب نہیں دے سکے، اس کے بعد اپنے ساتھیوں سے کہا کہ مجھے ہمدانی نے حیران کر دیا۔

ان لوگوں نے وجہ (چہرہ)، عین (آنکھ)، ید (ہاتھ)، ساق (پنڈلی) وغیرہ کی تاویل کرنی شروع کی، اور کہا کہ وجہ سے مراد ذات یا مرضی الٰہی، عین سے مراد علم، ید سے مراد قدرت اور ساق سے مراد مداخلت ہے اور جب زیادہ پوچھ گچھ ہونے لگی تو کہا کہ امام الحسن اشعری سے دو قول منقول ہیں، پہلا عدم تاویل ہی کے قائل تھے، جیسا کہ خود ان کی تصنیفات

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اور حافظ ابو القاسم علی بن حسن بن ہبۃ اللہ بن عساکر الدمشقی (المتوفی: ۵۷۱ھ) کی کتاب "تبیین کذب المفتری فیما نسب الی الامام ابی الحسن الاشعری" سے ظاہر ہوتا ہے۔

## اشعری مسلک کا قبول عام حاصل کرنا

امام غزالی (المتوفی: ۵۰۵ھ) امام الحرمین کے شاگرد تھے، انہوں نے دیگر علوم وفنون کے ساتھ ساتھ کلام اور عقائد پر بھی کئی کتابیں لکھیں اور احیاء العلوم اور الاقتصاد فی الاعتقاد جیسی کتابوں میں عقلی دلائل سے اشعری مسلک کو ثابت کیا اور اتنے زوردار طریقہ سے اس کی تبلیغ کی، ہر جگہ اسی کو قبول عام حاصل ہوتا گیا، انہوں نے اگر ایک طرف قدیم فلاسفہ کے خیالات کی تردید کی اور تہافت الفلاسفہ کی جیسی کتابیں لکھیں تو دوسری طرف ان کے بعض غلط اصول کو بھی تسلیم کرلیا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ بعض مسائل میں امام ابوالحسن اشعری کے قدیم خیالات پر قائم نہیں رہ سکے، بعض جگہوں پر عقلی تاویلات کیں، امام غزالی کو فن حدیث میں کامل مہارت نہیں تھی جیسا کہ ان کی کتاب احیاء العلوم سے واضح ہوتا ہے اس میں بہت سی ضعیف اور کمزور روایتوں سے استدلال لیا گیا ہے، امام ابن تیمیہ لکھتے ہیں کہ خود امام غزالی کو اس بات کا اعتراف تھا کہ وہ حدیث اچھی طرح نہیں جانتے تھے، [1] امام ابن تیمیہ نے ایک دوسری جگہ لکھا ہے کہ تصوف اور فلسفے میں امام غزالی کی معلومات کا سرچشمہ ابو طالب مکی (المتوفی: ۳۸۶ھ) اور ابو علی ابن سینا (المتوفی: ۴۲۹ھ) کی تصنیفات ہیں۔ [2] اس لیے وہ بقول امام ابن تیمیہ کلام اور فلسفہ کی دلدل میں کچھ اس طرح پھنسے کہ نہ تو خود ہی اس سے نکل سکے اور نہ دوسروں ہی کو اس سے نکال سکے۔

امام غزالی کے بعد جب امام رازی (المتوفی: ۶۰۶ھ) کا زمانہ آیا تو متاخرین اشاعرہ کے مسلک کو اور زیادہ فروغ حاصل ہوا، یہاں تک کہ وہ مصر، شام اور عراق کا عام مسلک ہوگیا، صرف حنابلہ اس کے سخت مخالف تھے، امام رازی نے خصوصیت کے ساتھ اپنی کتابوں مطالب عالیہ، مباحث مشرقیہ، اربعین فی اصول الدین اور اساس التقدیس میں عقائد کے مسائل پر عقلی بحثیں کی ہیں، وہ اپنی کتابوں میں خود ہی اعتراضات اور شبہات وارد کرتے

---

[1] شرح العقیدۃ الاصفہانیۃ، ص: ۱۱۳۔ [2] کتاب السبعینیۃ، ص: ۱۰۷۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہیں، اور خود ہی جوابات دینے کی کوشش کرتے ہیں وہ قرآن وحدیث سے عقائد کا استنباط کرنے کی بجائے اپنے مزعومہ عقائد کو بنیاد بنا کر قرآن وحدیث کو ان پر منطبق کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اور ظاہر ہے اس کا نتیجہ سوائے تاویل کے اور کچھ نہیں ہوسکتا، انہوں نے اپنا ایک اصول یہ بنایا تھا کہ جب عقلی اور نقلی دلیل میں کوئی تعارض ہو تو عقلی دلیل ہی کو ترجیح دی جائے گی، اور نقلی دلیل میں تاویل کی جائے گی، اسی بنا پر انہوں نے خدا کی ذات وصفات سے متعلق قرآن وحدیث کے تمام الفاظ میں تاویل کی ہے، کیونکہ ان کا کہنا یہ ہے کہ ان کے ظاہری معنی لینے کی صورت میں خداوند تعالیٰ کا جسم وجسمانی ہونا لازم آتا ہے اور یہ محال ہے، اس لیے کہ اس صورت میں جسم مرکب ہوتا ہے اور ہر مرکب اپنے اجزاء کا محتاج ہوجاتا ہے، اور جو چیز غیر کی محتاج ہو وہ ہرگز خدا نہیں بن سکتی، اگر خدا کے لیے اعضاء جوارح تسلیم کیے جائیں تو وہ دیکھنے کے لیے آنکھ کا، کام کرنے کے لیے ہاتھ کا، سننے کے لیے کان کا اور چلنے کے لیے پاؤں کا محتاج ہوجاتا ہے۔ اور یہ احتیاج خدا کی شان بے نیازی کے بالکل مخالف ہے۔

امام رازی کا یہ خیال تھا کہ قرآن وحدیث میں اس قسم کے الفاظ اس لیے استعمال کیے گئے ہیں کہ عوام کے ذہن میں خدا کا ایک تصور قائم ہوا، اگر یہ کہا جاتا کہ خدا ایک ایسی ذات ہے جو نہ جسم ہے نہ کسی مکان میں واقع ہے وہ نہ جوہر ہے اور نہ عرض ہے، نہ عالم کے اندر ہے اور نہ عالم کے باہر ہے نہ وہ متصل ہے اور نہ وہ منفصل ہے، نہ وہ کسی جہت میں ہے اور نہ اس کی طرف اشارہ کیا جاسکتا ہے تو عوام ہرگز اس کو سمجھ نہیں سکتے تھے، اس لیے ان کو ایسے الفاظ میں سمجھا گیا جو ان کے ذہن سے قریب تر ہیں ان الفاظ کے اصلی معنی مقصود نہیں ہیں، امام رازی کی اس تاویل کے دوسرے معنے ہوئے کہ آنحضرت ﷺ نے قصداً جان بوجھ کر لوگوں کو جہالت اور گمراہی میں رکھا، آپ کے متعلق اس قسم کا تصور کرنا بالکل ہی غلط ہوگا اور یہ آپ کے فرائض نبوت سے بالکل ہی بعید بات ہوگی۔

امام ابن تیمیہ نے جابجا امام رازی پر سخت تنقیدیں کی ہیں اور ان کی کتابوں کا رد لکھا ہے انہوں نے بتایا کہ امام رازی کی معلومات کا سرچشمہ علم کلام میں امام الحرمین ابوالمعالی الجوینی اور ابوالفتح محمد بن عبدالکریم بن احمد الشہرستانی (المتوفی: ۵۴۷ھ) کی کتابیں ہیں اور فلسفے میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ابوعلی بن سینا کی کتابیں ہیں [1] ایک دوسری جگہ لکھا ہے کہ معتزلہ کے بارے میں امام رازی کی معلومات کا سرچشمہ ابوالحسین البصری (المتوفی: ۴۳۶ھ) اوران کے شاگرد محمود الخوارزمی اوران کے شیخ عبدالجبار الہمدانی وغیرہ کی کتابیں ہیں، اسی طرح فلسفے میں ابوعلی ابن سینا اور ابو البرکات بغدادی (المتوفی: ۵۴۷ھ) کی کتابیں ہیں، مذہب اشعری کی معلومات کا سرچشمہ ابوالمعالی کی کتابیں الشامل فی اصول الدین اور قاضی ابوبکر باقلانی کی کتابیں ہیں، وہ شہرستانی کی کتابوں سے بھی کچھ نقل کرتے ہیں، مگران کی کتابوں سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ وہ امام ابو الحسن اشعری اور ابومحمد عبداللہ بن سعید بن کلاب (المتوفی: ۲۴۱ھ) جیسے متقدمین کی کتابوں سے بھی واقف تھے، ان کی کتابوں سے اس بات کی بھی شہادت نہیں ملتی کہ وہ قدیم معتزلی، نجاری اور ضراری علما کی کتابوں سے واقف تھے وہ متقدمین فلاسفہ کے اقوال سے بھی واقف نہیں تھے۔ [2]

اس کے باوجود اس وقت کی حکومتوں نے عقائد کے معاملے میں امام رازی ہی کے مسلک کو صحیح تسلیم کیا تھا، اس سے ذرا سا انحراف کفر اور ارتداد کے مترادف سمجھا جاتا، حنابلہ من حیث الجماعت اس کے سخت مخالف تھے، مگران کو اس کی اجازت نہیں تھی کہ وہ دوسروں کو اس کی تبلیغ کریں، جب مصر میں ۶۶۳ھ سے چاروں مذاہب کے قاضیوں کا تقرر ہونے لگا تو حنبلی قاضی کو ہدایت کی جاتی تھی کہ وہ عقائد میں اپنے مسلک کے مطابق فتویٰ نہ دے۔ [3]

## امام ابن تیمیہ کی مخالفت

امام ابن تیمیہ کے زمانے تک کوئی حنبلی عالم ایسا نہیں ہوا جو عقلی طور پر متاخرین اشاعرہ کے خیالات کی زوردار تردید کر سکے، امام ابن تیمیہ نہ صرف قرآن وحدیث اور فقہ وتاریخ کے عالم تھے، بلکہ انہوں نے علوم معقولات کا بھی بڑا ہی گہرا مطالعہ کیا تھا، ان کے زمانے تک علوم منقولات ومعقولات پر جتنی بھی کتابیں لکھی گئی تھیں ان میں سے اکثر وبیشتر ان کی نظر سے گزر

---

[1] کتاب السبعینیة، ص: ۱۰۷۔

[2] دیکھو تعارض العقل والنقل: ۸۱/۲ نیز دیکھو شرح العقیدۃ الاصفہانیۃ، ص: ۱۱۸۔

[3] صبح الاعشی: ۱۱/ ۲۰۳۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



چکی تھیں، فلسفہ وکلام اور منطق کا کوئی مسئلہ ایسا نہیں تھا، جس کی پوری تاریخ سے وہ واقف نہ ہوں، خود ان کا دعویٰ ہے کہ خوارج کے سوا اور ہر ایک مذہب ومسلک کی کتابوں سے واقف تھے، وہ لوگوں کے اقوال اور مذاہب کے جاننے میں سب سے زیادہ بحث اور تلاش سے کام لیتے تھے [1] ان کا یہ دعویٰ محض ادعاء نہیں تھا، خود ان کی کتابوں سے ان کے اس دعوے کی تصدیق ہوتی ہے، ان کی کتابوں میں بے شمار قدیم کتابوں کے جابجا حوالے ملتے ہیں جس سے صاف اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے واقعی ان علوم کا بہت ہی وسیع اور گہرا مطالعہ کیا تھا، انہوں نے یہاں تک لکھا ہے کہ کس مصنف نے کس کتاب سے لیا ہے اور اس کو معلومات کا سرچشمہ کیا ہے علوم معقولات میں ان کے اس غیر معمولی انہماک پر ان کے معاصرین علما نے ان پر سخت تنقید بھی کی ہے، مگر ہم ان کی تصنیفات سے صاف اندازہ لگا سکتے ہیں کہ وہ کسی وقت بھی ان علوم معقولات سے مرعوب نہیں ہوئے انہوں نے ہمیشہ متکلمین اسلام کی بے بصری پر افسوس ظاہر کیا ہے اور برسوں سے علما کے دلوں پر ان عقلی علوم کی جو دھاک بیٹھی ہوئی تھی، اس کو مٹایا ہے، اور ان عقلی دلائل کا تار و پود بکھیرا ہے جو برسوں سے مسلم مانے جا رہے تھے، انہوں نے ایک ایک کر کے ان یونانی اصول کو توڑا ہے جن کے توڑنے کی طرف ان سے پہلے کسی کی اتنی ہمت نہیں ہوئی تھی، درس وتدریس کی مسند پر بیٹھتے ہی انہوں نے ان علوم کے خلاف باقاعدہ جہاد کرنا شروع کر دیا، جو بھی ایک مرتبہ ان کی صحبت میں جا بیٹھتا، اسے ایسا معلوم ہوتا کہ اس کے سامنے فکر ونظر کی ایک وسیع دنیا کھل گئی ہے۔

## شیخ عماد الدین واسطی کی مثال

چنانچہ شیخ عماد الدین واسطی (المتوفی: ۷۱۱ھ) لکھتے ہیں کہ وہ جب حقیقت کی تلاش میں ادھر اُدھر گھوم پھر کر امام ابن تیمیہ کی درس گاہ میں پہنچے تو اتفاق سے علم کلام ہی کے متعلق گفتگو ہو رہی تھی۔ امام ابن تیمیہ فرما رہے تھے کہ دنیا میں متکلمین وفلاسفہ سے بڑھ کر مضطرب ومحروم اور قلب وروح کے سرور اور اطمینان کی لذت سے ناآشنا دوسرا کوئی گروہ نہیں ہے پھر انہوں نے قدیم فلسفیوں اور ارباب مقالات کے چند اقوال سنائے جس میں انہوں نے خود

---

[1] منهاج السنة: ۲/ ۱۴۳۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنے وجود پر مجہولیت و بے بصیرتی کی شہادت دی ہے، اس سلسلے میں انہوں نے شہرستانی ورازی کے یہ اشعار سنائے:

لَعُمْرِیْ لَقَدْ طُفْتُ الْمَعَاهِدَ كُلَّهَا
وَسَيَّرْتُ طَرْفِیْ بَيْنَ تِلْكَ الْعَالِمِ

میری زندگی کی قسم میں نے اداروں کا چکر لگایا اور ان کے نشانات تک اپنی نظر دوڑائی۔

فَلَمْ اَرَ إِلَّا وَاضِعًا كَفَّ حَائِرٍ
عَلٰى ذَقَنٍ اَوْقَارِعًا سِنَّ نَادِمٍ

لیکن بخیر اس حیرت زدہ شخص کے جو ٹھڈی کے نیچے ہاتھ دیے بیٹھا ہو یا بجز اس شخص کے جو پشیمانی کے باعث اپنے دانت ٹونکتا ہو، کسی اور کو نہیں دیکھا۔

اور یہ بھی کہا کہ بعض لوگوں نے اپنی عمر بھر کے قیل وقال و چون و چرا کا حاصل یہ بتایا ہے۔

نِهَايَةُ اِقْدَامِ الْعُقُوْلِ عِقَالُ
وَاَكْثَرُ سَعْيِ الْعَالَمِيْنَ ضَلَالُ

عقلوں کی پہنچ کی انتہا بیڑی ہے، اور دنیا والوں کی زیادہ تر دوڑ دھوپ گمراہی کی طرف ہے۔

وَاَرْوَاحُنَا فِیْ وَحْشَةٍ مِنْ جُسُوْمِنَا
وَحَاصِلُ دُنْيَانَا اَذًى وَّوَبَالُ

اور ہماری روحیں ہمارے جسموں سے وحشت کر رہی ہیں اور ہماری دنیا کا حاصل تکلیف اور مصیبت ہے۔

وَلَمْ نَسْتَفِدْ مِنْ بَحْثِنَا طُوْلَ عُمْرِنَا
سِوٰى اَنْ جَمَعْنَا فِيْهِ قِيْلَ وَقَالُوا

اور ہم نے اپنی عمر بھر کے بحث مباحثہ سے سوائے اس کے کہ قیل (کہا گیا) اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



قالوا (انہوں نے کہا) جمع کیا اور کچھ فائدہ نہیں اٹھایا۔

شیخ عماد الدین کہتے ہیں کہ اس ایک ہی صحبت میں سارے شکوک و اضطراب کے پردے چاک ہو گئے اور میرے دل نے ایقان کی حلاوت اور طمانیت کی لذت پائی، میرا دل بے اختیار یہ پکار اٹھا کہ جس نور حقیقت کی جستجو میں میں سرگرداں اور حیراں ہوں اس کی شعائیں امام ابن تیمیہ کے ناصیۂ امامت پر چمک رہی ہیں جب وہ میرے حالات سے مطلع ہوئے تو وصیت فرمائی کہ تمام چیزوں کو چھوڑ کر سیرت نبوی کے مطالعے اور تفکر و تدبر کو اپنے اوپر لازم ٹھہرالو، ایمان و یقین کی تمام بیماریوں کے لیے یہی ایک نسخہ کافی ہے، چنانچہ میں نے اس وصیت کو حرز جاں بنالیا اور جو کچھ پایا، اسی وسیلے سے پایا اور اسی کے طفیل سے دنیا اور آخرت میں ہلاک ہونے سے بچا۔

## عقیدے کے متعلق تقریریں

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں، کہ امام بن تیمیہ نے ۶۹۰ھ میں صفات خداوندی کے متعلق ایک تقریر کی تھی جس پر ایک ہنگامہ برپا ہو گیا تھا اور جس کو قاضی شہاب الدین ابن الخوی نے فرو کیا تھا۔

## العقیدۃ الواسطیہ

اس واقعے کے دو تین سال بعد ۶۹۲ھ یا ۶۹۳ھ میں واسط کے ایک پرہیز گار اور متقی قاضی رضی الدین دمشق سے گزرے، انہوں نے امام ابن تیمیہ سے اپنی جگہ کے مسلمانوں کے متعلق شکایت کی کہ وہ تاتاریوں کے غلبہ کی بنا پر اسلام سے بالکل بیگانہ ہو گئے ہیں اور ان سے درخواست کی کہ وہ عقائد کے متعلق انہیں ایک مختصر رسالہ تحریر کر کے دیں، امام ابن تیمیہ نے کہا کہ اس موضوع پر بہت سے رسالے لکھے گئے ہیں، ان میں سے کسی موزوں رسالے کا انتخاب کر لو، مگر قاضی رضی الدین نے نہیں مانا، ان کے اصرار سے مجبور ہو کر امام ابن تیمیہ نے عقائد کے متعلق ایک رسالہ العقیدہ الواسطیہ لکھا جس میں کتاب و سنت آثار صحابہ و تابعین اور اقوال ائمۂ مجتہدین کی روشنی میں اسلامی عقائد کی تشریح کی اور صفات خداوندی اور عرش و کرسی وغیرہ کے متعلق انہی خیالات کا اظہار کیا جو امام احمد ابن حنبل اور امام ابوالحسن اشعری کا عقیدہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھا، اور ان کی تشریح میں انہی الفاظ کی پابندی کی جو کتاب وسنت میں آئے ہیں، اس طرح ایمان وعمل، تقدیر، شفاعت، محبت، اہل بیت وصحابہ، اختلاف صحابہ، کرامات اولیاء کے مسائل پر کتاب وسنت سے روشنی ڈالی ہے، آخر میں کتاب وسنت اجماع وقیاس کے چار اصول کی تشریح کی ہے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ہر ایک مسلمان کا فرض واجبی قرار دیا ہے۔

## العقیدۃ الحمویۃ الکبری

ربیع الاول ۶۹۸ھ کی ابتداء میں حماۃ سے صفات خداوندی کے متعلق ایک سوال آیا تھا، جس میں یہ دریافت کیا گیا تھا کہ صفات واعضاء جوارح خداوندی اور عرش وغیرہ کے متعلق جتنی آیتیں اور حدیثیں آئی ہیں ان کے ظاہری معنی مراد لیے جائیں گے، یا ان کی تاویل کی جائے گی، امام ابن تیمیہ نے ظہر سے لے کر عصر تک ایک ہی بیٹھک میں چھپن ۵۶ صفحوں کا ایک طویل جواب لکھا جو العقیدہ الحمویۃ الکبری کے نام سے مشہور ہے، چونکہ امام موصوف صفات واعضاء وجوارح خداوندی اور عرش وغیرہ کے متعلق امام احمد ابن حنبل اور امام ابوالحسن اشعری ہی کے عقائد کو کتاب وسنت کے مطابق سمجھتے تھے، اس لیے متاخرین اشاعرہ کے عقیدے کے برخلاف ان دونوں اماموں کے عقیدے کی پرزور تائید کی اور سلف صالحین کے مسلک کو متکلمین کے مسلک پر ترجیح دیتے ہوئے متاخرین اشاعرہ کی غلطیاں ثابت کیں، اس رسالے میں بھی انہوں نے کتاب وسنت ہی کے الفاظ کی پابندی کی، اور آیتوں اور حدیثوں کے الفاظ میں تاویل اور ردوبدل کرنے کو بالکل ہی ناجائز قرار دیا۔

## منجمین کی شورش

اس رسالے کے لکھنے سے چند دن پہلے امام ابن تیمیہ کے خلاف ایک شورش ہو چکی تھی، امام موصوف ستاروں اور افلاک کی تاثیر کے منکر تھے، انہوں نے بارہا امام رازی کے خلاف سخت تنقیدیں کی تھیں جنہوں نے الاحکام العلانیہ فی الاعلام السماویہ اور السر المکتوم فی مخاطبۃ النجوم جیسی کتابیں لکھ کر عوام کے ذہنوں میں ستاروں اور افلاک کی تاثیرات کا پکا اعتقاد بٹھا دیا تھا، امام ابن تیمیہ نے اپنی ایک گفتگو میں عام منجمین کو گمراہ قرار دیا تھا، ان میں سے بعض لوگوں نے امیر سیف الدین جاغان سے جو امیر سیف الدین قبچاق منصوری کے قازان

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کی طرف فرار ہو جانے کے بعد دمشق کا عارضی نائب مقرر ہوا تھا شکایت کی، اس نے امام ابن تیمیہ کو بلا بھیجا، انہوں نے نہایت ہی تفصیل سے منجمین کے باطل افکار و خیالات کی تردید کی، امیر موصوف پر ان کی اس تقریر کا بہت اچھا اثر ہوا، وہ ان کا گرویدہ ہو گیا اور ان سے کہا کہ وہ کبھی کبھی اس کے پاس تشریف لایا کریں اور اپنے بصیرت افروز خیالات سے اسے مستفید کرتے رہیں۔

امیر موصوف کی اس پرزور تائید کی بنا پر منجمین کا طبقہ بگڑ بیٹھا، جب ان کے رسالۂ العقیدہ الحمویۃ الکبری کا زیادہ چرچا ہوا تو حاسد مخالفین اس کو لے کر مختلف قاضیوں کے پاس پہنچے اور ان سے شکایت کی کہ ابن تیمیہ تجسیم کے قائل ہیں اور وہ لوگوں کو اپنے فاسد عقائد اور خیالات کی دعوت دے رہے ہیں، اس لیے ان کو اس کی سزا ملنی چاہیے۔

## قاضی احناف سے شکایت

بعض لوگ قاضیٔ احناف شیخ جلال الدین احمد بن الحسن بن احمد بن الحسن بن انوشیروان الرازی الحنفی (المتوفی: ۷۴۵ھ) کے پاس پہنچے جن کے والد قاضی حسام الدین حسن بن احمد بن الحسن بن انوشیروان حنفی امیر عساف کے نصرانی کاتب کے معاملے میں امام ابن تیمیہ کی حمایت کر چکے تھے، قاضی جلال الدین ان لوگوں کو لے کر دار الحدیث الاشرفیہ پہنچے اور وہاں سے امام ابن تیمیہ کو بلا بھیجا، امام موصوف نے کہلا بھیجا، کہ عقائد کی جانچ کچھ آپ ہی کے ذمے نہیں ہے، سلطان نے آپ کو لوگوں کے جھگڑے چکانے کے لیے مقرر کیا ہے، برائیوں کی روک تھام کچھ قاضیوں ہی کا کام نہیں ہے، حریفوں نے کہا، دیکھا آپ نے! کس قدر بے ادب اور دلیر آدمی ہے، آپ کے بلانے پر بھی حاضر نہیں ہوا، اور اس قسم کا سخت جواب کہلا بھیجا۔

قاضی جلال الدین حنفی طبیعت کے نیک تھے وہ اس جواب سے خفا نہیں ہوئے اور ان کے دل میں کوئی رنجش اور کدورت نہیں پیدا ہوئی، وہ متاخرین اشاعرہ ہی کے عقائد کو صحیح سمجھتے تھے، انہوں نے چند آدمی بھیجے تاکہ شہر میں گھوم پھر کر ابن تیمیہ کے عقائد کے باطل ہونے کا اعلان کر دیں، ابھی شہر کے ایک حصے میں بھی اس کا اعلان نہیں ہوا تھا، کہ امیر سیف الدین

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



جاغان کو اس کی خبر مل گئی، اس نے فوراً چند سپاہی روانہ کیے تا کہ منادی کرنے والوں کو پکڑ لائیں، امیر موصوف نے انہیں درے لگوائے اور مفسدوں کا کھوج لگانا شروع کیا، سب لوگ روپوش ہو گئے، شورش کرنے والوں کے سرگردہ نے امیر بدرالدین اتابکی کی پناہ لی، اس نے امیر سیف الدین جاغان سے اس کی سفارش کی، اور اس کی خطا معاف کروائی اور اس طرح یہ معاملہ رفع دفع ہو گیا۔

## تفسیر قرآن

۱۳ ربیع الاول ۶۹۸ھ کو جمعہ کے دن امام ابن تیمیہ نے اپنی عادت کے مطابق قرآن مجید کی تفسیر کی اور اس آیت۔

﴿ إِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ ۝ ﴾ [1]

''بے شک تم بڑے اخلاق پر ہو۔''

پر ایک مبسوط تقریر کی، اس میں بہت زیادہ لوگ آئے ہوئے تھے۔

## بعض علمائے وقت کا اپنے شبہات کو دور کرنا

حکومت کی فوری توجہ سے اگرچہ یہ شورش ختم ہو گئی، تاہم امام ابن تیمیہ کے عقائد بڑے بڑے علما کو کھٹکتے تھے، قاضی امام الدین قزوینی شافعی (المتوفی: ۶۹۹ھ) نے امام ابن تیمیہ سے درخواست کی کہ وہ علما کی مجلس میں اپنا رسالہ العقیدہ الحمویۃ الکبری پڑھ کر سنائیں اور اس کے متعلق ان کے دل میں جو شبہات پیدا ہوں ان کو دور کرنے کی کوشش کریں، امام موصوف نے ان کی درخواست کو مان لیا۔

۱۴ ربیع الاول ۶۹۸ھ کو ہفتے کے دن خاص علما کی ایک مجلس ہوئی، جس میں نائب دمشق امیر سیف الدین جاغان بھی شریک تھا، امام ابن تیمیہ نے اپنا رسالہ سنانا شروع کیا، علما اپنے شبہات پیش کرتے جاتے تھے، اور امام موصوف ان کا تشفی بخش جواب دیتے جاتے تھے، مسلسل سولہ گھنٹوں کی نشست کے بعد یہ مجلس ختم ہوئی، حاضرین مجلس کی پوری تشفی ہو گئی کہ امام ابن تیمیہ جو کہتے ہیں وہی صحیح ہے۔

---

[1] ۶۸/القلم: ٤۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



آخر میں قاضی امام الدین قزوینی نے ایک مختصر تقریر کی، امام موصوف کے علم وفضل اور زہد وتقویٰ کی تعریف کرنے کے بعد یہ کہا کہ آیندہ سے جو بھی امام موصوف کے بارے میں بیجا گفتگو کرے گا اس کو میں خود عدالت سے سزا دلواؤں گا، امام الدین کے چھوٹے بھائی شیخ جلال الدین قزوینی (المتوفی: ۷۳۹ھ) نے بھی کہا جو شخص بھی امام موصوف کی شان میں گستاخیاں کرے گا اس کو سخت سزا دی جائے گی۔

ان دونوں بزرگوں کے ان الفاظ سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ امام ابن تیمیہ کے خلاف کیا کیا بیجا باتیں نہ کہی گئی ہوں گی، حریفوں نے بڑی افترا پردازیاں کی تھیں اور طرح طرح سے انہیں بدنام کیا تھا، انہیں ایذا اور تکلیف پہنچانے کے لیے ہر ایک قاضی اور امیر کا وسیلہ ڈھونڈا تھا، شیخ علم الدین برزالی لکھتے ہیں کہ شیخ تقی الدین اور ان کے ساتھیوں اور دوستوں کے خلاف شورش کرنے والوں کو ہم اچھی طرح جانتے ہیں اور ہم میں سے ہر ایک آدمی بھی ان کو پہچانتا ہے۔

اس کے بعد لوگوں کی توجہ تاتاری لڑائیوں کی طرف منعطف ہوگئی اور ان میں امام ابن تیمیہ نے جس جوش وخروش سے کام لیا اس کی تفصیل اوپر گزر چکی ہے۔

## عقائد کی جانچ کا فرمان

اب جبکہ امام ابن تیمیہ نے عوام کی اصلاح کا کام شروع کیا، اور رجب ۷۰۵ھ میں فقرائے رفاعیہ کے ساتھ وہ مشہور مناظرہ پیش آیا جس کی تفصیل اوپر گزر چکی ہے، تو شیخ نصر بن سلیمان المنبجی نے اس فتنۂ عقائد کو ازسرنو زندہ کرنے کا تہیہ کرلیا، انہوں نے نائب السلطنت مصر امیر بیبرس جاشنگیر سے کہہ کر نائب دمشق امیر جمال الدین آقوش الافرم کے نام ایک فرمان لکھوایا کہ شہر کے قاضیوں، عالموں اور فقیہوں کو جمع کر کے ابن تیمیہ کے عقائد کا اظہار لے اور اس کی روداد مصر روانہ کرے، چنانچہ اس نے اس حکم کی تعمیل میں ۸ رجب ۷۰۵ھ کو پیر کے دن امام ابن تیمیہ کو بلا بھیجا اور قضاۃ وعلما وفقہاء کے سامنے قصر امارت میں ان کے عقائد کا اظہار لیا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



## پہلی مجلس

عقائد کے متعلق مختلف اوقات میں تین مجلسیں منعقد ہوئی تھیں، ان میں سے یہ پہلی مجلس تھی، اس مجلس کے انعقاد کے مقصد سے کسی کو اطلاع نہیں دی گئی تھی، جب سب لوگ جمع ہو گئے تو امیر افرم نے امام ابن تیمیہ سے مخاطب ہو کر کہا، یہ مجلس آپ ہی کی وجہ سے بلائی گئی ہے، مصر سے سلطان کا حکم آیا ہے کہ میں آپ کے عقائد کو جانچوں اور ان خطوط اور رسائل کی تحقیق کروں جو آپ نے مصر اور شام کے لوگوں کے نام لکھے ہیں اور جن میں آپ نے اپنے عقائد کے قبول کرنے کی دعوت دی ہے، میں چاہتا ہوں کہ اس وقت تمام قاضی اور علما و فقہاء آپ سے بحث مباحثہ کر کے کوئی ایک بات طے کر لیں، امام ابن تیمیہ نے جواب دیا، عقائد کا معاملہ ایسا ہے کہ وہ نہ مجھ سے لیے جا سکتے ہیں اور نہ مجھ سے کسی بڑے آدمی سے، وہ تو صرف اللہ اور اس کے رسول ہی سے لیے جا سکتے ہیں، پس وہ جس طرح ہمیں بتائیں اسی طرح ہمیں عقیدہ رکھنا چاہیے، رہا خطوط اور رسائل کا معاملہ تو میں نے خود اپنی ذات سے کسی کو خطوط اور رسائل نہیں لکھے، اور نہ میں نے کسی کو اپنے عقائد کے قبول کرنے کی دعوت دی ہے، بلکہ مصر و شام کے اکثر شہروں سے عقائد کے متعلق میرے پاس خطوط اور سوالات آئے تو میں نے کتاب و سنت کے مطابق ان کا جواب لکھ بھیجا۔

اس پر امیر افرم نے کہا بہتر ہے آپ اپنے عقائد لکھوا دیں، یہ کہہ کر اس نے شیخ کمال الدین ابن الزملکانی کو حکم دیا کہ امام ابن تیمیہ جو کچھ بیان کریں اس کو قلم بند کر لیں، امام موصوف نے صفات خداوندی، ایمان و عمل، تقدیر، وعید، امانت اور تفضیل خلفاء کے متعلق کتاب و سنت اور سلف صالح کا عقیدہ مختصراً لکھوا دیا، اس کے بعد امیر افرم اور حاضرین مجلس کی طرف خطاب کر کے کہا، میں جانتا ہوں بہت سے لوگ مجھ پر جھوٹ بولتے اور تہمت باندھتے رہتے ہیں، انہوں نے اس سے پہلے بھی کئی مرتبہ میرے متعلق جھوٹ کہا ہے، مجھے یہ خبر ملی ہے کہ میرے ایک رسالے میں تحریف اور تاویل کر کے امیر رکن الدین بیبرس جاشنگیر کو دکھایا گیا ہے، معلوم نہیں یہ خبر کہاں تک صحیح ہے، البتہ میں یہ ضرور جانتا ہوں کہ میرے متعلق قصداً غلط فہمیاں پیدا کی گئی ہیں اور مجھ پر افتراء اور بہتان باندھے گئے ہیں، اگر میں اس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وقت اپنی یاد سے اپنے عقائد لکھواؤں تو غالباً بعض لوگ یہ سمجھیں گے کہ میں نے کچھ کمی بیشی کر دی ہے اس لیے میں اس عقیدے کو پیش کرنا چاہتا ہوں جو میں نے تاتاریوں کے آنے کے سات سال پہلے لکھا تھا، یہ کہہ کر انہوں نے ایک خادم کو اپنے گھر بھیجا تاکہ وہ ''العقیدہ الواسطیہ'' کا رسالہ لے کر آئے اور اس کے واپس آنے تک انہوں نے ایک دلدوز تقریر کر ڈالی۔ انہوں نے کہا:

## دل دوز تقریر

کس قدر عبرت کا مقام ہے کہ آج میرے عقائد میں نقص نکالے جا رہے ہیں اور مجھ کو نشانۂ ملامت بنایا جا رہا ہے اور سلطان کے نزدیک مجھ پر طرح طرح کے بہتان باندھے جا رہے ہیں اور مجھ کو بدعقیدہ، مبتدع اور نہ معلوم اور کیا کیا کہا جا رہا ہے لیکن مجھے بتایا جائے کہ سخت سے سخت مصیبت کے وقت میرے سوا کس نے اسلام اور مسلمانوں کی حمایت کی، منکرین اسلام کے سامنے کس نے اس کے دلائل اور براہین کو واضح کیا، اس کے دشمنوں سے کس نے لڑائی کی، وہ کون تھا جس نے پھر سے ان لوگوں کے اسلام کو مضبوط کیا جو اسلام کے حلقے سے نکلے جا رہے تھے، ایسے وقت جبکہ تمام لوگوں کی زبانیں بند تھیں، میں نے اپنی آواز بلند کی، اور مذہب اسلام کے دلائل اور براہین کو واضح کیا اس کے باوجود اگر یہ لوگ میرے اسلام میں نقص نکالنے کی جرأت کرتے ہیں تو ظاہر ہے کہ دوسرے لوگوں کے متعلق یہ لوگ کیا کیا نہ کریں گے، اگر ایک یہودی بھی سلطان سے انصاف کا طالب ہو تو انصاف کرنا اس پر واجب ہو جاتا ہے میں تو کبھی اپنے حقوق سے دستبردار ہو جاتا ہوں اور کبھی سلطان سے اپنے حقوق کا طالب ہوتا ہوں، سلطان کو چاہیے کہ ان تمام لوگوں کو جنہوں نے مجھ پر بہتان باندھے ہیں، جمع کر کے ان کے افتراء اور بہتان کی تحقیق کرے۔

امیر افرم نے اپنے درباری کاتب محی الدین بن فضل اللہ العمری سے کہا کہ وہ امام ابن تیمیہ کی تقریر کو لفظ بلفظ قلمبند کر لیں۔

## العقیدۃ الواسطیہ کے لکھنے کی وجہ

اس مدت میں جب رسالہ ''العقیدۃ الواسطیہ'' آ گیا تو امام ابن تیمیہ نے اس رسالہ کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



لکھنے کی وجہ یوں بیان کی کہ واسط کے ایک قاضی رضی الدین شافعی حج کرتے ہوئے دمشق سے گزرے اور انہوں نے اپنے ہاں کے مسلمانوں کی جہالت کی شکایت کی اور کہا کہ تاتاریوں کی ظالمانہ حکومت کی وجہ سے مذہب اور علم کے تمام آثار مٹ چکے ہیں اور تمام مسلمان گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں، بہتر یہ ہے کہ آپ عقائد کے متعلق ایک مختصر رسالہ لکھ دیں جو میرے اور میرے خاندان کے کام آئے، میں نے ان سے معذرت چاہی، اور کہا کہ مجھ سے پہلے عقائد کے متعلق مختلف کتابیں لکھی جا چکی ہیں، ان میں سے اہل سنت و جماعت کے عقائد کی کسی کتاب کو منتخب کر لیجئے، انہوں نے نہیں مانا اور اصرار سے کہا کہ میں وہی عقیدہ اختیار کروں گا جو آپ لکھ دیں گے چنانچہ میں نے مجبور ہو کر عصر کی نماز کے بعد ان کے لیے عقائد کا یہ مختصر رسالہ لکھا جس کے نسخے مصر اور عراق وغیرہ کے اکثر شہروں میں پھیل چکے ہیں۔

## فرقوں کے اختلاف کرنے سے ان کے عقیدے کو غلط قرار نہیں دیا جا سکتا

امام ابن تیمیہ نے فرمایا کہ وہ مخالفین کے مذاہب کو خود ان سے بہتر جانتے ہیں، مسلمانوں کا کوئی فرقہ ایسا نہیں ہے جس کو ان کے عقائد سے اختلاف نہ ہو، ہر ایک فرقہ ان سے کچھ نہ کچھ اختلاف رکھتا ہے اس لیے ان کے صرف اختلاف کرنے سے کسی عقیدے کو غلط قرار نہیں دیا جا سکتا، تاوقت یہ کہ وہ کتاب وسنت اور سلف صالح کے بیان کیے ہوئے عقائد کے خلاف نہ ہو۔

اس کے بعد امام ابن تیمیہ نے مجلس کے لوگوں کے سامنے اپنا رسالہ ''العقیدۃ الواسطیہ'' پڑھ کر سنانا چاہا، امیر افرم نے شبہات کو دُور کرنے کے لیے کہا، بہتر ہے شیخ کمال الدین ابن الزملکانی یہ رسالہ پڑھیں اور امام موصوف اس کی قابل اعتراض باتوں کا جواب دیں، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

## عقیدے کے متعلق علمائے اسلام کے تین گروہ

اس مجلس کی تفصیل روئیداد کو معلوم کرنے سے پہلے یہ جان لینا چاہیے کہ صفاتِ باری اور جہت خداوندی کے متعلق علمائے اسلام کے تین گروہ ہو گئے ہیں، ایک تو وہ ہے جو صفات اور جہت کا قائل ہے اور اُن کے معانی میں حذف واضافے، تغیر وتبدیل اور تحریف وتاویل کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



مطلق اجازت نہیں دیتا، بلکہ یہ کہتا ہے کہ کتاب وسنت سے جتنی صفات کا ثبوت ہو خواہ وہ صفات ذاتی ہوں یا فعلی، ان پر ایمان لانا واجب ہے، یہ مسلک تمام محدثین کرام اور حنابلہ کا ہے، امام ابوالحسن اشعری اور امام ابن خزیمہ کا بھی یہی مسلک ہے جیسا کہ ان کی تصنیفات ''کتاب الابانہ'' اور کتاب التوحید فی الصفات'' سے ظاہر ہوتا ہے۔

دوسرا گروہ وہ ہے جو صفات اور جہت کا منکر ہے، اور صفات کو عینِ ذات تسلیم کرتا ہے، اور قرآن مجید کی بعض آیتوں میں جہاں ید، عین، وجہ، وغیرہ کا ذکر ہے تاویل کرتا ہے، یہ مسلک معتزلہ کا ہے۔

تیسرا گروہ اشاعرہ اور ان کے ہم خیال ماتریدیوں کا ہے جو جہت خداوندی کا انکار کرتا ہے اور صفات کو نہ عین ذات مانتا ہے اور نہ غیر ذات اور بعض ذاتی صفات میں جیسا کہ چہرہ، ہاتھ، پیر وغیرہ ہے تاویل کرتا ہے۔

ان تین گروہوں کے علاوہ ایک گروہ ایسا بھی ہے جو صفاتِ باری اور جہت خداوندی سے متعلق آیتوں اور حدیثوں کو ان متشابہات میں سے قرار دیتا ہے، جن کے معانی کسی کو معلوم نہیں ہیں، وہ یہ کہتا ہے کہ ہم ان آیتوں اور حدیثوں کو تو مانتے ہیں، لیکن ہم ان کے معانی اور مطالب کا کوئی تعین نہیں کرتے، چونکہ ان کے معانی کا علم خدا کے سوا کسی اور کو نہیں ہے اس لیے ہم ان کے معانی ومطالب کو خدا کے سپرد کر دیتے ہیں۔

چونکہ امام ابن تیمیہ کے نزدیک پہلا مسلک ہی کتاب وسنت اور آثارِ صحابہ وتابعین کے مطابق تھا، اس لیے انہوں نے رائج الوقت مسلک اشاعرہ کے خلاف صفاتِ باری اور جہت خداوندی کو ثابت کیا، اور اسی کو اعتقاد الفرقة الناجية المنصورة الى قيام الساعة اهل السنة والجماعة (نجات پانے والے اور تا قیامت فتح یاب رہنے والے فرقۂ اہل سنت وجماعت کا عقیدہ) قرار دیا تھا، اور یہی ایک چیز سب سے زیادہ ان کے عہد کے علما کی برانگیختگی کا باعث ہوئی تھی۔

امام ابن تیمیہ نے ''العقیدۃ الواسطیہ'' میں لکھا تھا:

''اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر ایمان لانا چاہیے اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



موت کے بعد اُٹھنے اور تقدیر کے اچھے اور برے ہونے پر ایمان لانا چاہیے۔ اللہ پر ایمان لانے سے مراد ان اوصاف پر ایمان لانا ہے جن کے ساتھ اللہ نے اپنی کتاب میں اپنے نفس کی تعریف کی ہے اور جن کو اللہ کے رسول محمد ﷺ نے بیان کیا ہے، ان میں تحریف یا تعطیل یا تکییف یا تمثیل نہیں ہونی چاہیے، بلکہ اس بات پر ایمان لانا چاہیے کہ اللہ کے مانند کوئی چیز نہیں ہے اور وہ سننے والا اور جاننے والا ہے، پس ہمیں ان صفات کی نفی نہیں کرنی چاہیے، جن سے اللہ نے اپنی توصیف کی ہے، اور نہ کلموں کو ان کی اپنی جگہ سے بدلنا چاہیے اور نہ اللہ کے ناموں اور اس کی نشانیوں میں کجی اختیار کرنی چاہیے اور نہ اس کی صفات کو اس کی مخلوق کی صفات سے مماثلت دینی چاہیے، کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے نام والا یا اس کی برابری کرنے والا اور اس کا مقابلہ کرنے والا کوئی نہیں ہے، اور نہ اس کو اس کی مخلوق پر قیاس کیا جا سکتا ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے نفس کو اور دوسروں کو زیادہ بہتر جانتا ہے، اس کا قول اور اس کی بات اس کی مخلوق کے قول اور بات کے مقابلہ میں زیادہ بہتر اور سچی ہے، اس کے رسول صادق اور مصدوق ہیں، ان لوگوں کے برخلاف جو اللہ کے متعلق ایسی باتیں کہتے ہیں جن کو وہ نہیں جانتے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ تیرا رب جو بڑی عزت والا ہے ان باتوں سے پاک ہے جن کو یہ بیان کرتے ہیں، اور سلام ہو ان رسولوں پر اور تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جو تمام عالم کا پروردگار ہے (صفات) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان صفات سے جن سے اس کے مخالفین نے اس کی توصیف کی ہے اپنے آپ کو پاک بتایا ہے اور رسولوں پر اس لیے سلامتی بھیجی گئی ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے متعلق جو کچھ کہا وہ نقص اور عیب سے بالکل پاک ہے۔"

اس کے بعد امام ابن تیمیہ نے وہ تمام آیتیں جمع کی ہیں، جن میں خدائے تعالیٰ کا کوئی نہ کوئی وصف بیان کیا گیا ہے:

## حریفوں کا اعتراض اور اس کا جواب

اس پر کسی حریف نے ان سے پوچھا کہ اللہ اور اس کی صفات پر ایمان لانے کے سلسلے میں انہوں نے تحریف، تعطیل، تکییف اور تمثیل کے جو الفاظ استعمال کیے ہیں اُن سے ان کی کیا مراد ہے؟ اس سے اس تاویل کی نفی تو مقصود نہیں ہے، جس کو اہل تاویل "لفظ کو اس کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ظاہری معنی سے واجب یا جائز طور پر پھیرنے'' کے معنی میں لیتے ہیں۔

امام ابن تیمیہ نے جواب دیا کہ چونکہ انہوں نے اس رسالے میں کتاب وسنت، صحابہ و تابعین اور علمائے سلف ہی کے الفاظ کو استعمال کرنے کی پابندی کی ہے، اس لیے تاویل اور تشبیہ کے الفاظ کی بجائے تحریف اور تمثیل کے الفاظ استعمال کیے ہیں، کیونکہ قرآنِ مجید میں انہی لفظوں سے خدا کی آیتوں میں کمی بیشی کرنے کی مذمت اور کسی چیز کو خدا کے ساتھ مشابہت دینے کی ممانعت آئی ہے جیسے:

﴿ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ﴾ [1]

''کلموں کو ان کی اپنی جگہ سے پھیر دیتے ہیں۔''

﴿ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ ﴾ [2]

''اس کے مانند کوئی چیز نہیں ہے۔''

تاویل کا لفظ اگرچہ قرآن مجید میں کئی جگہ آیا ہے، مگر چونکہ اس کے معنی وہ نہیں ہیں، جو متأخرین فقہاء اور اصولیین نے مراد لیے ہیں، اس لیے اس کو یہاں استعمال نہیں کیا گیا۔

تکییف کا لفظ اگرچہ کتاب وسنت میں نہیں ہے، مگر علمائے سلف سے مروی ہے چنانچہ حضرت ابن عیینہ، حضرت ربیعہ اور حضرت امام مالک رحمہ اللہ وغیرہ سے مسئلہ استواء کے متعلق مشہور مقولہ منقول ہے:

أَلْاِسْتِوَاءُ مَعْلُوْمٌ وَالْكَيْفَ مَجْهُوْلٌ وَالْإِيْمَانُ بِهٖ وَاجِبٌ وَالسُّؤَالُ عَنْهُ بِدْعَةٌ.

استواء معلوم ہے اور اس کی کیفیت مجہول ہے، اس پر ایمان لانا واجب ہے اور اس کے متعلق سوال کرنا بدعت ہے۔

لیکن اس لفظ کا مفہوم قرآن مجید ہی سے مستنبط ہے، کیونکہ قرآنِ مجید سے یہ ثابت ہے کہ ذات باری کی کیفیت اور حقیقت کا ادراک نہیں ہوسکتا۔

امام ابن تیمیہ نے ان الفاظ کی تشریح کر کے بتایا کہ ان سے جہمیوں، رافضیوں،

---

[1] ٤/النساء:٤٦۔ [2] ٤٢/الشوریٰ:١١۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


قدریوں، کی یہ تاویل کہ ﴿كَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا﴾ ''اللہ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا کلام کرنا'' سے مراد جَرَّحَ اللّٰهُ مُوْسٰى بِاَظَافِرِ الْحِكْمَةِ تَجْرِيْحًا ''اللہ نے اپنے ناخن حکمت سے موسیٰ کی گرہ کشائی کی۔''

امام ابن تیمیہ نے کچھ اس انداز سے اپنی یہ تقریر پیش کی کہ ان کے حریف ان کا کوئی جواب نہ دے سکے، وہ یہ چاہتے تھے کہ اور اعتراضات کریں مگر چونکہ انہیں معلوم تھا کہ امام ابن تیمیہ ہر ایک کا جواب دیں گے، اس لیے وہ پیچ وتاب کھا کر خاموش ہو گئے۔ [1]

## تجسیم کا الزام اور اس کی تردید

امام ابن تیمیہ نے تنزیہ اور تشبیہ کی آیتیں اور حدیثیں پیش کیں اور خدا کی صفاتِ ذاتی جیسے چہرہ، ہاتھ، آنکھ، سمع، بصر وغیرہ سے بحث کرتے ہوئے قرآن مجید کی آیتیں پیش کیں، اس پر کسی بڑے مخالف نے کہا، اس صورت میں یہ کہاں بجا ہوگا کہ خدا جسم رکھتا ہے، کیونکہ صفات ذاتی اور جہت جسم ہی کے لوازمات میں سے ہیں۔

امام ابن تیمیہ نے فوراً جواب دیا کہ انہوں نے کہیں یہ نہیں لکھا کہ خدا جسم ہے، بلکہ یہ لکھا ہے کہ خدا نے جن الفاظ اور صفات سے اپنی ذات کو متصف کیا ہے اور اس کے رسول نے جن الفاظ اور صفات سے اس کی توصیف کی ہے ہم بھی انہیں الفاظ اور صفات سے اس کی توصیف کریں گے اور چونکہ کتاب وسنت میں خدا کا جسم والا ہونا یا جسم والا نہ ہونا مذکور نہیں ہے اس لیے اس کے جسم والے ہونے کے متعلق یہاں کسی قسم کا اعتراض کرنا بالکل ہی بے جا ہے۔

جسمیت کے متعلق بعض علما حاضرین نے امام ابن تیمیہ کے جواب کی تائید کی اور ان کی حمایت میں کچھ دلیلیں بھی پیش کیں۔

## اس عقیدے کو امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے ساتھ کوئی خصوصیت نہیں ہے

جب حریفوں نے نائبِ دمشق امیر افرم کے سامنے اپنا پہلو کمزور پڑتے دیکھا تو کہا: آپ نے امام احمد ابن حنبل کا عقیدہ تحریر کیا ہے، اس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ اگر امام ابن

---

[1] العقود الدریۃ، ص: ۲۱۵۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



تیمیہ اس بات کو مان جائیں تو پھر یہ جھگڑا ہی ختم ہو جاتا ہے، کیونکہ حنبلی مذہب بھی ان مذہبوں میں سے ایک تھا، جس کی پیروی حکومت کی طرف سے جائز قرار دی گئی تھی، امام ابن تیمیہ نے کہا کہ اس عقیدے کو امام احمد بن حنبل کے ساتھ کوئی خصوصیت نہیں ہے، بلکہ یہ رسول اللہ ﷺ اور تمام صحابہ و تابعین اور علمائے سلف کا عقیدہ ہے، امام احمد ابن حنبل تو کتاب و سنت اور احادیث رسول اللہ ﷺ کے علم کو لوگوں تک پہنچانے والوں میں سے ایک فرد ہیں، اگر کوئی شخص ایسی بات کہے جس کی سند اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت میں نہیں ہے تو پھر وہ کسی طرح بھی قبول نہیں کی جا سکتی، چاہے وہ امام احمد بن حنبل ہی کا کہا ہوا کیوں نہ ہو۔

## حریفوں کو تین سال کی مہلت دینا

اس کے بعد امام ابن تیمیہ نے نہایت ہی زوردار الفاظ میں اپنے تمام مخالفین کو خطاب کر کے کہا، میں اپنے تمام مخالفین کو تین سال کی مہلت دیتا ہوں، اس مدت میں اگر کوئی شخص اِسلام کی ابتدائی تین صدیوں میں سے جن کے بہتر ہونے کی نبی کریم ﷺ نے ان الفاظ میں شہادت دی ہے:

((خير القرون قرني الذي بعثت فيهم ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم)) [1]

''بہترین زمانہ میرا زمانہ ہے جس میں مَیں مبعوث ہوا پھر وہ لوگ جو اس زمانے سے قریب ہیں پھر وہ جو اس زمانے سے قریب ہیں۔''

ایک بات بھی اس عقیدے کے خلاف ثابت کر دی تو میں اپنے عقیدے سے رجوع کرنے کے لیے تیار ہوں، اور میں اس بات کا ذمہ لیتا ہوں کہ ان تین زمانوں کے حنفیوں، مالکیوں، شافعیوں، حنبلیوں، اشعریوں اور محدثوں وغیرہ کے اقوال میرے عقیدے کے درست ہونے کی سند میں پیش کروں۔

---

[1] صحيح بخاري، كتاب الشهادات، باب لا يشهد على شهادة جور، ح: ٢٦٥٢، ٣٦٥١۔ نوٹ: خير القرون کی جگہ خير الناس ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


## خلق قرآن پر بحث

جب خلقِ قران کی بحث آئی تو مخالفین نے امام ابن تیمیہ سے پوچھا کہ حروف اور آواز کے متعلق ان کا کیا خیال ہے؟ اس سوال سے ان کی غرض یہ تھی کہ اگر وہ حروف اور آواز کو مخلوق بتائیں جیسا کہ مخالفین کا عقیدہ تھا تو پھر ان کا مقصد پورا ہو گیا اور اگر ان کو غیر مخلوق اور قدیم بتائیں جیسا کہ اس زمانے کے حنابلہ کے متعلق عام طور پر مشہور تھا کہ وہ حروف اور آواز کو بھی قدیم کہتے ہیں تو پھر آسانی کے ساتھ امام ابن تیمیہ پر تجسیم کا الزام لگایا جا سکتا ہے، امام موصوف نے تفصیلی جواب دیا اور کہا کہ امام احمد بن حنبل اور ان کے ساتھیوں کے متعلق یہ جو روایت کی جاتی ہے کہ وہ قاریوں کی آواز اور مصاحف کی روشنائی کو قدیم اور ازلی کہتے ہیں بالکل جھوٹ اور غلط ہے اور اُن پر محض بہتان ہے، امام ابوبکر الخلال اور امام ابوبکر مروزی اپنی کتابوں میں صاف طور پر لکھتے ہیں کہ امام احمد نے قاریوں کی آواز اور مصاحف کی روشنائی کو کسی وقت بھی قدیم اور ازلی نہیں کہا، بلکہ ان کا عقیدہ یہ تھا کہ قرآنِ مجید کی عبارت اور اس کے حروف غیر مخلوق اور قدیم ہیں اور قاریوں کی آواز مصاحف کی روشنائی مخلوق ہے۔

## طنز اور اس کا جواب

اس جواب کو سن کر مخالفین چپ ہو گئے، مگر کسی نے بطور طنز کے کہا کہ امام احمد ابن حنبل کے پیروؤں میں حشویہ اور مشبہ کی ایک بڑی جماعت پائی جاتی ہے، امام ابن تیمیہ نے فوراً جواب دیا کہ دوسرے ائمہ کے پیروؤں میں امام احمد کے پیروؤں سے زیادہ تجسیم اور تشبیہ کا عقیدہ پایا جاتا ہے، یہ کردی قومیں جو تمام کی تمام شافعی ہیں، تشبیہ اور تجسیم کے قائل ہیں، جیلان میں شافعی اور حنبلی دونوں مذہب کے لوگ موجود ہیں، مگر حنبلیوں میں تشبیہ و تجسیم کے ماننے والے اتنے زیادہ نہیں ہیں جتنے کہ شافعیوں میں پائے جاتے ہیں کُرَّامِیَہ کل کے کل حنفی ہیں اور تجسیم کے قائل ہیں۔

اس کے بعد امام ابن تیمیہ نے بہت ہی برہم ہو کر بلند آواز سے پوچھا: بتاؤ! ائمہ حنابلہ میں سے کون حشوی ہے، کیا اثرم؟ ابوداؤد مروزی؟ ابوبکر خلال؟ ابوبکر بن عبدالعزیز؟ ابوالحسن تمیمی؟ ابن حامد؟ قاضی ابویعلی؟ ابوالخطاب ابن عقیل؟ ان میں سے کون تشبیہ اور تجسیم کا قائل

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہے، کیا ابن الخطیب کے جھوٹ بولنے اور بہتان باندھنے سے شریعت اور مذہب وزیر کی باتیں باطل قرار دی جائیں گی، کیا اس کے صرف اتنا نقل کر دینے سے کہ حنابلہ قاریوں کی آواز اور مصاحف کی روشنائی تک کو قدیم کہتے ہیں یہ مان لیا جائے گا کہ وہ درحقیقت تشبیہ اور تجسیم کے قائل ہیں، اگر اس کی یہ روایت صحیح ہے تو پھر بتایا جائے کہ کس حنبلی نے یہ کہا ہے؟ اور کس کتاب میں اس کا حوالہ ہے؟

## منه بدأ واليه يعود کی تشریح

جب خلقِ قرآن کے مسئلے میں منہ بدأ والیہ یعود (اسی سے نکلا اور اسی کی طرف لوٹ جائے گا) کا جملہ پڑھا گیا تو مخالفین نے اس کا مطلب پوچھا، امام ابن تیمیہ نے کہا: یہ جملہ سلف سے منقول ہے۔ چنانچہ عمرو بن دینار کا قول ہے کہ میں ستر سال سے بزرگوں سے بہت سنتا آیا ہوں کہ اللہ خالق ہے، اور قرآن کے سوا تمام چیزیں مخلوق ہیں، کیونکہ وہ اللہ کا کلام ہے اور غیر مخلوق ہے، اسی سے نکلا اور اسی کی طرف لوٹ جائے گا۔

پھر اس جملے کی تشریح کر کے بتایا کہ اُسی سے نکلا کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے کلام کیا اور اس کو اپنے بندے پر اتارا اور آخری زمانے میں اسی کی طرف لوٹ جائے گا، یعنی مصاحف اور سینوں میں اس کا ایک حرف بھی باقی نہیں رہے گا، اس جملے سے ان جہمیوں کی تردید مقصود ہے، جو یہ کہتے ہیں کہ اللہ نے قرآنِ مجید کو ہوا میں پیدا کیا، اس نے خود کوئی کلام نہیں کیا۔

اس کے بعد خلقِ قران کے متعلق اتنے عمدہ پیرائے میں بحث کی کہ مخالفین بھی ان کی تعریف کرنے لگے، صدرالدین ابن الوکیل شافعی نے تو یہاں تک کہا کہ امام ابن تیمیہ نے ہمارے شبہات کو دور کر دیا، اور ہمارے سینوں کی کدورت کو صاف کر دیا۔

## مجموعی حیثیت سے چار اعتراضات

امام ابن تیمیہ نے آخرت، تقدیر، فسق و فجور [1] اور دیگر مسائل کے متعلق مخالفین کے

---

[1] یعنی یہ مسئلہ فسق و فجور کرنے والا مؤمن ہے یا نہیں، اہل سنت و جماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ وہ مؤمن ہے بشرطیکہ وہ فسق و فجور کو حلال سمجھ کر اس کا ارتکاب نہ کرتا ہو، خوارج اس کو کافر قرار دیتے ہیں۔ معتزلہ یہ کہتے ہیں کہ ایسا شخص نہ مؤمن ہے اور نہ کافر، اس کا درجہ ایمان اور کفر کے درمیان ہے، ان کی اصطلاح میں اس کو "منزلة بين منزلتين" (دو منزلوں کے درمیان ایک منزل) کہتے ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اعتراضات کے تشفی بخش جواب دیئے اور جب یہ رسالہ شروع سے آخر تک پڑھا جا چکا تو اس پر مجموعی حیثیت سے چار اعتراض کیے گئے، پہلا اعتراض اس رسالے کے نام پر تھا، دوسرا اعتراض اس دعوے پر تھا کہ خدا عرش پر ہے، تیسرا اعتراض خدا اور عرش کو چاند اور آسمان کے ساتھ تشبیہ دینے پر تھا، چوتھا اعتراض حقیقت اور مجاز کی تعبیر سے متعلق تھا۔

## پہلا اعتراض نام کے متعلق

امام ابن تیمیہ نے اس رسالۂ العقیدۃ الواسطیہ کا نام "اعتقاد الفرقة الناجية الىٰ قيام الساعة اهل السنة والجماعة" (نجات پانے والے اور قیام قیامت تک فتح یاب رہنے والے فرقہ اہل سنت و جماعت کا عقیدہ) رکھا تھا، مخالفین نے اس پر یہ اعتراض کیا کہ جب اس عقیدے کو ماننے والی جماعت ہی نجات پانے والی اور فتح یاب رہنے والی ٹھہری تو لامحالہ اس سے وہ لوگ نکل گئے جو اس عقیدے کو نہیں مانتے، جیسے ہم اشعریین اور متکلمین کی جماعت جو ایمان کو ایسا قول اور عمل نہیں قرار دیتی جو گھٹتا بڑھتا رہتا ہے، بلکہ اس سے صرف تصدیق اور اقرار مراد لیتی ہے اور اس کے لیے ضروری قرار نہیں دیتے۔ اس لحاظ سے یہ نام رکھنے کے یہ معنی ہوئے کہ ہم لوگ ہلاک ہونے والوں میں سے قرار پائے۔

امام ابن تیمیہ نے اس کا جواب یہ دیا کہ انہوں نے اس کو نجات پانے والی جماعت کا اس لیے عقیدہ قرار دیا کہ ایسی ہی جماعت کے لیے نبی کریم ﷺ نے نجات کی خوشخبری دی ہے، چنانچہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ آپ کی امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی، جن میں سے بہتر فرقے تو دوزخی ہوں گے اور ایک جنتی ہوگا اور یہ وہ فرقہ ہوگا جو آنحضرت ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کے نقشِ قدم پر چلے گا۔ چونکہ یہی عقیدہ نبی کریم ﷺ اور آپ کے ساتھیوں سے مروی ہے اس لیے اس کے ماننے والی جماعت ہی نجات پانے والی ٹھہرے گی، اور چونکہ اس عقیدے کی تمام باتیں نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مستند طور پر ثابت ہیں، اس لیے صرف بعد میں آنے والے لوگوں کو مخالفت کرنے سے اس عقیدے کے دعاوی اور دلائل پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا تاوقتیکہ پیش کی ہوئی روایات اور دلائل

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



سے زیادہ قوی اور مضبوط روایات اور دلائل پیش نہ کیے جائیں۔

اب رہا اس عقیدے کے نہ ماننے والوں کا معاملہ تو یہ کوئی ضروری نہیں ہے کہ ہر وہ شخص جو اس عقیدے کو نہ مانتا ہو، حتمی طور پر ہلاک ہونے والوں میں سے قرار پائے، کیونکہ بعض صورتوں میں وہ غلط اجتہاد کرتا ہے، جس کو خدا معاف کر دیتا ہے، یا وہ ایک ایسی دلیل کو جو حقیقت میں صحیح نہیں ہے، صحیح سمجھ کر حجت قرار دیتا ہے، یا یہ ہو سکتا ہے کہ اس کے پاس اتنی نیکیاں ہوں کہ اس کی تمام اعتقادی غلطیوں کا کفارہ بن جائیں، اس لیے تاویل کرنے والا، توبہ کرنے والا، نیک اور صالح آدمی اس وعید میں داخل نہ ہوگا، وہی شخص اس وعید کا مستحق ہوگا جو دیدہ و دانستہ اس عقیدے کے خلاف عقیدہ رکھتا ہو۔

## دوسرا اعتراض مسئلہ استواء کے متعلق

جب استواء علی العرش کا مسئلہ آیا تو امام ابن تیمیہ نے مخالفین کے اعتراضات کا جواب دینا چاہا، بعض لوگوں نے یہ خواہش ظاہر کی کہ اس مسئلہ کو کسی دوسری مجلس کے لیے اٹھا رکھا جائے، کیونکہ اس روز کی بیٹھک بہت لمبی ہو گئی تھی، اور بہت سے لوگ مسلسل نشست سے اکتا چکے تھے، اس کے علاوہ ایک دوسری بات بھی تھی، یعنی یہ کہ پہلی مجلس اچانک پیش آئی تھی اور موافقین اور مخالفین میں سے کوئی بھی ان مختلف فیہ مسائل پر تیار ہو کر نہیں آیا تھا، علاوہ ازیں اشعریوں کے بڑے بڑے مناظر اس مجلس میں شریک نہیں ہو سکے تھے، ان کو بھی آئندہ مجلس میں کھینچ کر لانا چاہتے تھے، تاکہ امام ابن تیمیہ کا پوری شدت و قوت کے ساتھ مقابلہ کیا جا سکے۔

## دوسری مجلس

چنانچہ یہ دوسری مجلس چار دن بعد ۱۲ رجب ۷۰۵ھ کو جمعہ کی نماز کے بعد منعقد ہوئی امام ابن تیمیہ اپنے رسالہ ''العقیدۃ الواسطیہ'' اور ''العقیدۃ الحمویۃ الکبریٰ'' کے ساتھ حافظ ابن عساکر شافعی (المتوفی: ۵۷۱ھ) کی کتاب ''تبیین کذب المفتری فیما نسب الی الامام ابی الحسن الاشعری'' بھی لے آئے، مخالفین کی طرف سے صفی الدین محمد بن عبدالرحیم الہندی الشافعی (المتوفی: ۷۱۵ھ) بھی تشریف لائے، یہ اس دور کے بہت بڑے متکلم، اصولی اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



مُناظر سمجھے جاتے تھے، یہ امام ابن تیمیہ سے سترہ سال بڑے تھے، ۶۴۴ھ میں دہلی میں پیدا ہوئے، ۶۶۷ھ میں دہلی سے یمن گئے اور پھر مکہ، مدینہ، مصر، بلادِ روم کی سیر کرتے ہوئے ۶۸۵ھ میں دمشق آئے اور پھر وہیں کے ہو کر رہ گئے، مخالفین نے انہی کو افسر مناظرہ مقرر کیا۔

## اتحاد و اتفاق کی دعوت

سب سے پہلے امام ابن تیمیہ نے ایک مختصر تقریر کی، جس میں تمام مسلمانوں کو اتحاد و اتفاق کی دعوت دی، اس کے بعد بتایا کہ وہ جو کچھ پیش کر رہے ہیں وہ بلاشبہ اللہ اور اس کے رسول اور علمائے سلف کا کہا ہوا ہے، چونکہ اللہ ایک ہے اور اس کا رسول بھی ایک ہے، اس لیے اس کے دین کو بھی ایک ہی ہونا چاہیے، اگر تمام مسلمان اللہ اور اس کے رسول اور علمائے سلف کی کہی ہوئی باتوں پر متفق ہو جائیں تو پھر تمام مسلمانوں کی خوش قسمتی اور سرخروئی کا کیا کہنا اور اگر کوئی شخص اس کے بعد بھی مخالفت پر کمر بستہ ہے تو وہ پھر باطل کے تمام پردوں کو چاک کرنے اور فاسد مذاہب کی غلطیوں کو جنہوں نے تمام دولتوں اور ملتوں کو گندہ اور خراب کر دیا ہے مخالفین کے سامنے کھول کر رکھ دینے کے لیے تیار ہیں۔

امام ابن تیمیہ کو ان باتوں کے کہنے کی اس لیے ضرورت پڑی تھی کہ اس دوسری مجلس کے منعقد ہونے سے پہلے چند شافعی، اشعری اور حنفی عالموں نے ان کے گھر پر ان سے ملاقات کی، یہ لوگ پہلی مجلس کا رنگ دیکھ چکے تھے کہ امام ابن تیمیہ کس طرح مخالفین پر چھا رہے تھے، ان کو اس کا احساس ہو گیا تھا کہ اس دوسری مجلس میں بھی وہ امام موصوف کے زوردار دلائل کا کوئی جواب نہیں دے سکیں گے، اس میں اشعری علما کی بڑی سبکی ہو گی اور متعصب اشخاص شورش پر آمادہ ہو جائیں گے، اس لیے انہوں نے بلطائف الحیل اس جھگڑے کو مٹانے کی کوشش کی، انہوں نے امام موصوف سے کہا کہ مخالفین کے دلوں میں اپنی جماعت کا تعصب اتنا ہے کہ وہ برسرِ عام اپنے مقتداؤں کے اقوال کے خلاف کسی دلیل کو بھی ماننے کے لیے تیار نہ ہوں گے، اس لیے اگر امام موصوف یہ مان جائیں کہ انہوں نے امام احمد بن حنبل اور ان کے پیروؤں کا عقیدہ لکھا ہے تو مخالفین کی مخالفت ختم ہو جائے گی اور مسلمان بھی اس کشمکش اور فتنہ و فساد سے جو اس وقت انہیں ہیجان میں ڈالے ہوئے ہے، نجات پا جائیں گے اور اس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



طرح تمام علما کی عزت بھی باقی رہ جائے گی۔

امام ابن تیمیہ نے کہا: خدا کی قسم! عقائد اور اعمال و افعال کے معاملے میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی کوئی خصوصیت نہیں ہے، میں نے درحقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ اور تابعین اور تمام ائمہ اہل حدیث اور علمائے سلف کا عقیدہ لکھا ہے، امام موصوف نے یہ بھی کہا کہ امام شافعی اور امام ابوالحسن اشعری صفات کے اندر تاویل کرنے کے ہرگز قائل نہیں تھے، امام ابوالحسن اشعری کے متعلق صفات کی تاویل کے جو دو قول نقل کیے جاتے ہیں وہ ہرگز صحیح نہیں ہیں، بلکہ اس بارے میں اشاعرہ کے دو قول ہیں جن میں ترکِ تاویل صفات کا قول ہی متقدمین اشاعرہ کا قول ہے، جیسا کہ امام ابوالحسن اشعری اور متقدمین اشاعرہ کی تصنیفات سے پتہ چلتا ہے۔

اس دوسری مجلس میں امام ابن تیمیہ نے کہا کہ بعض باتیں ایسی ہیں جن کو وہ اس مجلس میں نہیں کہنا چاہتے، بلکہ وہ ان باتوں کو سلطان مصر کے سامنے پیش کریں گے، یہ بھی کہا کہ میں جانتا ہوں کہ لوگ آپس میں شدید اختلاف رائے رکھتے ہیں، کوئی اپنے آپ کو حنبلی کہتا ہے اور کوئی اشعری اور اس کی وجہ سے ان کے درمیان ایسی باتوں پر جن کی حقیقت سے وہ خود بھی آشنا نہیں ہوتے، روز نت نئے فتنے کھڑے ہوتے ہیں۔ امام موصوف نے کہا: میں نے سلف صالح کا عقیدہ پیش کیا ہے، امام ابوالحسن اشعری نے بھی اسی کو سلف صالح کا عقیدہ قرار دیا ہے، اس کے ثبوت میں امام موصوف نے ''تبیینِ کذب المفتری'' کا وہ باب پڑھ کر سنایا جس کو ابن عساکر نے امام ابوالحسن اشعری کی ''کتاب الابانہ'' سے نقل کیا ہے۔ [1]

## اسلام میں پہلا اختلاف

اس بحث کے ضمن میں جب معتزلہ کا ذکر آیا تو امیر افرم نے امام ابن تیمیہ سے معتزلہ کی وجہ تسمیہ پوچھی، امام موصوف نے جواب دیا کہ ابتدائے اسلام میں فاسق کے متعلق اہل اسلام کے درمیان اختلاف پیدا ہوا، اور یہ پہلا اختلاف تھا جو ملتِ اسلام میں ظاہر ہوا، خارجی لوگ کہتے تھے کہ فاسق کافر ہے، اہل سنت و جماعت کا خیال تھا کہ وہ مؤمن ہے، ایک

---

[1] تبیین کذب المفتری، مطبوعہ دمشق از ص: ۱۴۸ تا ۱۶۵۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



دن امام حسن بصری کی درس گاہ میں اسی مسئلہ پر بحث ہو رہی تھی، ایک جماعت نے کہا کہ فاسق نہ تو مومن ہے اور نہ کافر، بلکہ وہ ایمان اور کفر کے درمیان ہے، اس جماعت کا سرگردہ واصل بن عطاء تھا، جب اس اختلاف کی بنا پر حضرت امام حسن بصری کی درس گاہ سے اٹھ گیا اور الگ ہو گیا تو لوگوں نے کہا اِعْتَزَلَ عَنْ مَجْلِسِہٖ (ان کی مجلس سے الگ ہو گیا) اسی بنا پر اس کے پیروؤں کا نام معتزلہ پڑ گیا۔

## شیخ صفی الدین ہندی کی تردید اور اس کا جواب

اس پر شیخ صفی الدین ہندی نے کہا کہ سب سے پہلا اختلاف خلق قرآن کے مسئلے پر ہوا تھا، اور سب سے پہلے جس شخص نے یہ مسئلہ چھیڑا وہ عمرو بن عبید تھا، اس کے بعد واصل بن عطاء نے اس مسئلہ کو اور ترقی دی، ثبوت کے لیے انہوں نے شہرستانی کی کتاب الملل والنحل کا حوالہ دیا۔

امام ابن تیمیہ نے جواب دیا تم نے جو کچھ کہا ہے وہ اجماع کے صریحاً مخالف ہے۔ اسلام کی ہر ایک بدعت کی تاریخ سے اچھی طرح واقف ہوں کہ وہ کب جاری ہوئی اور کس نے اس کو جاری کیا، خلق قرآن کا مسئلہ دوسری صدی ہجری کے بعد مأمون باللہ کے زمانے میں پیدا ہوا اور معتزلہ اس سے بہت پہلے دوسری صدی ہجری کی ابتداء میں پیدا ہو گئے تھے، حالانکہ اس وقت خلق قرآن کی بحث ابھی تک نہیں چھڑی تھی، پھر امام موصوف نے کہا کہ شہرستانی نے معتزلہ کے متعلق نہیں بلکہ متکلمین کے متعلق یہ لکھا ہے کہ ان کے درمیان سب سے پہلا اختلاف خلق قرآن کے مسئلہ پر ہوا، یہاں سوال معتزلہ کا ہے، متکلمین کا نہیں ہے، اور شہرستانی نے متکلمین کی جو وجہ تسمیہ بتائی ہے وہ بھی صحیح نہیں ہے، کیونکہ خلق قرآن کے مسئلے کے وجود میں آنے سے بہت پہلے ایک جماعت کو متکلمین کے لقب سے پکارا جاتا تھا، چنانچہ واصل بن عطاء کو متکلم کہا جاتا تھا، حالانکہ اس وقت تک خلق قرآن کی بحث چھڑی نہیں تھی، پھر واصل کی فصاحت و بلاغت کی تعریف کرنے کے بعد کہا کہ واصل کا زمانہ عمرو بن عبید کے بعد کا نہیں بلکہ دونوں ایک ہی زمانہ کے تھے، چنانچہ جب ایک مرتبہ واصل بن عطاء نے بڑی فصیح وبلیغ تقریر کی تو عمرو بن عبید نے کہا کہ اگر ہم سے کوئی نبی پیدا ہوا بھی تو اس سے اچھی کیا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



تقریر کرسکتا ہے۔

## ائمہ کی طرف بہت سی غلط باتیں منسوب ہو گئی ہیں

جب امام ابن تیمیہ "تبیین کذب المفتری" کا باب پڑھ چکے تو شیخ صفی الدین ہندی نے کہا: اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ امام احمد بن حنبل بڑے ہی جلیل القدر امام تھے، مگر بعد میں لوگوں نے ان کی طرف بہت سی باتیں ایسی منسوب کر دی ہیں جن سے وہ بالکل بری ہیں، امام موصوف نے ان کے اس قول کی تصدیق کی اور کہا کہ اس میں امام احمد ہی کی کوئی خصوصیت نہیں ہے بلکہ تمام ائمہ اسلام کے ساتھ لوگوں نے ایسا ہی کیا ہے انہوں نے امام مالک کی طرف بہت سی ایسی باتیں منسوب کر دی ہیں، جن سے وہ بری ہیں، اسی طرح امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کی طرف ایسی باتیں منسوب کر دی ہیں جن سے وہ بری ہیں۔ انہیں پر کیا منحصر ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھی دشمنوں نے ایسی باتیں منسوب کر دی ہیں جن سے وہ بالکل بری ہیں۔

## شیخ صفی الدین کا طنز اور اس کا جواب

شیخ صفی الدین ہندی نے کہا، لیکن امام احمد ابن حنبل کے پیروؤں میں حشویہ اور مشبہ اور مجسمہ کی ایک بہت بڑی تعداد پائی جاتی ہے، امام ابن تیمیہ نے بگڑ کر کہا کہ دوسرے ائمہ کے پیروؤں میں امام احمد کے پیروؤں سے زیادہ تشبیہ اور تجسیم کا اعتقاد پایا جاتا ہے، یہ کردی قومیں تمام کی تمام شافعی ہیں ان میں تشبیہ و تجسیم کے قائل اتنے زیادہ پائے جاتے ہیں جو کسی اور مسلک کے لوگوں میں نہیں مل سکتے، گیلان میں شافعی اور حنبلی دونوں مسلک کے لوگ ہیں، لیکن حنبلیوں کی بہ نسبت شافعیوں میں تشبیہ اور تجسیم کا عقیدہ زیادہ رائج ہے، کرامیہ تمام کے تمام تجسیم کے قائل ہیں، حالانکہ وہ سب کے سب حنفی ہیں۔

## لفظ حشویہ کی تشریح

امیر افرم یا کسی اور شخص کے سوال کرنے پر حشویہ کے لفظ کی تشریح کرتے ہوئے بتایا کہ سب سے پہلے معتزلہ نے اس لفظ کو استعمال کیا، جب کسی بات یا عقیدے کی تحقیر کرنی ہوتی تو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وہ اس کو حشویا عامی کہتے تھے اور اس کے ماننے والوں کو حشویہ کہا کرتے تھے، جیسا کہ رافضی سنی عوام الناس کو جمہور کا لقب دیتے ہیں۔

## ائمہ حنابلہ میں سے کون حشوی ہیں؟

پھر امام ابن تیمیہ نے شیخ صفی الدین ہندی کی طرف مخاطب ہو کر پوچھا ذرا بتاؤ ائمہ حنابلہ میں سے کون حشوی ہے؟ کیا اثرم؟ ابوداؤد مروزی؟ ابوبکر خلال؟ ابوبکر بن عبدالعزیز؟ ابوالحسن تمیمی؟ ابن حامد؟ قاضی ابویعلی؟ ابوالخطاب ابن عقیل؟ ان میں سے کون تشبیہ اور تجسیم کا قائل ہے، کیا ابن الخطیب کے جھوٹ بولنے اور بہتان باندھنے سے شریعت اور مذہب و دین کی باتیں باطل قرار دی جائیں گی، کیا اس کے صرف اتنا نقل کر دینے سے کہ حنابلہ قاریوں کی آواز اور مصاحف کی روشنائی تک کو قدیم کہتے ہیں یہ مان لیا جائے گا کہ وہ درحقیقت تشبیہ اور تجسیم کے قائل ہیں، اگر یہ روایت صحیح ہے تو پھر بتایا جائے کہ کس حنبلی امام نے ایسا لکھا ہے؟ اور کس کتاب میں اس کا حوالہ ہے؟

## وہی مقامات پڑھ کر سنا دیئے جائیں جن سے مخالفین کو اختلاف ہے

چونکہ شیخ صفی الدین ہندی پہلی مجلس میں شریک نہیں تھے اس لیے امام ابن تیمیہ نے العقیدۃ الواسطیہ کا رسالہ پھر سے ان کو پڑھ کر سنانے کا حکم دیا، مگر بعض لوگوں نے یہ رائے دی کہ ایسا کرنے میں وقت زیادہ صرف ہو جائے گا وہی مقامات پڑھ کر سنا دیئے جائیں جن سے مخالفین کو اختلاف ہے۔

## کیا خالق کی صفات مخلوق پر حقیقی طور پر بولی جاتی ہیں

جب امام ابن تیمیہ کی اس تحریر پر بحث شروع ہوئی کہ آیا خالق کی صفات مخلوق پر حقیقی طور پر بول جاتی ہیں یا نہیں، تو شیخ صفی الدین ہندی نے حقیقت اور مجاز پر ایک بہترین منطقی بحث کی جس کو امام ابن تیمیہ نے بہت پسند کیا اور ان کے اسلوبِ بیان کی بڑی تعریف کی، پھر کہا خدا بلاشبہ حقیقی طور پر زندہ ہے، جاننے والا ہے، سننے والا ہے، دیکھنے والا ہے، تمام اہل السنت والجماعت کا اس پر اتفاق ہے، البتہ مبتدعین نے ان کی بعض صورتوں سے اختلاف کیا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہے، اللہ جس طرف حقیقی طور پر موجود ہے اس طرح مخلوق بھی حقیقی طور پر موجود ہے، خواہ یہ وجود دونوں پر اشتراکِ لفظ کی حیثیت سے بولا جائے یا تواطی کی حیثیت سے جو لفظی اور معنوی دونوں قسم کے اشتراک کو متضمن ہے، یا تشکیک کی حیثیت سے جو تواطی ہی کی ایک قسم ہے، ان میں سے ہر ایک قول کے مطابق اللہ جس طرح حقیقی طور پر موجود ہے اسی طرح مخلوق بھی حقیقی طور پر موجود ہے، اور کسی قسم کے خالق اور مخلوق پر حقیقی طور پر اطلاق کرنے سے کوئی خرابی لازم نہیں آتی۔

## لفظِ وجود متواطی ہے یا مشترک

اس بحث کے دوران میں مخالفین کے اندر ہی یہ بحث چھڑ گئی کہ وہ [1] وجود کا لفظ آیا متواطی ہے یا مشترک۔ ایک نے کہا متواطی ہے۔ دوسرے نے کہا ترکیب کے لازم ہونے کی وجہ سے مشترک ہے اور پھر امام فخر الدین رازی کا حوالہ دیتے ہوئے بیان کیا کہ اس جھگڑے کی بنیاد اس پر ہے کہ شے کا وجود اس کی ماہیت سے الگ ہے یا نہیں، پس جس شخص کے نزدیک شے کا وجود اس کی عین ماہیت ہے وہ وجود کے لفظ کو مشترک مانتا ہے، اور جو شخص شے کے وجود کو زائد از ماہیت تسلیم کرتا ہے وہ وجود کے لفظ کو متواطی قرار دیتا ہے، پہلے نے کہا اس شخص کا قول ہی راجح ہے جو شے کے وجود کو زائد از ماہیت تسلیم کرتا ہے، دوسرے نے اس کی تردید کی اور کہا کہ امام ابوالحسن اشعری اور تمام اہل سنت و جماعت کا مذہب یہی ہے کہ شے کا وجود اس کی عین ماہیت ہے، پہلے نے اس دعوے کے تسلیم کرنے سے انکار کیا، امام ابن تیمیہ نے کہا کہ یہ مسلک تمام اہل السنت والجماعت کا نہیں ہے، بلکہ صرف متکلمین اہل السنت والجماعت کا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ شے کا وجود اس کی عین ماہیت ہے، دوسرا قول معتزلہ کا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ شے کا وجود زائد از ماہیت ہے اور ہر ایک گروہ کا مسلک ایک حیثیت سے صحیح ہے۔

---

[1] امام ابن تیمیہ نے بحث کرنے والوں کا نام نہیں دیا ہے، صرف تنازع کبیران لکھا ہے، یعنی دوسرے گروہوں نے آپس میں جھگڑا کیا، اس مجلس میں صفی الدین ہندی کے ساتھ شیخ کمال الدین ابن الزملکانی، شیخ صدر الدین ابن الوکیل اور قاضی انجم الدین ابن صصری حریفوں کی طرف سے بحث میں حصہ لے رہے تھے، غالباً انہی میں سے کوئی دو بزرگ ہوں گے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



پھر امام ابن تیمیہ نے فرمایا: سچ تو یہ ہے کہ خدا کے تمام نام اور ناموں کی طرح متواطی ہیں اور متواطی ماننے کی صورت میں لزوم ترکیب کا جو شبہ وارد ہوتا ہے وہ صحیح نہیں ہے، اگر شے کے وجود کو عین ماہیت تسلیم کر لیں تو اس صورت میں یہ کوئی ضروری نہیں ہے کہ کوئی اسم اپنی ذات پر اور اپنے نظیر پر اشتراک لفظ کی حیثیت سے بولا جائے، مثلاً سیاہ ہونے کی حیثیت سے ہر ایک سیاہ چیز پر لفظ کا اطلاق ہو سکتا ہے، لیکن ظاہر ہے کہ ایک چیز کی سیاہی بعینہٖ دوسری چیز کی سیاہی نہیں ہوتی، اسم تو صرف قدر مشترک یعنی مطلق سیاہی پر دلالت کرتا ہے، جس کا وجود اطلاق کی شرط کے ساتھ صرف ذہن میں پایا جاتا ہے، اور اس وجہ سے اس قدر مشترک کی نفی لازم نہیں آتی جو خارج میں اعیان موجودہ کے اندر پایا جاتا ہے، کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو ان تمام لغوی، فقہی اور منطقی اسماء ے متواطیہ کی نفی ہو جائے گی، جو اسم میں تو متواطی ہیں، مگر اس کے اعیان مسمیات خارج میں ایک دوسرے سے متمیز ہیں۔

## اوعال کی حدیث پر جرح

جب استواء علی العرش کے مسئلے پر بحث ہوئی تو مخالفین اس مسئلے کے متعلق کھلی آیتوں اور حدیثوں کا تو کوئی جواب نہیں دے سکے، البتہ بحث کو خلط ملط کرنے اور اس کو طویل بنانے کے لیے ایک حدیث پر جرح کرنی شروع کی، اور ان کا یہ خیال تھا کہ شاید امام ابن تیمیہ اس جرح کا کوئی جواب نہ دے سکیں گے اور اس طرح حاضرین مجلس میں ان کی ساکھ قائم رہے گی، مگر آگے چل کر معلوم ہو گیا کہ اس معاملے میں وہ امام موصوف کو شکست نہیں دے سکتے تھے۔

امام ابن تیمیہ نے خدا کے عرش پر ہونے کے متعلق مختلف حدیثوں سے استدلال کیا تھا، ان میں سے ایک حدیث اوعال کی بھی تھی، جس کا آخری ٹکڑا یہ ہے کہ خدا عرش پر ہے، یہ حدیث حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، ان سے احنف بن قیس نے یہ حدیث سنی تھی اور احنف بن قیس سے عبداللہ بن عمیرہ نے روایت کی ہے، امام بخاری رحمہ اللہ اس حدیث پر جرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ احنف بن قیس سے عبداللہ بن عمیرہ کا سننا معلوم نہیں ہے، زکی الدین عبدالعلیم نے اپنی ایک کتاب میں امام بخاری کی اس جرح کو نقل

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کیا ہے، اور جب یہ جرح مخالفین کے ہاتھ لگی تو ان کو خیال ہوا کہ امام ابن تیمیہ کی پیش کی ہوئی حدیثوں میں کم از کم ایک ضعیف حدیث تو ایسی مل گئی، جس کا امام موصوف سے کوئی جواب نہیں بن سکتا تھا، انہیں اس کی خبر نہیں تھی کہ یہ جرح بھی ان کی نظر سے گزر چکی تھی، آخر وہ کون سی حدیث ایسی تھی جس کا حسن اور قبح، قوت اور ضعف ان پر ظاہر نہیں ہو چکا تھا، الا ماشاء اللہ۔ چنانچہ جب کسی مخالف نے ان حدیثوں کو سنانے کی درخواست کی جو خدا کے عرش پر ہونے کے ثبوت میں نقل کی گئی ہیں، تو امام موصوف نے فوراً ہی ان کا مقصد تاڑ لیا اور کہا کہ شاید تم اوعال کی حدیث پر جرح کرنا چاہتے ہو، اس نے کہا ہاں، امام موصوف نے کہا: اس حدیث کو ابوداود، ابن ماجہ اور ترمذی وغیرہ نے روایت کیا ہے اور یہ حدیث دو طریقوں سے مروی ہے اور ایک کی قدح سے دوسرے کی قدح لازم نہیں آتی۔

مخالف نے کہا کیا اس حدیث کی صحت کا دارومدار عبداللہ بن عمیرہ پر نہیں ہے؟ حالانکہ امام بخاری نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ احنف بن قیس سے عبداللہ بن عمیرہ کا سننا معلوم نہیں ہے، امام ابن تیمیہ نے فوراً جواب دیا کہ امام الائمہ محمد بن خزیمہ نے اپنی کتاب التوحید فی الصفات میں اس حدیث کو نقل کیا ہے اور یہ وہ کتاب ہے، جس میں حافظ ابن خزیمہ نے یہ شرط لگائی ہے کہ وہ صرف انہی موصولہ حدیثوں کو دلیل میں پیش کریں گے جن کا سلسلہ عدل اور ثقہ راویوں سے نقل ہوتا ہوا نبی کریم ﷺ تک جا پہنچتا ہے، اس لیے اثبات بہر حال نفی میں مقدم ہے اس کے علاوہ امام بخاری نے صرف اپنی لاعلمی ظاہر کی ہے لوگوں کے علم کی نفی نہیں کی ہے، اور ایک شخص کی لاعلمی سے دوسرے شخص کی لاعلمی کچھ ضروری نہیں ہے، اگر کسی شخص کے نزدیک کسی سند کی صحت ثابت ہو جائے اور دوسرے کے نزدیک اس کی صحت ثابت نہ ہو تو اس شخص کے قول کو ترجیح دی جائے گی جس کے نزدیک اس سند کی صحت ثابت ہو گئی ہے، امام ابن تیمیہ کے اس عالمانہ اور مدلل جواب سے مخالفین بوکھلا گئے اور غصے اور ندامت کے ملے جلے جذبات سے متاثر ہو کر بے تکے اور غیر متعلق اعتراضات کرنے لگ گئے، حاضرین مجلس میں سے بہت سے لوگ بے اختیار ہو کر امام موصوف کی تعریفیں کرنے لگے جس کی وجہ سے مخالفین کا غصہ اور بڑھتا جا رہا تھا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



## وجہ کی تاویل اور اس پر بحث

مخالفین کے ایک سربرآوردہ شخص نے گفتگو کا رُخ بدلنے کے لیے امام بیہقی کی کتاب الاسماء والصفات پیش کی اور کہا لیجیے اس میں وجہ کی تاویل کی گئی ہے، امام ابن تیمیہ نے فوراً ہی کہا شاید تمہاری مراد قرآنِ مجید کی یہ آیت ہے:

﴿ وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۚ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ۭ ﴾ [1]

''اور اللہ ہی کے لیے ہے مشرق ومغرب، پس تم جدہر منہ پھیرو اسی طرف اللہ کا چہرہ ہے۔''

مخالف نے کہا ہاں! حضرت مجاہد اور امام شافعی نے اس آیت میں 'وجہ اللہ' سے ''قبلۃ اللہ'' مراد لیا ہے، امام ابن تیمیہ نے کہا ہاں یہی ٹھیک ہے، یہ آیت آیاتِ صفات میں سے نہیں ہے، جس شخص نے وجہ اللہ سے اللہ کا چہرہ مراد لیا، اس نے درحقیقت آیت کو غلط سمجھا، یہاں وجہ جہت اور طرف ہی کے معنی میں ہے آیت کا سیاق اور سباق بھی اسی پر دلالت کرتا ہے، اور روزہ مرہ کے استعمال میں بھی وجہ کا لفظ بعض اوقات جہت کے معنی میں لیا جاتا ہے، جیسے کہا جاتا ہے: اَیَّ وَجْهٍ تُرِيْدُ ''تم کس طرف کا قصد رکھتے ہو'' قرآن مجید میں وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ (ہر کسی کو ایک جہت ہے) اسی معنی میں آیا ہے، اس لیے ﴿ وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۚ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ۭ ﴾ [2] کے معنی یہ ہوں گے کہ مشرق اور مغرب دونوں خدا کی ہی جہتیں ہیں پس تم جدھر بھی رُخ کرو گے وہی اللہ کی جہت ہوگی۔

## خدا کے عرش پر ہونے کا ثبوت

اس کے بعد امام ابن تیمیہ نے کتاب وسنت اور عقلی دلائل سے یہ ثابت کیا کہ خدا عرش پر ہے اور بتایا کہ تمام اہل سنت و جماعت اور ائمہ حدیث وسلف امت کا بھی یہی عقیدہ ہے، بلکہ اللہ نے ہر انسان کی فطرت میں یہ بات رکھ دی ہے کہ جب کبھی اس پر کوئی بلا یا مصیبت نازل ہوتی ہے تو وہ آسمان کی طرف نظر اٹھا کر صدق دل سے دعا کرنے لگتا ہے، اس سلسلے میں ایک واقعہ بھی بیان کیا، وہ یہ کہ ایک مرتبہ ابوالمعالی منبر پر کھڑے ہو کر تقریر کر رہے تھے، اور

---

[1] ۲/البقرۃ:۱۱۵۔ [2] ۲/البقرۃ: ۱۱۵۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



خدا کی صفات کے متعلق ان کا بیان ہو رہا تھا، انہوں نے کہا: خدا کے متعلق یہ سوال نہیں کیا جا سکتا کہ وہ کہاں ہے، اوپر ہے یا نیچے، دائیں یا بائیں، آگے یا پیچھے، ابوجعفر ہمدانی بھی اُن کی مجلس وعظ میں شریک تھے، انہوں نے اُٹھ کر پوچھا کہ اگر خدا کے متعلق جہات کی نفی کی جاتی ہے تو پھر اس بدیہی بات کا تو جواب دیا جائے کہ جب کبھی کوئی شخص خدا کو پکارتا ہے تو اُس کی آنکھیں اور اس کے ہاتھ کسی قصد اور ارادے کے بغیر آسمان کی طرف کیوں اُٹھ جاتے ہیں، آخر وہ دائیں یا بائیں منہ کر کے دعا کیوں نہیں کرتا، ابوالمعالی اس سوال کا کوئی جواب نہ دے سکے، اور بعد میں اپنے لوگوں سے کہا کہ ہمدانی نے مجھے حیران کر دیا۔

## کیا آسمان دُعا کا قبلہ ہے؟

مخالفین میں سے ایک نے جواب یہ دیا کہ لوگ آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر اس لیے دُعا کرتے ہیں کہ آسمان دُعا کا قبلہ ہے جس طرح کعبہ نماز کا قبلہ ہے، امام ابن تیمیہ نے جواب دیا کہ نماز پڑھنے والا تو خدا کے گھر کی طرف منہ کرتا ہے، اور دُعا کرنے والا صرف اللہ کی طرف منہ کرتا ہے اور اسی سے دُعا کا طالب ہوتا ہے، اتنے میں عارف کبیر شیخ محمد بن قوام بول اٹھے اور اس مخالف کی طرف مخاطب ہو کر کہا تم پر ہلاکی ہو، نبی کریم ﷺ معراج کی رات کس طرف گئے تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بار بار کہنے پر رکعات کی تعداد کی تخفیف کے لیے آپ کس کے پاس گئے، اگر وہاں خدا نہیں تھا تو اس کے دوسرے معنی یہ ہوئے کہ آنحضرت ﷺ اس جگہ گئے جہاں خدا موجود نہیں تھا، اور آپ نے وہاں کسی سے بھی ملاقات نہیں کی، کیا تم معراج نبوی کا انکار کرتے ہو؟ پھر انہوں نے امیر افرم کی طرف خطاب کر کے کہا کہ تمہارے پروردگار کا کلام نزول وصعود اور رفع وفوق کی آیتوں سے بھرا پڑا ہے، انہوں نے اس سلسلے میں بہت سی آیتیں پڑھ کر سنائیں، پھر کہا اگر اگلی آسمانی کتابوں اور آنحضرت ﷺ کی حدیثوں کو نظر انداز کر بھی دیا جائے تو صرف کتاب اللہ میں تین سو سے زیادہ ایسی آیتیں آئی ہیں جن سے خدا کا آسمان میں ہونا ثابت ہوتا ہے، تو کیا اس کا انکار خدا کی آیتوں کا انکار نہیں ہے؟

## کلام اور حروف و صوت پر بحث

جب کلام اور حروف وصوت کے مسئلہ پر بحث شروع ہوئی تو امام ابن تیمیہ نے کہا کہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کتاب اور سنت میں بہت سی آیتیں اور حدیثیں ایسی ہیں جن سے خدا کا بات کرنا ثابت ہوتا ہے اور یہ کہ اس کی آواز بھی ہے۔ جیسے:

﴿ وَ اِذْ نَادٰی رَبُّكَ مُوْسٰۤی اَنِ ائْتِ الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ۙ﴾ [1]

''اور جب کہ تیرے پروردگار نے موسیٰ علیہ السلام کو پکارا کہ ظالم قوم کے پاس جا۔''

﴿ وَ نَادَیْنٰهُ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ الْاَیْمَنِ وَ قَرَّبْنٰهُ نَجِیًّا ۝﴾ [2]

''اور ہم نے طور پر ایمن کی جانب سے اس کو پکارا اور ہم نے سرگوشی کے لیے اس کو اپنے نزدیک کیا۔''

﴿ وَ یَوْمَ یُنَادِیْهِمْ فَیَقُوْلُ اَیْنَ شُرَكَآءِیَ الَّذِیْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ۝﴾ [3]

''اور اس دن جبکہ وہ (خدا) ان کو پکارے گا اور کہے گا کہ کہاں ہیں وہ لوگ جن کو تم میرے شریک سمجھتے تھے۔''

ظاہر ہے کہ ندا آواز کے بغیر نہیں ہوسکتی۔

صحیح حدیث میں نبی کریم ﷺ سے مروی ہے، آپ نے فرمایا: ''جب خدا وحی کے ساتھ کلام کرتا ہے تو آسمان والے اس کی آواز کو اس طرح سنتے ہیں جیسے کوئی شخص ایک پتھر کی چٹان پر زنجیر ہلا رہا ہو۔'' [4] دوسری روایت میں ہے آپ فرماتے ہیں: ''قیامت کے دن اللہ تعالیٰ حضرت آدم علیہ السلام کو پکارے گا، حضرت آدم علیہ السلام جواب دیں گے لبیک و سعدیک یا رب! اے پروردگار! میں حاضر ہوں، میں خوش بخت ہوں۔ خدا بلند آواز سے پکارے گا: اے آدم! خدا تم کو حکم دیتا ہے کہ دوزخیوں میں سے جسے چاہے نکال لو۔'' [5] ایک صحیح روایت میں ہے کہ خدا قیامت کے دن بلند آواز سے پکارے گا، جس کو دُور رہنے والے بھی اسی طرح سنیں گے جس طرح نزدیک رہنے والے سنیں گے، خدا فرمائے گا، میں ہوں جزا دینے والا بادشاہ، کہاں ہیں اب زمین کے بادشاہ؟ [6] امام بخاری فرماتے ہیں کہ

---

[1] ۲۶/الشعراء:۱۰۔ [2] ۱۹/مریم:۵۲۔ [3] ۲۸/القصص:۶۲۔ [4] سنن ابی داود، کتاب السنة، باب فی القرآن، ح: ۴۷۳۸۔ [5] صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قصة یاجوج و مأجوج، ح: ۳۳۴۸؛ مسلم: ۲۲۲ (۵۳۲)۔ [6] الاسماء والصفات للبیهقی، ح: ۶۰۰؛ صحیح بخاری معلقًا قبل الرقم: ۷۴۸۱۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ خدا کی بھی آواز ہے لیکن وہ مخلوق کی آواز سے مشابہ نہیں ہوتی۔

کسی معارض نے کہا، ان آیتوں اور حدیثوں کا مطلب یہ ہے کہ خدا ندا کرنے والے کو حکم دے گا اور وہ اس حکم کے مطابق دوسروں کو ندا کرے گا اور ندا کے وہ تمام الفاظ جو کتاب و سنت میں آئے ہیں، منادی کی زبان سے ادا کیے گئے ہیں، امام ابن تیمیہ نے فوراً جواب دیا کہ اس صورت میں لبیک وسعدیک یارب کا جواب بھی ندا کرنے والے کے لیے ہوگا نہ کہ اللہ کے لیے۔ اس طرح کا جواب تو کفر ہو جائے گا۔ اگر بالفرض اس کو مان لیا جائے تو ان آیتوں کا کیا مطلب ہوگا، جس میں ندا کرنے والا خود کو پروردگار اور اللہ بتاتا ہے جیسے:

﴿ فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوْدِيَ يٰمُوْسٰٓى ۝ اِنِّيْٓ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ ۚ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ۝ وَاَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوْحٰٓى ۝ اِنَّنِيْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ ۙ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ ۝ ﴾ [1]

''جب وہ (موسیٰ) اس (درخت) کے پاس آیا تو ندا کی گئی: اے موسیٰ! بے شک میں تیرا پروردگار ہوں تو اپنے جوتوں کو نکال ڈال، بے شک تو مقدس وادیٔ طویٰ میں ہے اور میں نے تجھے چن لیا ہے، پس تو اس کو سن جو تیری طرف وحی کی جاتی ہے، بے شک میں ہی ہوں اللہ، نہیں ہے کوئی معبود سوائے میرے پس تو میری عبادت کر اور میری یاد کے لیے نماز کو قائم کر۔''

اس آیت میں اگر ندا کرنے والا خدا کے سوا کوئی اور شخص ہو تو ندا کرنے والا اور اس کی ندا کو قبول کرنے والا دونوں کافر ٹھہریں گے، اگر درحقیقت ندا کرنے والا اللہ کے سوا کوئی اور ہوتا تو ندا کے اندر تمیز کر دی جاتی جس طرح ایک حدیث میں اللہ اور جبریل علیہ السلام کی ندا میں تمیز کر دی گئی ہے، صحیح حدیث میں ہے کہ جب اللہ کسی بندے کو چاہتا ہے تو جبریل کو آواز دیتا ہے، اے جبرئیل میں فلاں بندے سے محبت کرتا ہوں، تم بھی محبت کرو، جبریل اُس سے محبت کریں گے، اور پھر آسمان والوں کو آواز دیں گے، اور کہیں گے کہ خدا فلاں سے محبت کرتا ہے تم بھی اس سے محبت کرو، بعض کی روایات میں بھی اسی طرح اللہ اور جبرائیل کی نداؤں میں تمیز

---

[1] ۲۰/طٰہٰ: ۱۱، ۱۴۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


کردی گئی ہے۔

روزمرہ کے استعمال میں بھی یہ ہوتا ہے کہ اگر منادی کسی دوسرے شخص کی طرف سے کوئی حکم سناتا ہے تو یہ کہتا ہے کہ فلاں نے یہ حکم دیا ہے یا فلاں نے اس سے منع کیا ہے۔ اگر کسی امیر کا کوئی قاصد امیر کے حکم کو اپنی طرف منسوب کر کے حکم سنائے تو لوگ اس کی توہین کرنے پر آمادہ ہو جائیں، اگر اللہ کسی ندا کرنے والے کو حکم دیتا تو اس کو یوں کہنا چاہیے تھا: من یتوب الی اللہ فیتوب علیہ من یستغفر فیغفر لہ (کون ہے جو اللہ کی طرف رجوع ہوتا ہے تاکہ وہ بھی اس کی توبہ قبول کرے اور کون ہے جو اس سے بخشش چاہتا ہے تاکہ وہ اس کی مغفرت کرے) اور جب ندا کرنے والا خود یہ کہتا ہے: ھل من تائب فاتوب علیہ ھل من مستغفر فاغفرلہ ھل من سائل فاعطیہ (کون ہے جو میری طرف رجوع کرتا ہے تاکہ میں اس کی توبہ قبول کروں، کون ہے جو میری بخشش چاہتا ہے تاکہ میں اس کو بخشوں، کون ہے جو مجھ سے کچھ مانگتا ہے تاکہ میں اس کو دوں) تو اس سے معلوم ہوا کہ ندا کرنے والا خود اللہ ہی ہے، اس کے سوا کوئی دوسرا نہیں ہوسکتا اگر کوئی دوسرا ہو تو اس طرح کہنے والا خود ہی کافر ہو جائے گا، جیسے کہ فرعون اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی (میں ہوں تمہارا بڑا پروردگار) کہہ کر کافر ہوا۔

اس کے بعد امام ابن تیمیہ نے معارض کی طرف خطاب کر کے کہا، ذرا یہ تو بتاؤ کہ سورتوں کی ابتداء میں جو حروف آئے ہیں جیسے: الم - الٓر - طٰہٰ - طٰسٓمٓ - حٰمٓ - حٰمٓعٓسٓقٓ وغیرہ، ان کا بولنے والا کون ہے؟ کیا یہ کسی غیر اللہ کے کہے ہوئے ہیں، اگر یہ کسی غیر اللہ کے کہے ہوئے ہیں تو کون شخص ان کے معنوں سے واقف ہے، آیا یہ حروف خود بخود ظہور میں آئے یا اللہ نے اُن کو ہوا میں پیدا کیا، جیسا کہ جہمیہ کا خیال ہے، کیا کسی کی عقل سلیم یہ تصور کر سکتی ہے کہ کوئی ذات زندہ ہے، عالم ہے، قادر ہے، اور وہ کلام کرتی ہے اور اس کا کلام حروف اور آواز کے بغیر سنائی دیتا ہے، ایسا ہونا محال ہے، نبی کریم ﷺ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ جو شخص قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہے اور اس کو اعراب کے ساتھ پڑھتا ہے تو اس کے ہر ایک حرف کے بدلے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں، میں یہ نہیں کہتا کہ الم ایک حرف ہے بلکہ الف

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ایک حرف ہے، لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے۔

## قاضی مالکی کی تنقیص اور امام ابن تیمیہ کی برہمی

امام ابن تیمیہ نے اتنا کہا تھا کہ مالکیوں کے قاضی شیخ جمال الدین ابوعبداللہ محمد بن سلیمان بن یوسف الزواوی مالکی (المتوفی: ۷۱۷ھ) نے جھنجھلا کر کہا کہ ان میں تمہارے دعوے کے ثبوت پر کوئی دلیل نہیں ہے، تم نے سوائے اس کے کہ چند آیتوں اور حدیثوں کو ادھر اُدھر سے جمع کر کے اس کو نجات پانے والی جماعت کا عقیدہ نام رکھ لیا ہے اور کچھ نہیں کیا ہے، امام ابن تیمیہ نے بہت ہی تیز و تند ہو کر کہا کہ ہم نے جو جمع کیا ہے یا جو کہا ہے وہ اللہ اور اس کے رسول کا فرمایا ہوا ہے، جس کا ماننا دنیا کے تمام لوگوں پر واجب ہے، ہم وہی کہتے ہیں جو اللہ کہتا ہے اور انہی باتوں پر اعتقاد رکھتے ہیں جو اس کے رسول کی بتائی ہوئی ہیں، کیونکہ وہی صادق اور مصدوق ہیں، انہی نے ہم تک خدا کا پیغام پہنچایا ہے، وہ اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے، بلکہ وہ وہی باتیں سناتے ہیں جن کے سنانے کا انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا ہے، وہ مخلوق میں سب سے بڑے عالم، سب سے بڑے ناصح، سب سے بڑے عارف اور سب سے بڑے فصیح و بلیغ ہیں، آپ نے ہم تک اپنی رسالت پہنچائی ہے اور خدا کی امانت ہمارے سپرد کی ہے، اور ہمیں ہر قسم کی گمراہیوں سے ڈرایا ہے، اور ہمیں ہر طرح کی نصیحت کی ہے، اور ہمارے لیے ایک ایسی پاکیزہ اور روشن شریعت چھوڑی ہے، جس کی رات اس کے دن کے مانند ہے، اسی سے وہی شخص منہ موڑے گا، جو ہلاک ہونا چاہتا ہے اور جہالت و گمراہی کا راستہ اختیار کرنا چاہتا ہے، رسول کا کام صرف رسالت کا پہنچا دینا ہے اور بس پس جس کا جی چاہے اس پر ایمان لے آئے اور جس کا جی چاہے اس سے انکار کرے۔

ایسا ہوتے ہوئے اگر میں اس روشن شریعت سے اپنے اعتقادات کو جمع نہ کروں اور ان پر ایمان نہ لاؤں تو کیا میں تمہارے شیخ محمد بن تومرت بربری کے عقیدے پر ایمان لاؤں، جس نے اپنے رسالے کا نام مرشدہ (ہدایت دینے والا) رکھا تھا، حالانکہ وہ حقیقت میں مضلہ (گمراہ کرنے والا) تھا۔ یہ وہی جھوٹا شخص تھا جس نے مہدویت کا دعویٰ کیا تھا، اور لوگوں کو اس کے اس دعوے کو ماننے پر مجبور کیا تھا، وہ اپنی سچائی کے ثبوت کے لیے طرح طرح کی شعبدہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



بازیاں کرتا تھا، کبھی تو وہ آدمیوں کو قبر میں اتار دیتا تھا، اور لوگوں سے کہتا تھا، دیکھو مردے ہم سے باتیں کرتے ہیں اور پکارتا تھا اے قبر والو! بتاؤ میں کون ہوں؟ ادھر سے جواب آتا تھا، تم وہ امام معصوم ہو جو کبھی غلطی نہیں کرتے اور نہ کوئی بات جھوٹ بولتے ہو، اور نہ کبھی بھولتے ہو، تم وہ مہدی ہو جس کے ظہور کی آنحضرت ﷺ نے بشارت دی ہے، پھر اس کے حکم سے قبریں ڈھا دی جاتی تھیں تاکہ اس کا راز فاش نہ ہو جائے، اسی طرح وہ (یعنی محمد بن تومرت) چند آدمیوں کو کنوؤں میں اتار دیتا تھا اور لوگوں سے کہتا تھا کہ فرشتے ہم سے باتیں کرتے ہیں، چنانچہ وہ کنویں کے منہ پر کھڑے ہو کر اُن کو پکارتا تھا اور اندر سے اس کا جواب آتا تھا، پھر یہ کہہ کر ان کنوؤں کو ڈھا دیتا تھا کہ ان کنوؤں میں فرشتے رہتے ہیں اگر غلطی سے کوئی ان میں پیشاب کر دے تو فرشتوں کی بے حرمتی ہوگی۔

پھر امام ابن تیمیہ نے کہا کہ محمد بن تومرت نے اپنے پیروؤں کو لے کر مغرب پر چڑھائی کی اور لاکھوں آدمیوں کا خون بہایا اور عبدالمومن بن علی کو تختِ سلطنت پر بٹھایا، اور پھر تمام لوگوں کو مجبور کیا کہ وہ مؤطا کی کتاب باقاعدہ پڑھتے رہا کریں، اس نے اپنے پیروؤں کا نام مرابطین رکھا اور ان کے لیے ایک دن مقرر کیا جو ''یوم فرقان'' کہلاتا تھا، اس دن یہ خیال کیا جاتا تھا کہ جنت اور دوزخ والوں کے درمیان تفریق ہوتی ہے وہ لوگوں کے سامنے اپنا رسالہ ''مرشدہ'' پڑھ کر سنایا کرتا تھا، جس میں نہ نبی ﷺ پر صلوٰۃ وسلام کا ذکر ہے اور نہ جنت و دوزخ اور ثواب وعقاب کا، اس میں خدا کی صفات کا کوئی ذکر نہیں تھا اور نہ اُس اسماء حسنیٰ کا جن کا کتاب وسنت میں بیان موجود ہے، اور جو عقل ونقل دونوں سے ثابت ہیں، بلکہ اس رسالے میں صفات باری کا سلب محض تھا، جس کی تائید نہ تو قرآن سے اور نہ سنت سے ہوتی ہے، اور نہ آثارِ صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمہم اللہ اس پر دلالت کرتے ہیں، اس قسم کا عقیدہ صرف گمراہ اور غالی جہمیوں ہی کا ہو سکتا ہے جو یہ کہتے ہیں خدا کے متعلق یہ کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ کہ وہ کہاں ہے اوپر ہے یا نیچے، دائیں ہے یا بائیں، کل ہے یا بعض، جب بہت سے علمائے کتاب وسنت نے اس کے اس عقیدے کو ماننے سے انکار کر دیا تو محمد بن تومرت نے اُن کو قتل کرا دیا۔ یہ ایسی مشہور باتیں ہیں جن کو مغرب کا ایک ایک بچہ جانتا ہے، اس پر بھی وہ اپنے پیروؤں کو موحدین

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کا لقب دیتا ہے، پس جو کچھ میں کہتا ہوں وہ محمد بن عبداللہ عربی فداہ ابی وأمی کی توحید ہے اور تم جس عقیدے کی حمایت کرتے ہو وہ محمد بن تومرت بربری کا عقیدہ ہے۔

## مجلس کو برخاست کر دینا

امام ابن تیمیہ کے اس تیز وتند جواب اور محمد بن تومرت پر کڑی تنقید کی وجہ سے مالکیوں میں سخت برہمی پیدا ہوگئی، اور وہ مجلس میں شور اور ہنگامہ برپا کرنے لگے، جس کی وجہ سے تلخی کے بڑھنے اور فتنہ وفساد کا اندیشہ ہو گیا تھا، اس لیے نائب السلطنت ملک شام امیر جمال الدین آقوش الافرم نے مجلس ہی کو برخاست کر دیا، لیکن یہ حقیقت سب پر ظاہر ہوگئی کہ امام ابن تیمیہ جو کہتے ہیں وہی صحیح ہے، مخالفین بھی اپنے دلوں میں امام ابن تیمیہ کے زوردار دلائل کی قوت کو محسوس کر رہے تھے، مگر زبان سے اس کا اعتراف نہیں کر سکتے تھے، کیونکہ اس میں ان کی رُسوائی ہوتی تھی۔

## سُبکی کا بیان

شیخ تاج الدین سبکی نے اپنی کتاب طبقات الشافعیہ جلد پنجم، ص ۲۴۰ پر لکھا ہے کہ جب مسئلہ حمویہ کے بارے میں دار السعادہ دمشق میں امیر تنکز [1] کے سامنے ایک مجلس منعقد ہوئی اور تمام علما بلائے گئے تو سب کی رائے یہ قرار پائی کہ امام ابن تیمیہ سے بحث کرنے کے لیے شیخ صفی الدین ہندی بلائے جائیں، چنانچہ وہ تشریف لائے، شیخ ہندی لمبی تقریر کرنے کے عادی تھے، اور جب وہ کسی مسئلے پر گفتگو کرنے لگتے تھے تو اس کے ہر ایک پہلو پر اس شرح و بسط کے ساتھ بحث کرتے تھے کہ کسی معترض کو کوئی شبہ یا اعتراض کرنے کا موقع نہیں ملتا تھا، جب شیخ صفی الدین تقریر کرنے لگے تو امام ابن تیمیہ اپنی حدت طبع کی بنا پر بار بار ان سے

---

[1] سبکی نے اس دوسری مجلس کے سلسلے میں امیر تنکز کا نام لیا ہے، حالانکہ اس وقت ملک شام کا نائب السلطنت امیر جمال الدین آقوش الافرم تھا، اسی کے سامنے یہ تفصیلی بحث ہوئی تھی، امیر تنکز ربیع الآخر ۷۱۲ھ میں ملک شام کا نائب السلطنت ہو کر دمشق آیا تھا، اور عقیدے کے متعلق بحث مباحثہ کا یہ واقعہ ۷۰۵ھ کا ہے، یہ ممکن ہے کہ امیر تنکز اور امراء کے ساتھ بحیثیت سامع کے نہ کہ بحیثیت حاکم شریک ہوا ہو، اور چونکہ امیر تنکز شیخ صفی الدین ہندی کا بڑا احترام کرتا تھا اور ان کا بڑا معتقد تھا، اس لیے سبکی نے امیر افرم کا نام لینے کی بجائے امیر تنکز کا نام لیا ہو۔ (الدرر الکامنة: ۱/ ۵۲، البداية والنهاية: ۱۴/ ۵۶)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



الجھنے لگے اور جب شیخ صفی الدین ان کی کسی ایک بات پر گرفت کرتے تو وہ فوراً دوسری بات کو معرض بحث میں لے لیتے تھے، اسی لیے شیخ صفی الدین ہندی نے کہا:

مَا اَرَاكَ يَا ابْنَ تَيْمِيَّةَ اِلَّا كَالْعُصْفُوْرِ حَيْثُ اَرَدْتُ اَنْ اَقْبِضَهٗ مِنْ مَكَانٍ يَفِرُّ اِلٰى مَكَانٍ اٰخَرَ [1]

اے ابن تیمیہ! تم تو ایک چڑیا کی مانند ہو جب اس کو کسی جگہ پر پکڑنا چاہوں تو وہ دوسری جگہ اُڑ کر چلی جاتی ہے۔

## شیخ صفی الدین کی ناکامی

تذکروں کے دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ شیخ صفی الدین منطقیانہ بحث تو کر سکتے تھے، مگر وہ امام ابن تیمیہ کی لاتعداد اور بے پناہ آیتوں اور حدیثوں کا کوئی جواب نہیں دے سکتے تھے اس لیے مخالفین نے شیخ صفی الدین ہندی کو چھوڑ کر شیخ کمال الدین ابن الزملکانی کو افسر مناظرہ مقرر کیا۔ مگر وہ بھی ان کا کامیاب مقابلہ نہیں کر سکے، اور آخر سخت کلامی کی وجہ سے یہ مجلس برخاست کر دی گئی۔

چنانچہ ابن کثیر نے اپنی البدایہ والنہایہ (جلد ۱۴، صفحہ ۳۷) میں لکھا ہے کہ جب تمام لوگ ۱۲ رجب ۷۰۵ھ کو جمعہ کی نماز کے بعد جمع ہوئے اور شیخ صفی الدین ہندی بھی تشریف لائے اور انہوں نے امام ابن تیمیہ سے بڑی بحثیں کیں، لیکن ان کا پرنالہ علم امام ابن تیمیہ کے ذخار بحر العلوم کی زبردست موجوں کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا تھا، اس لیے شیخ کمال الدین ابن الزملکانی کو ان سے مناظرہ کرنے کے لیے مقرر کیا گیا۔ چنانچہ ان دونوں نے ایک دوسرے سے مناظرہ کیا، لوگوں نے شیخ کمال الدین ابن الزملکانی کے فضائل جودتِ ذہن اور حسن بحث کی بڑی قدر کی اور ابن تیمیہ جیسے علم کے بحر ذخار سے مقابلہ اور بحث کرنے پر ان کو بڑی داد دی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے الدرر الکامنہ جلد اول، ص: ۱۴۵ پر لکھا ہے کہ ۱۲ رجب ۷۰۵ھ کو تمام علما جمع ہوئے اور شیخ صفی الدین ہندی کو امام ابن تیمیہ سے مناظرہ کرنے کے

---

[1] طبقات الشافعية: ۵/ ۲۴۰۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



لیے مقرر کیا گیا اور جب ان کے مقابلے میں چل نہیں سکے تو مخالفین نے شیخ کمال الدین ابن الزملکانی کو افسر مناظرہ مقرر کیا۔

## عقائد کے متعلق کوئی فیصلہ نہیں ہو سکا

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ پھر اس معاملے کا یوں فیصلہ ہوا کہ شیخ تقی الدین ابن تیمیہ نے اعتقاد کے لحاظ سے شافعی ہونے کا اعتراف کر لیا، مگر ابن تیمیہ کے پیروؤں نے یہ مشہور کرنا شروع کیا کہ اس مناظرے میں انہی کی جیت رہی اور جب مخالفین کو معلوم ہوا تو وہ غصے میں آ گئے اور ابن تیمیہ کے پیروؤں میں سے بعض کو گرفتار کر کے شافعی نائب الحکم قاضی جلال الدین قزوینی کے پاس مدرسۂ عادلیہ لے گئے، جنہوں نے ان کو سزا دی۔

اس روایت کے برخلاف ابن کثیر کا یہ بیان ہے:

ثم انفصل الحال على قبول العقيدة و عاد الشيخ الى منزله معظما و مكرما و بلغني ان العامة حملوا له الشمع من باب النصر الى القصاعين على جارى عادتهم فى امثال هذه الاشياء۔ [1]

پھر یہ معاملہ عقیدے کے قبول کر لینے پر ختم ہوا، اور شیخ (امام ابن تیمیہ) پورے اعزاز و اکرام کے ساتھ اپنے گھر لوٹے اور مجھے معلوم ہوا ہے کہ عام لوگ باب النصر سے قصاعین کے محلے تک اپنی اس عادت کے مطابق جو اس جیسے موقعوں پر ظاہر ہوتی ہے ان کے سامنے شمعیں لے کر چلے۔

یعنی اس زمانہ کا یہ دستور تھا کہ جب کبھی کوئی اپنے مقصد میں کامیاب ہو کر آتا تو لوگ اس کے سامنے شمعیں لے کر چلتے تھے اور اس کو اس کے گھر چھوڑ آتے تھے۔

اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے حریف اس دوسری مجلس میں لاجواب ہو چکے تھے۔

---

[1] البداية والنهاية: ١٤/ ٣٧۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



## حریفوں کی شورش

امام ابن تیمیہ کے حریف اپنی جگہ خاموش نہیں بیٹھ سکتے تھے۔ انہوں نے عوام میں یہ مشہور کرنا شروع کیا کہ اس مناظرے میں ان کے حریفوں ہی کی جیت رہی اور امام ابن تیمیہ سے ان کے سوالات کا کوئی جواب نہ ہوسکا۔ اس کا لازمی ردعمل یہ تھا کہ امام معصوف کے پیرو بھی حریفوں کی غلط بیانیوں کی تردید کرنے لگے۔ اس کی وجہ سے دونوں جماعتوں میں بحث وتکرار اور پھر ہاتھا پائی کی نوبت پہنچ گئی۔ حریفوں کی جماعت میں شیخ صدرالدین ابن الوکیل اور ان کے پیروپیش پیش تھے۔ شیخ صدرالدین موصوف نے قاضی القضاۃ شیخ نجم الدین ابن صصری شافعی سے کہہ کر امام ابن تیمیہ کے بعض پرجوش ساتھیوں کو پکڑا منگوایا اور ان کو پٹوا دیا اور بعض دوسرے حامیوں کو اور قسم کی سزائیں دیں۔ اس کی وجہ سے سارے شہر میں ایک بے اطمینانی کی سی کیفیت پیدا ہوگئی۔ نائب السلطنت دمشق امیر شمس الدین افرم بھی موجود نہیں تھا وہ شکار کے لیے باہر گیا تھا اگر وہ موجود ہوتا تو اس قسم کے شر اور فتنے کا فوری تدارک ہوسکتا تھا۔

## شیخ جمال الدین المزی کو زبردستی حوالات سے نکالنا

اس درمیان میں ایک دوسرا واقعہ پیش آیا شیخ جمال الدین یوسف المزی [1] الشافعی نے جامع اموی کے قبۂ نسر کے نیچے ۲۲ رجب ۷۰۵ھ کو پیر کے دن صحیح بخاری سنائی اور الرد علی الجہمیہ اور خلق افعال العباد کا ایک حصہ پڑھ کر سنایا۔ اس میں ایسی حدیثیں تھیں جن سے امام ابن تیمیہ کے عقائد وخیالات کی تائید ہوتی تھی، اس مجلس میں بعض شافعی علما بھی موجود تھے، جو عقائد میں امام موصوف کے خیالات کے سخت مخالف تھے۔ ان کو گمان ہوا کہ شیخ مزی نے قصداً یہ حصہ پڑھ کر سنایا ہے تاکہ امام موصوف کے حریفوں کے دل کو ٹھیس لگے۔ ان لوگوں نے قاضی القضاۃ شیخ نجم الدین ابن صصری سے جا کر شکایت کی اور انہوں نے شیخ مزی کو گرفتار کر کے حوالات میں بند کر دیا۔

---

[1] شیخ موصوف مزہ کے رہنے والے تھے جو دمشق کے جنوب مغرب میں تقریباً تین سو کلومیٹر کے فاصلہ پر ایک چھوٹا سا قریہ ہے۔ دمشق کا شہر ترقی کر کے مزہ تک پہنچ چکا ہے۔ شہر کی بسیں وہاں تک جاتی ہیں۔ خاکسار ۸ فروری ۱۹۵۸ء کو وہاں سے ہو کر آیا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



شیخ موصوف امام ابن تیمیہ کے ساتھیوں میں سے تھے اور بڑے ہمدرد حامی تھے۔ جب امام موصوف کو یہ کیفیت ملی تو وہ بہت برافروختہ ہوئے اور قید خانے جا کر زبردستی شیخ موصوف کو حوالات سے نکالا اور ان کو ساتھ لے کر شاہی محل پہنچے۔ وہاں ملک الامرا کے سامنے قاضی القضاۃ شیخ نجم الدین سے مٹھ بھیڑ ہو گئی امام موصوف نے شیخ مزی کی علمی برتری کی تعریف کی اور قاضی موصوف کی جہالت بتائی۔ اس کی وجہ سے دونوں کے درمیان تیز اور تند گفتگو ہونے لگی۔ اور آخر قاضی موصوف کو غصہ آ گیا اور ملک الامراء سے صاف کہہ دیا کہ اگر شیخ مزی کو اسی وقت حوالات میں لوٹایا نہیں جاتا تو وہ اپنے عہدہ قضاوت سے دستبردار ہوتے ہیں۔ قاضی موصوف کو مصر کے قاضی القضاۃ قاضی زین الدین بن مخلوف مالکی شیخ نصر بن سلیمان المنجی اور نائب سلطنت مصر امیر بیبرس جاشنگیر کی تائید حاصل تھی۔ اس لیے ملک الامراء کو خوف پیدا ہو گیا کہ اگر وہ اس وقت قاضی القضاۃ کی بات پر عمل نہیں کرتا تو بہت ممکن ہے کہ اس کی معزولی کا فرمان صادر ہو جائے اور اس کو اس کے عہدے سے الگ کر دیا جائے۔ اس نے قاضی موصوف کو راضی رکھنے کی غرض سے شیخ مزی کو دوبارہ حوالات میں بھیج دیا اور امام موصوف خفا ہو کر اپنے گھر چلے گئے۔

جب نائب السلطنت دمشق امیر افرم شکار سے واپس آیا تو امام موصوف نے اس سے شکایت کی اور سارا واقعہ بیان کیا۔ وہ بھی کچھ مجبور سا تھا۔ تاہم اس نے شیخ مزی کو رہا کر دیا اور اس کے ساتھ ہی شہر بھر میں اس کی منادی کرا دی کہ جو کوئی بھی عقائد کے متعلق گفتگو کرتا ہوا پایا جائے گا اس کو سخت سزا دی جائے گی۔ اس کی دوکان لوٹ لی جائے گی اور اس کے گھر کا سارا مال و اسباب ضبط کر لیا جائے گا اور اس کا مال اور خون حلال کر دیا جائے گا۔ اتنا سخت اعلان محض اس غرض سے کرایا گیا تھا کہ شر اور فتنہ ختم ہو جائے اور آئندہ کسی قسم کا فساد رونما نہ ہو۔

## تیسری مجلس

عقائد کے تصفیے کے متعلق یہ تیسری مجلس ۷ شعبان المعظم ۷۰۵ھ کو منگل کے دن دار السعادہ دمشق میں منعقد ہوئی۔ شیخ صدر الدین ابن الوکیل، شیخ کمال الدین ابن الزملکانی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اور قاضی القضاۃ شیخ نجم الدین ابن صصری شافعی کے علاوہ اور بہت سے علما وفقہا بھی شریک ہوئے۔ عقائد کے متعلق بحث شروع ہوئی۔ امام ابن تیمیہ نے امام ابوالحسن الاشعری کی کتاب مقالات الاسلامیین اور کتاب الابانہ اور حافظ ابن عساکر دمشقی کی کتاب تبیین کذب المفتری فیما نسب الی ابی الحسن الاشعری کے حوالوں سے یہ ثابت کیا کہ تمام ائمہ کرام حتی کہ امام شافعی رحمہ اللہ بھی صفات باری کے قائل تھے اور ان میں ہرگز تاویل نہیں کرتے تھے۔ امام ابو الحسن الاشعری سے تاویل کے متعلق جو دو قول نقل کیے جاتے ہیں وہ غلط ہیں تاویل کا قول بعد میں ان کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے مگر واقعہ یہ ہے کہ وہ تاویل کے قائل نہیں تھے۔ تاویل قرون ثلاثہ کے بعد کی چیز ہے۔ قرون ثلاثہ میں ائمہ کرام ہرگز تاویل کے قائل نہیں تھے۔ امام موصوف نے یہ بھی بتایا کہ شیخ ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن القشیری (المتوفی: ۴۶۵ھ) کے زمانہ تک عقائد وخیالات کے لحاظ سے اشاعرہ اور حنابلہ کے درمیان کوئی فرق نہیں تھا۔ ابوالقاسم القشیری کے زمانے میں بغداد میں عقائد کا فتنہ کھڑا ہوا جس کے بعد ان دونوں فرقوں کے درمیان اختلاف بڑھتے چلے گئے۔ امام موصوف کا دعویٰ یہ تھا کہ عدم تاویل تمام ائمہ اربعہ کا مسلک رہا ہے۔ اس میں امام احمد بن حنبل کی کوئی خصوصیت نہیں ہے۔ اگر وہ یہ کہتے کہ جو کچھ وہ کہہ رہے ہیں حنابلہ کا مسلک ہے تو پھر اس میں جھگڑے کی کوئی بات نہیں تھی۔ حریف ان کے اس دعوے کو ماننے کے لیے تیار نہیں تھے کہ یہ سلف کا مسلک ہے۔ امام موصوف نے حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی علما وفقہاء اور نیز محدثین و متکلمین وصوفیہ کی تقریباً پچاس کتابیں فراہم کر رکھی تھیں۔ [1] جو ان کے اس دعوے پر دلیل بنتی تھیں۔ انہوں نے تمام حریفوں کو چیلنج دے دیا تھا کہ وہ سب کو تین سال کی مہلت دیتے ہیں۔ اس مدت میں اگر کوئی قرون ثلاثہ سے تاویل کا ثبوت پیش کر دے تو وہ اپنے عقائد سے دستبردار ہونے کے لیے تیار ہیں حریفوں کے پاس متاخرین کی کتابوں اور ان کے دلائل کے سوا کوئی ایسی معتبر شہادت نہیں تھی جس سے وہ امام موصوف کے دلائل کی تردید کر سکیں، وہ ان کے مقابلے میں قرآن وحدیث اور آثار سلف کے صریح اور واضح نصوص بھی پیش نہیں کر سکتے تھے۔ اس لیے کسی کو ان سے کھل

---

[1] مجموع الدرر، صفحہ ۳۸۲۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کر مناظرہ کرنے کی جرأت نہ ہوسکی۔ اور جب قرآن مجید کے متعلق بحث ہونے لگی تو امام موصوف نے کہا کہ قرآن مجید اللہ کا کلام ہے اس کے متعلق یہ کہنا جائز نہیں ہے کہ وہ محض اللہ کے کلام کی تعبیر ہے۔ یعنی یہ کہ وہ کلام نفسی ہے کلام لفظی نہیں ہے۔ اگر لوگ اس کو پڑھتے ہیں تو وہ بھی اللہ ہی کا کلام ہے اور اس کو مصاحف میں لکھتے ہیں تو وہ بھی اللہ ہی کا کلام ہے۔ کیونکہ کلام اسی کا ہوتا ہے جس نے اس کو سب سے پہلے کہا۔ اس کا نہیں ہوتا جس نے اس کو دوسروں تک پہنچایا۔

امام موصوف کا اصرار تھا کہ یہی عقیدہ امام شافعی رحمہ اللہ کا ہے اور امام ابوالحسن الاشعری نے بھی یہ بات لکھی ہے۔ انہوں نے اپنے ایک رسالے میں جو کتاب مجموع الرسائل والمسائل کے تیسرے جز کی حیثیت سے چھپا ہے۔ اس مسئلے پر مختلف صورتوں سے بحث کی ہے۔ اس میں وہ ایک جگہ شیخ امام ابوالحسن محمد بن عبدالملک الکرخی کی کتاب الفصول فی الاصول کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''شیخ ابوالحسن الکرخی موصوف کہتے ہیں میں نے امام ابومنصور محمد بن احمد کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ شیخ ابوحامد الاسفرائینی نے فرمایا: میرا مذہب اور امام شافعی اور تمام شہروں کے فقہاء کا مذہب یہ ہے کہ قرآن مجید اللہ کا کلام ہے اور غیر مخلوق ہے۔ جو بھی اس کو مخلوق کہے گا وہ کافر ہے۔ قرآن اللہ کا وہ کلام ہے جس کو جبرئیل اللہ سے سن کر نبی کریم ﷺ تک لے آئے۔ اس طرح نبی کریم ﷺ نے جبرئیل سے اور صحابہ نے آنحضرت ﷺ سے سنا اور وہ وہی ہے جس کی ہم اپنی زبانوں سے تلاوت کرتے ہیں اور جو دونوں دفتیوں کے درمیان موجود ہے اور جو ہمارے سینوں میں ہے اسی کو ہم سنتے ہیں، لکھتے ہیں اور یاد کرتے ہیں۔ اس کا ہر ایک حرف جیسے باء وتاء وغیرہ ہے اللہ کا کلام ہے اور غیر مخلوق ہے اور جو بھی اس کو مخلوق کہتا ہے وہ کافر ہے اس پر اللہ، فرشتے اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔''

جب امام موصوف نے اس قسم کے حوالے پیش کرنے شروع کیے تو شیخ صدرالدین ابن الوکیل نے بھی اعتراف کرلیا کہ امام شافعی کا بھی یہی عقیدہ تھا، عقائد کی پہلی یا دوسری مجلس میں امام ابن تیمیہ نے شیخ ابوالبیان کا عقیدہ پیش کیا تھا اس میں ایک جگہ یہ لکھا تھا کہ جو بھی قرآن

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



مجید کے کسی ایک حرف کو مخلوق کہتا ہے وہ کافر ہے اس کے حاشیہ پر خود شیخ صدر الدین ابن الوکیل نے یہ نوٹ لکھا تھا کہ یہی امام شافعی اور ان کے ساتھیوں کا مذہب ہے اور میں بھی یہی عقیدہ رکھتا ہوں۔ امام موصوف نے جب انہیں یہ دکھایا تو کہا کہ ہاں یہی امام شافعی کا مذہب ہے۔ شیخ کمال الدین نے اس سے انکار کیا اور دونوں کے درمیان تھوڑی دیر تک ردو کد ہوتی رہی۔ صدر الدین ابن الوکیل نے ابن ایاس شافعی کی کتاب الانتصار کا بھی حوالہ پیش کیا۔ شیخ کمال الدین ابن الزملکانی اس کو اس لیے ماننے کے لیے تیار نہیں تھے کہ وہ یہ سمجھتے تھے کہ اگر وہ اس کو مان لیں تو پھر امام الحرمین ابوالمعالی الجوینی جیسے ان تمام علما شافعیہ کو کافر قرار دینا پڑے گا جو قرآن مجید کو کلام نفسی قرار دے رہے تھے۔ اس بحث میں شیخ صدر الدین ابن الوکیل کا عجیب رویہ ہو گیا تھا۔ وہ ایک طرف امام موصوف کی پیش کی ہوئی سندوں کو مان چکے تھے کہ جو بھی کلام الٰہی کو کلامِ نفسی قرار دیتا ہے وہ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک کافر ہے۔ مگر دوسری طرف ان علمائے شافعیہ کو جو کلامِ نفسی کے قائل تھے کافر کہنے پر آمادہ نہیں تھے۔ جب تیسری مجلس میں بحث طویل ہونے لگی اور شیخ صدر الدین پر ہر طرف سے گرفت ہونے لگی تو انہوں نے صاف کہہ دیا کہ میں نے ایسا نہیں کہا اور ایسا نہیں کہا۔ بعض لوگ شیخ صدر الدین کے خلاف ہو گئے اور شہادت دی کہ تم نے ایسا کہا تھا اور یہ بھی کہا کہ تم کو ایک بات کہہ کر پھر اس سے مکرنا نہیں چاہیے اور دوسروں نے شیخ صدر الدین کی تائید کرنی شروع کی اور جب ان پر گرفت ہوئی تو کہہ دیا کہ ہم نے نہیں سنا۔ نائب دمشق امیر افرم نے کہا کہ عجیب بات یہ ہے کہ ایک تصدیق کرتا ہے اور دوسرا جھٹلاتا ہے۔ جب شیخ صدر الدین نے اس طرح مکرنا شروع کیا تو شیخ کمال الدین ابن الزملکانی کو غصہ آ گیا۔ انہوں نے شیخ صدر الدین ابن الوکیل کے خلاف شیخ نجم الدین ابن صصری سے تائید لینی چاہیے کیونکہ وہ دمشق میں شافعیوں کے قاضی القضاۃ تھے۔ شیخ موصوف نے کہا میں نے کچھ نہیں سنا۔ اس کی وجہ سے شیخ کمال الدین اور بھی برافروختہ ہو گئے۔ انہوں نے اپنے دونوں زانوں پر بار بار ہاتھ مار کر کہنا شروع کیا کہ اس مجلس میں شافعیوں پر جو بھی گزر جائے کم ہے۔ افسوس ہے کہ اس بھری مجلس میں امام الحرمین جیسے ہمارے شافعی علما کی تکفیر کی جاتی ہے اور لوگ اس کو خاموشی سے سن رہے ہیں اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اس کو برداشت بھی کر رہے ہیں۔ ہم اپنی علما کی تکفیر پر ہرگز ہرگز صبر نہیں کر سکتے۔ ان کا اشارہ درحقیقت شیخ نجم الدین ابن صصری کی طرف تھا وہ بھی اس بات پر بگڑ بیٹھے اور اس طرح دونوں کے درمیان سخت کلامی ہونے لگی۔ امام ابن تیمیہ نے شیخ نجم الدین کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی مگر انہوں نے شیخ کمال الدین کی تیز و تند اور تلخ باتوں سے متاثر ہو کر حاضرین کے سامنے اعلان کیا اور کہا سب لوگ گواہ ہیں کہ وہ اپنے عہدۂ قضاوت سے دستبردار ہوتے ہیں۔ [1]

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ تیسری مجلس بھی مشتعل جذبات پر ختم ہوگئی۔ حریفوں نے صاف طور پر کوئی اعتراف نہیں کیا کہ امام ابن تیمیہ کے عقائد صحیح ہیں۔ مگر چونکہ وہ بالکل لاجواب ہو چکے تھے اس لیے انہوں نے خاموشی اختیار کر لی۔ صرف شیخ کمال الدین آخر وقت تک مخالف رہے۔ لیکن ان کے پاس بھی امام موصوف کے پرزور دلائل کا کوئی جواب نہیں تھا۔ ہر ایک محسوس کر رہا تھا کہ امام ابن تیمیہ کے عقائد و خیالات کی تردید کرنے کے لیے ان کے حریفوں کے پاس کوئی دلائل نہیں ہیں۔ تمام لوگ امام موصوف کے علم و فضل اور وسعت مطالعہ کی تعریف کرتے ہوئے اپنے گھر لوٹے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خود امیر افرم علما مخالفین کی شکست محسوس کر رہا تھا اس نے ایک تفصیلی روداد مرتب کر کے مصر بھیجی۔ اور تمام لوگوں نے یہ سمجھ لیا کہ ساری جماعت امام موصوف کے عقیدے پر متفق ہوگئی۔ اس لیے حافظ ابن عبدالہادی اور حافظ ابن کثیر نے لکھ دیا کہ ساری جماعت امام موصوف کے عقیدے پر متفق ہوگئی، چنانچہ ابن کثیر کے الفاظ یہ ہیں:

اجتمع الجماعة على الرضى بالعقيدة المذكورة۔ [2]

ساری جماعت مذکور عقیدے پر راضی اور مجتمع ہوگئی۔

## براءت کا اعلان

جب امیر افرم کی بھیجی ہوئی روداد مصر پہنچی تو وہاں سے سلطان ناصر کا خط ۲۶ شعبان

---

[1] اس کی پوری تفصیل امام ابن تیمیہ کے ایک قلمی رسالے "المناظرة فی صفات الباری" میں ہے جس کو میں نے پٹنہ کے پبلک لائبریری کے نسخے سے نقل کیا تھا۔

[2] البداية والنهاية: ۱۴/ ۳۷۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



۷۰۵ھ کو اتوار کے دن دمشق پہنچا۔ اس میں صاف لکھا تھا:

انا کنا رسمنا بعقد مجلس للشیخ تقی الدین ابن تیمیة وقد بلغنا ما عقد له من المجالس و انه علی مذهب السلف و انما اردنا بذلك براءة ساحته ممانسب الیه۔ [1]

''ہم نے شیخ تقی الدین ابن تیمیہ کے لیے مجلس منعقد کرنے کا فرمان جاری کیا تھا اور ہم کو منعقدہ مجالس کی روداد ملی ہے۔ بلاشبہ وہ سلف کے مذہب پر ہیں ان مجلسوں کے انعقاد سے ہم نے صرف ان کی ان چیزوں سے براءت چاہی ہے جو ان کی طرف منسوب کی جاتی ہیں۔

## شیخ نجم الدین کی بحالی

شیخ زین الدین ابن مخلوف مالکی اور شیخ نصر بن سلیمان المنبجی کی کوششوں سے شیخ نجم الدین کی بحالی کا بھی فرمان صادر ہوا تھا۔ شیخ موصوف دوبارہ قاضی بنا دیئے گئے۔ مگر وہ اس کوشش میں لگے رہے کہ امام ابن تیمیہ کو نیچا دکھانے کی کوئی تدبیر نکل آئے۔

## طلبی کا فرمان

براءت کا اعلان امام ابن تیمیہ کے عقائد و خیالات کے صحیح ہونے کا اعلان تھا جس کو ان کے حریف کسی حالت میں بھی تسلیم نہیں کر سکتے تھے۔ شیخ نصر بن سلیمان المنبجی کو خیال ہوا کہ یہ سب کچھ نائب دمشق امیر افرم کی تائید سے ہو رہا ہے۔ وہ یہ سمجھتے تھے کہ اس کی موافقانہ روداد ہی کی وجہ سے امام موصوف کی براءت کا اعلان ہو گیا ہے۔ اگر ان کو مصر بلا کر ان سے براہ راست ان کے عقائد کا اظہار لیا جائے تو یقیناً ان کو گرفت میں لایا جا سکتا ہے۔ انہوں نے نائب سلطان مصر امیر بیبرس جاشنگیر کے ذریعہ کوشش کی کہ امام موصوف کو ان کے عقائد کے اظہار کے لیے مصر طلب کیا جائے۔ ان کے متعلق نئے سرے سے الزامات کی ایک فرد بھی تیار کی جس میں ان تمام واقعات کا حوالہ دیا گیا تھا جو ۶۹۸ھ میں نائب دمشق امیر سیف الدین جاغان کی موجودگی میں قاضی امام الدین قزوینی شافعی وغیرہ کے ساتھ پیش آئے تھے۔ عقائد

---

[1] ایضاً۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کے متعلق امام موصوف نے امام الدین قزوینی سے بحث کی تھی جس کی روداد اس سے پہلے پیش کی جا چکی ہے۔ سلطان ناصر امام موصوف کا دل سے حامی تھا۔ وہ ان کو کسی قسم کی تکلیف نہیں دینا چاہتا تھا مگر جب امیر بیبرس جاشنگیر اور مصر کے بڑے بڑے علما ان کے مصر بلانے پر اصرار کرنے لگے تو مجبوراً اس کو ان کی بات ماننی پڑی۔ چنانچہ اس نے ان کی طلبی کا فرمان صادر کیا جو ۵ رمضان ۷۰۵ھ کو پیر کے دن دمشق پہنچا۔ اس میں یہ لکھا ہوا تھا کہ امام ابن تیمیہ اور شیخ نجم الدین ابن صصری کو سرکاری ڈاک گاڑی میں بٹھا کر مصر روانہ کر دیا جائے۔

خود نائب دمشق امیر افرم نے محسوس کیا کہ اس فرمان کے پیچھے کوئی بڑی سازش کام کر رہی ہے اس نے قاصد سے کہا کہ میرے سامنے سارے علما کی تین مجلسیں ہو چکی ہیں۔ ان میں سے کسی ایک میں بھی امام موصوف کی بدعقیدگی ثابت نہیں ہو سکی۔ بلکہ تمام علما ان کا جواب دینے سے عاجز ہو چکے۔ ان کی براءت کا اعلان ہونے کے باوجود انہیں دوبارہ مصر کیوں طلب کیا جا رہا ہے؟ پھر اس نے قاصد سے کہا میں خود اس بارے میں سلطان سے خط و کتابت کرنا چاہتا ہوں اور ان معاملات کو سلجھانے کی کوشش کرنا چاہتا ہوں۔ قاصد نے اسے مشورہ دیا کہ انہیں مصر بھیجنے سے انکار نہ کیا جائے کیونکہ اس کی وجہ سے سلطان ناصر اور دوسرے ارا کین دولت کی بدگمانیاں بڑھ جائیں گی کہ وہ امام موصوف کے ذریعہ عوام کے اندر مقبولیت پیدا کر کے امور سلطنت پر حاوی ہونا چاہتا ہے۔ امیر افرم درحقیقت حریفوں کی نظر میں ایک کانٹا بن کر کھٹک رہا تھا۔ اسی لیے انہوں نے مصر میں اس کے خلاف اس قسم کا گندہ پروپیگنڈا شروع کر دیا۔ امیر افرم کو اب محسوس ہو رہا تھا کہ یہ بظاہر معمولی معاملہ کتنی خطرناک صورت اختیار کر گیا ہے۔ اس نے فوراً امام موصوف کو بلا بھیجا اور ان کے سامنے سلطان کا فرمان پڑھ کر سنایا۔ اور ساتھ ہی اپنا یہ ارادہ بھی ظاہر کیا کہ وہ اس بارے میں سلطان سے مزید خط و کتابت کرنا چاہتا ہے۔ جب تک سلطان کے پاس سے دوسرا اور آخری جواب نہ آ جائے وہ مصر جانے کی کوشش نہ کریں کم از کم سلطان کے دوسرے جواب کا انتظار کریں۔

امام موصوف اچھی طرح سمجھتے تھے کہ وہ دمشق میں رہ کر اپنے خیالات کا بخوبی پرچار نہیں کر سکتے اور ان کو ان اصلی حریفوں سے مقابلہ کرنا پڑے گا جو مصر میں بیٹھ کر ان کے خلاف

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



مختلف قسم کے الزامات لگاتے جارہے تھے اور انہیں بدنام کررہے تھے۔ اسی لیے انہوں نے امیر افرم سے صاف طور پر کہا ''مجھے مصر جانے سے ہرگز روکا نہ جائے۔ مجھے جانے دیا جائے۔ مصر جانے میں ایک بہت بڑی مصلحت ہے، اس سے بہت سی دوسری مصلحتیں ظہور میں آئیں گی۔ [1]

جب امام موصوف کے ساتھیوں اور دوستوں کو اس طلبی کی اطلاع ہوئی تو ان میں سے بعض رو پڑے اور کہا شاید اس مرتبہ دشمن انتقام لینے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ امام موصوف نے پورے جوش وخروش کے ساتھ جواب دیا کہ دشمن ہرگز اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوسکتے۔ عقیدت مندوں نے پوچھا پھر کیا ہوگا؟ کہا بہت ممکن ہے کہ میں قید کیا جاؤں اور میری یہ قید بہت لمبی ہو۔ آئندہ کے حالات بتاتے ہیں کہ ان کا یہ خیال صحیح نکلا۔

## مصر کو روانگی

امیر افرم نے بادل ناخواستہ امام موصوف کے سفر مصر کا انتظام کیا وہ اور شیخ نجم الدین ایک ہی ڈاک گاڑی سے روانہ ہوئے۔ تاتاری لڑائیوں کی وجہ سے عوام میں امام موصوف کی کافی شہرت ہوچکی تھی۔ جب انہیں معلوم ہوا کہ وہ مصر بلائے گئے ہیں تو انہیں رخصت کرنے کے لیے سارا شہر امنڈ آیا۔ ان کے گھر سے لے کر جو قصاعین [2] کے محلے میں تھا جسورہ تک جو دمشق اور کسوہ [3] کے درمیان ایک مشہور جگہ ہے ٹھٹھ لگ گئی۔ ان میں سے بعض لوگ ایسے بھی تھے جو ان کے دل سے حامی اور گرویدہ تھے اور ان کے مصر جانے پر رنج وغم کے آنسو بہا رہے تھے۔ ان میں سے چند ایسے حریف بھی تھے جو ان کی روانگی کے منظر کو دیکھنے کے لیے آئے تھے۔ اکثر محض تماشبین تھے جو اس غیر معمولی منظر سے لطف اندوز ہونے کی غرض سے وہاں جمع ہو گئے تھے۔ چنانچہ حافظ ابن کثیر اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

---

[1] البداية والنهاية: ٤١/ ٣٨۔

[2] یہ محلہ اب تک موجود ہے۔ قصاع کے نام سے بسیں جاتی ہیں، مگر جدید عمارات کی وجہ سے اس کی پرانی شکل بالکل بدل گئی ہے۔ [3] یہ دمشق سے جنوب میں تقریباً پچاس کلومیٹر کے فاصلے پر ایک مشہور مقام ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



فلما توجه لمصر ازدحم الناس لوداعه و ورؤيته حتى انتشروا من باب داره الى قرب الجسورة فيما بين دمشق والكسوة وهم فيما بين باك و حزين و متفرج و متنزه و مزاحم متغال فيه. [1]

جب وہ مصر کے لیے روانہ ہوئے تو ان کو رخصت کرنے اور ان کو دیکھنے کے لیے لوگ کثیر تعداد میں جمع ہو گئے تھے اور وہ ان کے گھر سے لے کر جسورہ کے قریب تک جو دمشق اور کسوہ کے درمیان ایک مقام ہے پھیل گئے تھے ان میں سے بعض رو رہے تھے اور بعض غمگین تھے۔ بعض سیر تماشے کی غرض سے آئے تھے اور بعض مزاحم اور غلو کرنے والوں میں سے تھے۔

حافظ بن عبدالہادی کا بھی قریب قریب یہی بیان ہے، وہ لکھتے ہیں کہ یہ دن دمشق کی تاریخ میں ایک یادگار دن تھا۔ چنانچہ ان کے الفاظ یہ ہیں:

ولما توجه الشيخ فى اليوم الذى توجه فيه من دمشق المحروسة كان يوما مشهودا غريب المثل فى كثرة ازدحام الناس لوداعه ورؤيته حتى انتشروا من باب داره الى قريب الجسورة فيما بين دمشق والكسوة التى هى اول منزلة منها وهم ما بين باك وحزين و متعجب و متنزه ومزاحم متغال فيه۔ [2]

اور جب شیخ دمشق محروس ومحفوظ سے مصر کی طرف روانہ ہوئے تو وہ دن ایک یادگار دن تھا لوگوں کے ہجوم واژدحام کی کثرت میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ یہ سب لوگ ان کو رخصت کرنے اور ان کو دیکھنے کے لیے آئے تھے یہاں تک کہ ان کے گھر کے دروازے سے لے کر جسورہ کے قریب تک جو دمشق اور کسوہ کے درمیان مشہور مقام ہے پھیل گئے۔ کسوہ دمشق اور مصر کے راستے کی پہلی

---

[1] البداية والنهاية: ١٤/ ٣٨۔ [2] العقود الدرية، ص: ٢٤٩۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


منزل ہے۔ بعض لوگ رو رہے تھے اور بعض غمگین تھے اور بعض سیر تماشے کی غرض سے آئے تھے اور بعض ان کے بارے میں مزاحم اور غلو کرنے والوں میں سے تھے۔

الغرض جب وہ دمشق سے مصر روانہ ہوئے تو ہر ایک منزل پر لوگ ان کے پاس آتے تھے اور ان سے مل کر بے حد خوش ہوتے تھے۔

## غزہ کی مسجد میں تقریر

جب امام موصوف ۱۷ رمضان ۷۰۵ھ کو ہفتے کے دن غزہ پہنچے جو ملکِ شام کی جنوب مغربی سرحد پر ایک مشہور مقام تھا۔ تو وہاں کے لوگوں نے جامع مسجد میں ایک شاندار جلسہ کیا اور امام موصوف کو تقریر کرنے کی دعوت دی، یہ تقریر بہت ہی دلچسپ اور معلومات سے لبریز تھی، حاضرین نے اس کو بہت ہی پسند کیا، اور اکثر لوگ ان کے معتقد ہو گئے، بہت سے لوگوں نے آپ سے دُعا اور برکت کی درخواست کی۔ [1]

## ملک ناصر سے ملاقات اور گفتگو

امامِ موصوف غزہ سے آگے روانہ ہوئے اور ۲۲ رمضان ۷۰۵ھ کو جمعرات کے دن وہ اور قاضی القضاۃ شیخ نجم الدین قاہرہ داخل ہوئے، ملک ناصر سے ملاقات ہوئی۔ دورانِ گفتگو ملک ناصر نے اُن سے کہا، مجھے خبر ملی ہے کہ آپ نے ملک پر قبضہ کرنے کے ارادے سے دمشق کے لوگوں کو اپنا ہمنوا بنالیا ہے، امامِ موصوف نے پورے اطمینان کے ساتھ جواب دیا، ہاں میرا ارادہ ایسا ہی ہے، پھر بڑے ہی جوش کے ساتھ کہا، خدا کی قسم! تیری اور مغلوں (یعنی تاتاریوں) کی سلطنت میرے نزدیک ایک پرکاہ کی بھی قدر و قیمت نہیں رکھتی، سلطان نے مسکرا کر کہا، قسم بخدا آپ بے شک سچے ہیں اور جس نے میرے پاس آپ کی چغلی کھائی ہے وہ جھوٹا ہے۔ [2]

دونوں کی اس گفتگو سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ فتنہ پردازوں نے امامِ موصوف کے خلاف کس قسم کا خطرناک حربہ استعمال کیا تھا، اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں تھی کہ سلطان دشمنوں

---

[1] اس وقت یہ مقام فلسطین کے جنوب مغربی سرحد پر ہے۔ [2] مجموع الدرر، ص: ۱۲۶۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کے جھوٹے الزامات سے متأثر ہوا کیونکہ وہ تاتاری لڑائیوں میں امامِ موصوف کے اثر واقتدار کو اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا تھا، اللہ تعالیٰ نے آپ کی زبان وقلم میں اتنی تاثیر دے رکھی تھی کہ وہ عوام کو جس بات پر چاہتے آمادہ کر سکتے تھے، لیکن ایک دوسری بات بھی موجود تھی، سلطان کے دل پر شروع ہی سے امامِ موصوف کی صداقت وسچائی، خلوصِ نیت اور بے لوث زندگی کا ایک گہرا نقش تھا، اس لیے جب امامِ موصوف نے سلطان کے اس سوال کا بے باکانہ جواب دیا تو اس کی بدگمانی کافور ہوگئی۔

اس بے باکانہ جواب کے بعد ملک ناصر کے دل میں آپ کی وقعت ومحبت پہلے سے زیادہ ہو گئی، دشمنوں کی خواہش کے برخلاف وہ آپ کی امداد کرنا چاہتا تھا، مگر وہ امیر بیبرس جاشنگیر کے ہاتھوں میں کچھ ایسا بے بس تھا کہ اس کی مرضی کے خلاف کوئی حکم نافذ نہیں کر سکتا تھا۔ [1] بیبرس یہ چاہتا تھا کہ امام ابن تیمیہ کھلی عدالت کے سامنے اپنے عقائد کا اظہار دیں اور اگر ان پر کفر ثابت ہو جائے جیسا کہ اس کا خیال تھا تو ان کو قتل کر دیا جائے۔

## کھلی عدالت میں مقدمہ

دوسرے دن یعنی ۲۳ رمضان ۷۰۵ھ کو جمعہ کی نماز کے بعد قلعہ میں قضاۃ، فقہاء، علما اور اراکینِ دولت کا ایک عام اجتماع ہوا، اور یہ مقدمہ قاضی القضاۃ شیخ زین الدین علی بن مخلوف بن ناہض بن مسلم بن منعم بن خلف النویری المالکی (المتوفی: ۷۱۸ھ) کے سامنے پیش ہوا، حکومت کی طرف سے شیخ شمس الدین محمد بن احمد بن عدلان شافعی (المتوفی: ۷۴۹ھ) نے امام ابن تیمیہ کے خلاف عدالت میں دعویٰ دائر کیا کہ وہ اس بات کے قائل ہیں کہ خدا عرش پر ہے، اور انگلیوں سے اس کی طرف اشارہ کیا جا سکتا ہے اور نیز خدا آواز اور حروف کے ساتھ بولتا ہے، یہ کہہ کر ابن عدلان نے قاضی مالکی کی طرف مخاطب ہو کر کہا، کیا ایسا شخص سخت ترین سزا کا مستحق نہیں ہے؟ اس سے ان کا اشارہ قتل کی طرف تھا، کیونکہ مالکی مذہب میں تبدیلِ عقائد کی سزا صرف قتل تھی، قاضیِ موصوف نے امام ابن تیمیہ سے پوچھا: اے فقیہ! اس بارے میں تم کیا کہتے ہو؟ امام موصوف نے اپنی عادت کے مطابق خدا کی حمد وثنا سے اپنی

---

[1] الدرر الكامنة: ۱/ ۵۰۵۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


گفتگو شروع کی، قاضی نے کہا: ہم نے تمہیں یہاں خطبہ دینے کے لیے نہیں بلایا ہے، تم الزامات کا جواب دو۔ امام موصوف کو اس غیر شرعی تحکم پر سخت غصہ آیا، انہوں نے پوچھا: اس مقدمہ میں حاکم کون ہے؟ عدالت والوں نے قاضی مالکی کی طرف اشارہ کیا، امام موصوف نے کہا: جب وہ اس مقدمے میں میرے خصم اور حریف بنتے ہیں تو وہ میرے حاکم کیونکر ہو سکتے ہیں، یہ کہہ کر وہ خاموش ہو گئے اور کوئی جواب نہیں دیا، عدالت نے ان سے جواب طلب کیا، تو صاف کہہ دیا کہ وہ کوئی جواب دینے کے لیے تیار نہیں ہیں، عدالت جو چاہے فیصلہ کر لے، قاضی مالکی نے انہیں قید کا حکم سنایا، دونوں بھائی شیخ زین الدین عبدالرحمٰن ابن تیمیہ اور شیخ شرف الدین عبداللہ ابن تیمیہ اُن کے ساتھ قید خانے جانے کے لیے تیار ہو گئے۔ چنانچہ ان تینوں کو برج کے قید خانے میں بھیج دیا گیا۔

اس وقت شیخ شرف الدین عبداللہ ابن تیمیہ کے منہ سے بددعا نکلی، امام موصوف نے انہیں ٹوکا اور کہا: یوں مت کہو، بلکہ یہ کہو کہ اے اللہ! تو دشمنوں کو ہدایت کی روشنی دکھا، تاکہ وہ حق کا راستہ پائیں۔

امام ابن تیمیہ کا جواب نہ دینا ہی مناسب تھا کیونکہ ان کے دشمنوں نے پہلے ہی سے یہ طے کر لیا تھا کہ ان پر ارتداد و کفر کا الزام لگا کر انہیں قتل کر دیا جائے، اسی وجہ سے انہوں نے شافعی قاضی القضاۃ کی عدالت میں یہ مقدمہ پیش کرنے کی بجائے جو اس زمانے میں عدالتِ عالیہ سمجھی جاتی تھی، مالکی قاضی القضاۃ کے روبرو پیش کیا، تاکہ قتل کے فیصلہ میں آسانی ہو، جب امام موصوف نے کوئی جواب نہیں دیا تو اس نے مجبوراً قید کا حکم سنایا۔

## قید کی سختی

برج ایک تنگ و تاریک قید خانہ تھا جہاں بڑے بڑے مجرم قید کیے جاتے تھے۔ [1] امام موصوف کے دوست احباب اور دوسرے عقیدت مند اُن سے ملتے تھے اور ان سے استفادہ کرتے تھے لیکن جب قاضی مالکی کو اس کی اطلاع ہوئی تو کہا کہ ابن تیمیہ پر کفر ثابت تو ہو چکا ہے، اُن کو قتل کر دینا چاہیے تھا، مگر اب کم از کم اُن پر قید کی سختی ہونی چاہیے۔ [2] پھر اُس نے

---

[1] خطط مقریزی: ۳/ ۳۰۶۔ [2] الدرر الکامنۃ: ۱/ ۱۴۷۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



انہیں برج کے قید خانے سے حبِ کے قید خانے میں جہاں عموماً باغی قید کیے جاتے تھے۔ [1] منتقل کرنے کا حکم دے دیا، تینوں بھائی عید الفطر کی شب میں وہاں پہنچا دیئے گئے اور کسی کو اُن سے ملنے کی اجازت نہیں تھی، امام موصوف نے حکومت سے مفت کپڑا اور خرچ لینا منظور نہیں کیا۔ [2] یہاں وہ مطالعہ کتب، تلاوتِ قرآن اور ذکر واذکار میں مشغول ہو گئے۔ [3]

## دمشق میں اعلان

اس مقدمے کے بعد قاضی القضاۃ شیخ نجم الدین ابن صصری قضاوت کی بحالی کا پروانہ لے کر ذوالقعدہ ۷۰۵ھ کو دمشق لوٹے، اور اپنے ساتھ ایک شاہی اعلان بھی لے آئے تھے، جس کو امیر افرم کے کاتب السر شیخ شمس الدین محمد بن شہاب الدین محمود حنبلی (المتوفی: ۷۲۷ھ) نے دمشق کی جامع مسجد میں جمعہ کی نماز کے بعد پڑھ کر سنایا، اس میں امام ابن تیمیہ کے متعلق تحقیری الفاظ استعمال کیے گئے تھے اور ان کے عقائد کو باطل قرار دیا گیا تھا، اور یہ اعلان کیا گیا کہ جو شخص بھی ان کے عقائد رکھے گا، اور ان کی تبلیغ کرے گا اس کو قتل کر دیا جائے گا اور اس کا سارا مال واسباب ضبط کر لیا جائے گا۔ [4]

## دمشق کے حنابلہ سے اقرار لینا

شیخ نجم الدین ابن صصری شافعی نے مسندِ قضاوت پر متمکن ہوتے ہی دمشق کے محلۂ صالحیہ کے تمام حنبلیوں کو بلوا بھیجا، اور اُن سے جبراً یہ اقرار لیا کہ وہ عقائد میں امام شافعی کی پیروی کریں گے۔ حنفیوں کے قاضی شیخ شمس الدین ابن الحریری نے امام ابن تیمیہ کے علم و فضل کی بڑی تعریف کی اور محضر پر اپنے قلم سے تیرہ سطریں لکھیں اور امام موصوف کی بڑی تعریف وتوصیف کرنے کے بعد صاف طور پر لکھا کہ تین سو سال سے امام موصوف کا کوئی مثیل اور نظیر نہیں دیکھا گیا، جب قاضی زین الدین ابن مخلوف مالکی کو اس کی اطلاع ملی تو انہوں نے بیرس جاشنگیر سے کہہ کر شیخ شمس الدین ابن الحریری کی معزولیت کا فرمان لکھوایا

---

[1] خطط مقریزی: ۳/ ۳۰۶۔ [2] العقود الدریة، ص: ۲۵۱۔
[3] البدایة والنهایة: ۱۴/ ۴۳۔
[4] الدرر الکامنة: ۱/ ۱۴۷؛ البدایة والنهایة: ۱۴/ ۳۸۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


اوران کی جگہ شیخ شمس الدین محمد الاذرعی کو قاضیٔ احناف مقرر کیا۔ [1] مگر وہ بھی ایک سال کے بعد معزول ہو گئے۔

## قاہرہ کے حنابلہ سے اقرار لینا

ادھر قاہرہ میں بھی تمام حنابلہ کو جمع کیا گیا، اوران سے اقرار لیا گیا کہ امام ابن تیمیہ کے عقائد فاسد ہیں اور اشاعرہ ہی کے عقائد درست ہیں، اس وقت مصر میں حنبلیوں کے قاضی شیخ شرف الدین عبدالغنی بن یحییٰ حرانی (المتوفی: ۷۰۹ھ) تھے، وہ کم علم ہونے کے ساتھ ساتھ کم ہمت بھی تھے، ان کی کمزوری سے فائدہ اُٹھا کر دشمنوں نے ایک خط لکھوالیا کہ اشاعرہ کے عقائد ہی صحیح ہیں۔ [2] اس کی وجہ سے حنابلہ کی اور زیادہ پکڑ دھکڑ ہونے لگی، اور جب کسی نے اس کو تسلیم نہیں کیا تو اس کو سزا دی جانے لگی، عجیب بات یہ ہے کہ مصر کے حنفی قاضی شیخ شمس الدین محمد بن ابراہیم بن عبدالغنی سروجی (المتوفی: ۷۱۰ھ) نے امام ابن تیمیہ کی تائید کی۔ [3] مصر کے شافعی قاضی القضاۃ شیخ بدرالدین بن جماعہ نے جو شیخ تقی الدین ابن دقیق العید کے بعد مصر کے قاضی ہوئے تھے، اس ہنگامہ میں خاموشی اختیار کر لی۔ [4]

## فتنہ کو فرو کرنے کی کوشش

ان دنوں دمشق میں شیخ تقی الدین سلیمان بن حمزہ ابن قدامہ مقدسی (المتوفی: ۷۱۵ھ) حنبلیوں کے قاضی تھے۔ جب دمشق کے حنابلہ کی پکڑ دھکڑ شروع ہوئی اور اُن کو اشعری عقائد کے ماننے پر مجبور کیا گیا تو شیخ تقی الدین مقدسی نے دشمنوں کے ساتھ لطف و مدارات سے کام لے کر اس فتنہ کو فرو کرنے کی کوشش کی، یہاں تک کہ چند دنوں کے بعد یہ مخالفت فرو ہو گئی۔ [5]

## امام ابن تیمیہ کو رہا کرنے کی کوشش

اگرچہ امیر رکن الدین بیبرس جاشنگیر اور اُس کے شیخ، شیخ نصر بن سلیمان المنبجی اور

---

[1] الدرر الکامنۃ: ۱/ ۱۴۷۔ [2] ایضاً۔ [3] ایضاً۔ ابن کثیر نے ان کے تذکرے میں لکھا ہی کہ شیخ شمس الدین سروجی نے علم کلام سے متعلق امام ابن تیمیہ کے خیالات کی تردید کی اور اپنی ناواقفیت کی بنا پر جگ ہنسائی کرلی۔ امام موصوف نے ان کے رد میں کئی جلدیں لکھی ہیں، البدایۃ والنہایۃ: ۱۴/ ۶۰۔
[4] الدرر الکامنۃ: ۱/ ۱۴۷۔ [5] الدرر الکامنۃ: ۲/ ۴۷۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



دیگر بعض علما امام ابن تیمیہ کے سخت مخالف تھے، تاہم مصر کا نائب سلطنت امیر سیف الدین سالار [1] امام موصوف کا حامی تھا اور دل سے ان کے علم و فضل کی قدر کرتا تھا، اس نے درمیان میں پڑ کر اس معاملے کو سلجھانے کی بہت کوشش کی، وہ یہ چاہتا تھا کہ ایک مرتبہ قضاۃ و علما و فقہاء کی ایک مجلس کی جائے اور ان کے سامنے امام ابن تیمیہ ان اختلافی مسائل کے متعلق اُن سے بحث کریں، مگر قضاۃ کا اِصرار یہ تھا کہ وہ اپنے عقائد سے باز آجائیں، اور ادھر امامِ موصوف کا یہ اصرار تھا کہ اتنے دنوں تک ارا کین سلطنت قاضیوں کی باتیں سنتے رہے، اب ایک مرتبہ اُن کا بھی اظہار لے لیا جائے، چنانچہ جب رمضان ۷۰۶ھ میں اس کے متعلق گفت و شنید شروع ہوئی تو امامِ موصوف نے اپنی بات پر اصرار کیا، وہ خود لکھتے ہیں:

رمضان ۷۰۶ھ [2] کے آخر دو امیر امراء و قضاۃ و علما کی جماعت کے قاصد بن کر میرے پاس آئے اور امراء کی طرف سے یہ پیغام سنایا کہ میں ان کے ساتھ چل کر قاضیوں سے گفتگو کروں، تاکہ اس جھگڑے کا فیصلہ ہو جائے اور میں قید سے نکلوں، اس گفتگو سے اصلی مقصود یہی ہے کہ میں قید سے نکالا جاؤں، مگر شرط یہ ہے کہ یہ گفتگو بہت مختصر ہو، میں نے اُن قاصدوں سے کہا جاؤ اور میری طرف سے ان امیروں کو سلام کہہ کے یہ عرض کرو کہ ایک سال کی مدت گزر چکی ہے، اس سے پہلے بھی تم لوگ دن رات میرے مخالفین کی باتیں سنتے رہے مگر مجھ سے اب تک ایک کلمہ بھی نہیں سنا، اور یہ بہت بڑا ظلم ہے، اگر کوئی خصم یا حریف یہودی یا نصرانی یا اسلام کا کوئی دشمن ہو یا وہ تمہاری دولت اور سلطنت کا مخالف ہو تب بھی تمہارے لیے یہ جائز نہیں ہو سکتا کہ اُس کی بات کو سنے بغیر اس کا فیصلہ کرو، تم لوگ مختلف مجلسوں

---

[1] امیر سیف الدین سالار مصر کا ایک مشہور امیر تھا، وہ ۶۹۸ھ سے ۷۱۰ھ تک مصر کا نائب السلطنت رہا، اس نے بہت بڑی دولت جمع کر رکھی تھی، وہ بہت کریم اور سخی تھا اور لوگوں میں بہت زیادہ محبوب تھا، ملک ناصر اس سے بدظن ہو گیا تھا، آخر ربیع الاول ۷۱۰ھ میں اس کو قتل کرا دیا اور اس کا سارا مال و اسباب ضبط کر لیا۔ البداية والنهاية: ۱۴/ ۵۹۔

[2] كتاب التسعينيه، صفحه ۲۔۳، اس مطبوعہ نسخے میں تاریخ رمضان ۷۲۶ھ دی گئی ہے جو غلط معلوم ہوتی ہے، یہ واقعہ ۷۰۶ھ کا ہے جیسا کہ اس کی بعض عبارتوں سے مفہوم ہوتا ہے۔ نیز مناظرہ مصریہ کے قلمی نسخے میں جو ندوۃ العلما کے کتب خانے میں ہے رمضان ۷۰۶ھ کی ہی تاریخ درج ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



میں میرے مخالفین کی باتیں سنتے رہے، اب مجھ ایک کا بھی ایک مجلس میں بیان سن لو، اس کے بعد ہم سب ایک جگہ جمع ہوں گے اور تمہاری موجودگی میں ایک دوسرے سے بحث کریں گے، اور یہ عدل وانصاف کا ایک ادنیٰ ترین درجہ ہے جس کی پیروی کا اللہ پاک نے اپنی اس آیتِ کریمہ میں حکم دیا ہے:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا ۙ وَ اِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًۢا بَصِيْرًا ۝ ﴾ [1]

''بے شک اللہ تعالیٰ تم کو یہ حکم دیتا ہے کہ تم امانتوں کو ان کے لوگوں کے پاس پہنچا دو، اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو، بے شک اللہ تم کو اچھی نصیحت کرتا ہے، بے شک اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔''

ان قاصدوں نے مجھ سے کہا کہ یہی جواب ایک کاغذ پر لکھ دوں، میں نے ایک کاغذ پر لکھ کر ان کے حوالے کیا، یہ لوگ چلے گئے اور پھر واپس لوٹ آئے اور مجھ سے کہا کہ مجھے حاضر ہونا ہی پڑے گا، تاکہ میں قضاۃ سے ایک دو باتیں کرلوں، اور اس جھگڑے کا فیصلہ ہو جائے۔

رمضان کے نصف اول میں یہی دونوں قاصد ایک کاغذ لے آئے تھے، جس کو اس قاضی نے لکھا تھا جو اس معاملہ میں حکم بنایا گیا تھا، میں نے ان دونوں سے کہا کہ اس کاغذ کی ایک نقل دے دیں، میں نے ان قاصدوں سے کہا کہ کیا مجھ سے اس قسم کا خطاب کیا جا سکتا ہے جیسا کہ اس کاغذ میں ہے؟ یہ دونوں قاصد خود شرمندہ ہوئے اور اس کی نقل میرے حوالے کی، میں نے کہا: میں ایسے شخص کے پاس نہیں جا سکتا جو میرے بارے میں جاہلیت کا غیر شرعی فیصلہ کرتا ہے، اور جو میرے ساتھ اس قسم کا سلوک روا رکھتا ہے، جیسا کہ پہلی مجلس میں میرے ساتھ کیا گیا جس کو یہودی اور نصرانی بھی کسی کے ساتھ روا نہیں رکھتے، میں نے قاصدوں سے کہا، یہ سب کچھ تو تمہاری ہی آنکھوں کے سامنے ہوا کیا تم لوگ میرے ساتھ اس قسم کا مکر کرنا چاہتے ہو، جس طرح تم نے پچھلے سال میرے ساتھ کیا، میں ایسی باتوں کا ہرگز

---

[1] ٤/النساء:٥٨۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



جواب نہیں دے سکتا، لیکن جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ میں نے کوئی غلط بات کہی ہے تو اس کو چاہیے کہ میری جن باتوں کا اس کو انکار ہے انہیں ایک کاغذ پر لکھ دے اور اپنی دلیلیں بھی بیان کرے، میں اس کی ہر ایک بات کا جواب لکھ دوں گا، اور اس کے بعد یہ تمام علمائے مشرق و مغرب کے سامنے رکھے جائیں، میں نے یہی بات ملک شام میں کہی تھی اور یہی اب بھی کہہ رہا ہوں، اور یہی وہ میرے عقائد ہیں جن کے متعلق میں نے ملک شام کے تمام قضاۃ و مشائخ وعلما کے سامنے بحث کی تھی، تمہارے نائب نے تمہیں عقائد کا وہ نسخہ روانہ کیا تھا [1] جو اس وقت ان قضاۃ و مشائخ وعلما کے سامنے پڑھا گیا تھا، اور اس بحث کی روداد بھی بھیجی تھی، جو میرے اور ان علما کے درمیان ہوئی تھی، اگر مجھ سے کوئی قصور ہوا ہو یا میرے ساتھ کوئی ظلم ہوا ہو اور میرے مخالفین سے چشم پوشی کی گئی ہو، جس کو خدا بہتر جانتا ہے، اور تمام مسلمان جانتے ہیں تو تم میرا وہ نسخہ دیکھو جو تمہارے پاس موجود ہے، اس وقت میرے پاس اس کا دوسرا نسخہ بھی موجود تھا، میں نے قاصدوں سے کہا، یہ نسخہ لے جاؤ اور ان کو دکھاؤ، اگر کسی کو میرے اعتقادات پر اعتراضات ہوں تو اس کو کہو کہ اپنے دلائل کے ساتھ انہیں لکھ دے اور میں ان میں سے ہر ایک کا جواب دوں گا۔

یہ دونوں قاصد میرا یہ نسخہ لے کر چلے گئے اور کچھ دیر بعد لوٹ آئے اور اپنے ساتھ ایک کاغذ لے آئے، جس میں میرے اعتقادات پر کوئی اعتراضات نہیں تھے، بلکہ میرے دشمنوں کے مقصد ہی کی بات تھی، قاصدوں نے مجھے بتایا کہ میرے مخالفین نے ایک کاغذ لکھا اور پھر اس کو چاک کر دیا اور دوبارہ یہ کاغذ لکھا جس کو وہ میرے پاس لے آئے ہیں، اس میں مجھ سے مطالبہ کیا گیا تھا کہ میں اللہ تعالیٰ سے جہت اور تحیز کی نفی کروں، اور یہ نہ کہوں کہ اللہ کا کلام حروف اور آواز ہے جو اس کے ساتھ قائم ہے، بلکہ وہ ایک معنی ہے جو اس کی ذات کے ساتھ قائم ہے، اور اس بات کا اعتراف کروں کہ خدا کی طرف انگلیوں سے حسی اشارہ نہیں کیا جا سکتا اور یہ کہ عوام کے سامنے صفات الٰہی کے متعلق آیات قرآن و احادیث رسول سے بحث نہ کروں اور شہروں کو فتویٰ نہ بھیجا کروں۔

---

[1] یعنی امیر جمال الدین آقوش الافرم نائب السلطنت شام (یعنی العقیدہ الواسطیہ والعقیدۃ الحمویۃ الکبریٰ)۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



جب قاصدوں نے مجھے میرے مخالفین کا یہ رقعہ دکھایا تو میں نے اسی وقت اس کا جواب لکھا اور وہ بھی ایسی حالت میں جب کہ قاصد جواب کے لیے جلدی کر رہے تھے، میں نے لکھا:

''اب کہنے والے کا یہ کہنا کہ میں اللہ تعالیٰ سے جہت اور تخیر کی نفی کروں اور اس کا عقیدہ رکھوں تو میرے کلام میں ان الفاظ کا کوئی ثبوت نہیں ہے، نفی یا اثبات میں، ان الفاظ کا استعمال و اطلاق بدعت ہے۔ میں وہی کہوں گا جو کتاب وسنت میں ہے یا جس پر سلف امت کا اتفاق ہے اگر کہنے والے کی اس سے یہ مراد ہے کہ آسمانوں پر کوئی پروردگار نہیں ہے اور نہ عرش پر کوئی خدا ہے اور نہ محمد ﷺ آسمانوں پر چڑھ کر اپنے پروردگار کی طرف گئے اور نہ عالم کے اوپر عدم محض کے سوا کوئی چیز ہے تو یہ باطل ہے اور اجماع ائمہ امت کے خلاف ہے اور اگر اس سے کہنے والے کا یہ مطلب ہے، کہ خدا کی مخلوقات اس کو گھیرے ہوئے نہیں ہے اور وہ موجودات کے جوف میں نہیں ہے تو میرے کلام میں اس کی صراحت موجود ہے، تو پھر اس کے دہرانے سے کیا فائدہ ہے۔''

اب رہا کہنے والے کا یہ کہنا کہ میں یہ نہ کہوں کہ اللہ کا کلام حرف وصورت ہے جو اس کے ساتھ قائم ہے بلکہ یہ کہوں کہ وہ ایک معنیٰ ہے جو اسکی ذات کے ساتھ قائم ہے تو میرے کلام میں اس کا بھی وجود نہیں ہے میں نے کسی وقت بھی ایسا نہیں کہا ہے، کیونکہ ایسا کہنا کہ قرآن حرف وصورت ہے جو اس کے ساتھ قائم ہے، بدعت ہے بلکہ یہ کہنا بھی کہ وہ ایک معنیٰ ہے جو اس کے ذات کے ساتھ قائم ہے بدعت ہے، سلف میں سے کسی نے بھی ایسا نہیں کیا ہے، میرے کلام میں ان بدعتوں میں سے کوئی ایک بھی موجود نہیں ہے بلکہ میرے کلام میں وہ باتیں ہیں جن پر سلف امت کا اجماع ہے، یعنی یہ کہ قرآن مجید اللہ کا کلام ہے اور وہ غیر مخلوق ہے۔

اب رہا کہنے والے کا یہ کہنا کہ میں اس بات کا اعتراف کروں کہ خدا کی طرف انگلیوں سے کوئی حسی اشارہ نہیں کیا جا سکتا تو میرے کلا میں یہ الفاظ بھی نہیں ہیں، بلکہ میرے کلام میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ان باتوں کا مطلق انکار ہے جن کو بدعتیوں نے ایجاد کیا، اور نفی کے الفاظ استعمال کیے، جیسے کہ ان کا یہ کہنا کہ خدا کی طرف حسی اشارہ نہیں کیا جاسکتا تو اس قسم کی نفی بھی بدعت ہے اگر اس سے کہنے والے کی مراد یہ ہو کہ خدا مخلوقات میں محصور نہیں ہے یا اس کے اور کوئی صحیح معنیٰ لیے جارہے ہوں تو یہ ٹھیک ہے اور اگر اس کی مراد یہ ہو کہ دعا کرنے والا اللہ کی طرف ہاتھ نہ اٹھائے تو یہ ان متواتر حدیثوں کے خلاف ہے جو آنحضرت ﷺ سے ثابت ہیں، اللہ نے اپنے بندوں کی فطرت ہی میں یہ بات رکھ دی ہے کہ دعا کے وقت وہ اپنے ہاتھوں کو اوپر اٹھائیں، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ بیشک زندہ اور کریم ہے، وہ اس بات سے شرم کرتا ہے کہ اس کا بندہ اپنے دونوں ہاتھ اس کی طرف اٹھائے، اور کچھ مانگے اور خدا ان کو خالی کر کے واپس بھیجے۔'' [1] اگر کوئی نام رکھنے والا اس کا نام اشارۂ حسیہ رکھ دے اور کہنے لگے کہ یہ جائز نہیں ہے تو اس کی بات قبول نہیں کی جاسکتی۔

اب رہا کہنے والے کا یہ کہنا کہ میں عوام کے سامنے صفات الٰہی سے متعلق آیات قرآن مجید و احادیث رسول پیش نہ کروں تو میں نے کسی عامی کے سامنے ہرگز اس بحث کی ابتداء نہیں کی لیکن جب کوئی ارشاد و ہدایت کا طلبگار اس کے متعلق سوال کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ و رسول ﷺ کے ارشادات کے مطابق اس کا جواب دینا ضروری ہو جاتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر کسی شخص سے کسی علم کے متعلق دریافت کیا جائے، جس کو وہ جانتا ہے اور پھر بھی اس کو چھپا دیتا ہے تو قیامت کے دن اس کے منہ میں آگ کی لگام دی جائے گی، خود اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَىٰ مِن بَعْدِ مَا بَيَّنَّاهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتَابِ ۙ أُولَٰئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللَّهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللَّاعِنُونَ ﴾ [2]

''بے شک وہ لوگ جو ہماری اتاری ہوئی کھلی نشانیوں اور ہدایت کو بعد اس کے ہم نے لوگوں کو کتاب میں بیان کر دی ہیں، چھپاتے ہیں تو انہی پر اللہ لعنت بھیجتا

---

[1] سنن ترمذی، کتاب الدعوات، باب فی فضل التوبة.....: ۳۵۵۶۔

[2] ۲/البقرة:۱۵۹۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہے، اور لعنت کرنے والے بھی ان پر لعنت بھیجتے ہیں۔''

اس لیے کسی عالم کو کسی ایسی بات کا حکم نہیں دیا جا سکتا، جس کی وجہ سے وہ اللہ کی اور لعنت کرنے والوں کی لعنت کا مستحق اور سزاوار بن جائے۔

دونوں قاصد میرا یہ جواب لے کر چلے گئے اور بہت دیر کے بعد لوٹے، وہ کوئی فیصلہ کن جواب تو نہیں لائے، مگر اتنا کہا کہ مجھے ان کے پاس چلنا ہے، میں نے غصہ میں آ کر اور گرج کر کہا، او شریعت کے بدلنے والو! او شریعت سے منہ موڑنے والو! او زندیقو! اور نہ معلوم میں نے غصہ میں آ کر کیا کیا کہا، آخر میں میں کھڑا ہو گیا، اور دروازہ کھول کر اپنے گھر جانے کے لیے آمادہ ہو گیا، اور جب ذرا سکون ہوا تو میں نے ان باتوں کی تردید لکھی، جن کے ذریعہ اللہ کے دین کو بدلنے کی کوشش کی جا رہی تھی اور مومنین کے راستے کو چھوڑ کر ایک دوسرا راستہ اختیار کیا جا رہا تھا، اس میں مسلمانوں ہی کے لیے بہت بڑی منفعت ہے۔

اس کے بعد نہایت ہی تفصیل کے ساتھ مخالفین کے عقائد و خیالات کی تردید کی ہے۔

## تفصیلی بحث سے مخالفین کا گریز

مذکورہ بالا اقتباس سے صاف ظاہر ہے کہ مخالفین امام ابن تیمیہ کے ساتھ تفصیلی بحث کرنے سے گریز کرتے رہے کیونکہ انہیں صاف اندازہ تھا کہ تفصیلی بحث میں ان کی باتوں کا کوئی جواب نہیں دے سکیں گے، اور اس کی وجہ سے ارا کین دولت، عمائدین شہر اور عوام کی نظر میں حقیر و ذلیل ٹھہریں گے۔ وہ صرف اتنا چاہتے تھے کہ امام موصوف ان کے مختصر سوال کا اثبات یا نفی میں جواب دیں۔ اگر اثبات میں جواب دیں تو گویا امام موصوف اپنے عقائد و خیالات سے باز آئے، اور اگر نفی میں جواب دیں تو قانون کی تلوار سے ان کی گردن اڑا دی جائے، مگر ان کی یہ تدبیر کچھ کارگر نہیں ہو سکی، جب مخالفین ان سے تفصیلی بحث کرنے پر آمادہ نہ ہوئے تو انہوں نے ارا کین دولت اور قضاۃ و مشائخ و علما کے سامنے حاضر ہونے سے قطعی انکار کر دیا۔

## دوبارہ کوشش

امیر سیف الدین سالار نے امام ابن تیمیہ کو رہا کرانے کی دوبارہ کوشش کی، اس نے عید

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



الفطر ۷۰۶ھ کی شب کو تینوں مذہب کے قاضیوں اور فقیہوں کو ایک جگہ جمع کیا، قاضی القضاۃ شیخ زین الدین علی بن مخلوف مالکی، قاضی القضاۃ شیخ بدر الدین ابن جماعہ شافعی، قاضی القضاۃ شیخ شمس الدین محمد بن ابراہیم سرو جی حنفی حاضر ہوئے، فقیہوں میں شیخ علاء الدین علی باجی شافعی، شیخ شہاب الدین احمد یحییٰ جزری، شیخ عز الدین عبدالعزیز بن عبدالجلیل نمرادی شافعی تشریف لائے، جب امیر سالار نے امام موصوف کی رہائی کا ذکر کیا تو ان سب لوگوں نے یہ جواب دیا کہ اگر وہ اپنے عقائد سے باز آجائیں اور ہماری چند شرطوں کو مان لیں تو ان کی رہائی ہوسکتی ہے، امیر سالار نے امام موصوف کے پاس آدمی بھیجا مگر انہوں نے آنے سے انکار کر دیا، کہا جاتا ہے کہ ان کے پاس چھ مرتبہ آدمی بھیجا گیا تھا، مگر انہوں نے ہر دفعہ انکار ہی کیا، آخر بہت دیر کے بعد یہ مجلس برخاست ہوگئی۔ [1]

## تیسری کوشش

دو مہینے بعد نائب السلطنت مصر امیر سالار نے امام موصوف کو رہا کرانے کی کوشش کی، اس نے ۲۷ ذوالحجہ ۷۰۶ھ کو جمعرات کے دن تمام قاضیوں اور فقیہوں کو جمع کیا اور امام موصوف کو بلا بھیجا، مگر ان کی بجائے ان کے دونوں بھائی شیخ زین الدین عبدالرحمٰن بن تیمیہ اور شیخ شرف الدین عبداللہ بن تیمیہ تشریف لائے، شیخ شرف الدین نے قاضی القضاۃ شیخ زین الدین علی بن مخلوف مالکی سے عرش و کلام و نزول کے مسائل میں بحث کی اور قاضی موصوف کی غلطیاں واضح کیں، مجلس کے اختتام پر ان دونوں کو قید خانے بھیج دیا گیا۔

دوسرے دن جمعہ کی نماز کے بعد صرف شیخ شرف الدین عبداللہ ابن تیمیہ کو بلایا گیا، انہوں نے نائب السلطنت امیر سالار کے سامنے مذکورہ مسائل کے متعلق شیخ شمس الدین ابن عدلان سے بحث کی اور ان کو مغلوب کر دیا، مگر کوئی خاص فیصلہ نہیں ہوسکا، بحث کے بعد شیخ شرف الدین کو قید خانہ بھیج دیا گیا۔

## چوتھی کوشش

نائب السلطنت مصر امیر سالار نے پھر ایک مرتبہ کوشش کی ۲۴ صفر ۷۰۷ھ کو جمعہ کے

---

[1] العقود الدرية، ص ۲۵۱؛ مجموع الدرر، ص: ۱۷۶۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



دن قلعۃ الجبل میں اوحدی کے گھر میں تمام قاضیوں کو جمع کیا اور امام موصوف کو بلا بھیجا، وہ تشریف لائے، صبح کی نماز کے بعد سے نشست شروع ہوئی، قاضی القضاۃ شیخ بدرالدین ابن جماعہ شافعی نے امام موصوف سے بحث کی، جمعہ کی نماز تک ان سے بحث ہوتی رہی، نماز کے بعد پھر کچھ دیر تک بحث ہوتی رہی، مخالفین امام موصوف کی باتوں کا کوئی جواب تو نہیں دے سکے، مگر اس پر اصرار کیا، کہ ان کی پیش کی ہوئی چند شرطوں پر دستخط کر دیں تو ان کی رہائی ہو جائے، امام موصوف نے محض رہائی کی غرض سے بھی ان پر دستخط کرنا منظور نہیں کیا اور بخوشی قید خانہ واپس چلے گئے۔

## امیر عرب کی کوشش

ربیع الاول ۷۰۷ھ کی ابتداء میں امیر عرب حسام الدین مہنا بن عیسیٰ بن مہنا (المتوفی: ۷۳۵ھ) قاہرہ آیا وہ امام ابن تیمیہ کا بہت بڑا معتقد تھا، اس نے اراکین سلطنت سے امام موصوف کی رہائی کے مسئلہ پر گفتگو کی، اور حکومت کی اجازت سے ۲۳ ربیع الاول ۷۰۷ھ کو جمعہ کے دن امام موصوف سے قید خانے میں ملا اور انہیں باہر آنے پر مجبور کیا، امیر سالار نے اپنے گھر پر تمام قاضیوں اور فقیہوں کو جمع کیا، امام موصوف بھی امیر عرب کے جبر سے اس مجلس میں تشریف لائے، نماز سے پہلے ان قاضیوں اور فقیہوں سے عقائد کے مسائل پر بحث ہوتی رہی، نماز کے لیے یہ اجلاس ملتوی کیا گیا، پھر جمعہ کی نماز کے بعد سے مغرب کی نماز تک مختلف مسائل پر بحث ہوتی رہی، لیکن کوئی خاص فیصلہ نہ ہو سکا، قاضی القضاۃ شیخ زین الدین علی بن مخلوف مالکی اور ان کے رفقاء نے پہلے ہی سے ایک محضر تیار کر رکھا تھا، جس کی عبارت ''الدرر الکامنہ'' میں منقول ہے اور جس کا اردو ترجمہ یہ ہے:

> ''میں یہ اعتقاد رکھتا ہوں کہ قرآن ایک معنیٰ ہے جو اللہ کی ذات کے ساتھ قائم ہے اور قرآن ذات الٰہی کی قدیم صفتوں میں سے ایک صفت ہے اور وہ غیر مخلوق ہے اور وہ حرف اور آواز نہیں ہے اور رحمٰن کے عرش پر مستوی ہونے کے ظاہری معنیٰ نہیں ہیں، اور میں اس کی مراد کی حقیقت کو نہیں جانتا بلکہ اس کو اللہ کے سوا کوئی اور نہیں جانتا۔ نزول باری کے بارے میں بھی میرا قول استوا کے قول کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



طرح ہے۔'' [1]

مخالفین امام ابن تیمیہ سے تفصیلی بحث کرنے پر آمادہ نہیں تھے، وہ صرف اتنا چاہتے تھے کہ وہ ان کے اس تیار کردہ محضر پر دستخط کر دیں، مگر امام موصوف اس پر آمادہ نہیں تھے، چنانچہ یہ پہلی مجلس یونہی ختم ہوگئی۔

## دوسری مجلس

سلطان مصر ملک ناصر نے حکم دیا کہ اس سلسلہ میں ۲۵ ربیع الاول ۷۰۷ھ کو اتوار کے دن دوسری مجلس منعقد کی جائے، اور تمام قضاۃ وفقہاء نزاعی مسائل کے متعلق امام موصوف سے بحث کریں، اتوار کی صبح کو نشست ہوئی، قاضیوں میں سے کوئی بھی حاضر نہیں ہوا، جب امیر سالار نے ان کے بلانے کیلئے آدمی بھیجے تو ہر ایک نے ناسازی مزاج وغیرہ کا بہانہ کیا، امیر موصوف نے ان کی معذرت قبول کر لی، فقہا میں سے چند آدمی حاضر ہوئے جن سے شیخ نجم الدین بن الرفعہ شافعی، شیخ علاء الدین علی باجی، شیخ فخر الدین بن بنت ابی اسعد، شیخ عز الدین عبدالعزیز بن عبدالجلیل نمرادی، شیخ شمس الدین ابن عدلان وغیرہ شامل تھے، امام موصوف کے مقابلے میں شیخ نجم الدین ابن الرفعہ شافعی کو پیش کیا گیا۔ شیخ موصوف عمر کے لحاظ سے تقریباً پندرہ سال بڑے تھے، شافعی فقہ میں ان کو کمال حاصل تھا، مگر ان کلامی مسائل میں امام موصوف کی ہمہ گیر قابلیت کے سامنے ان کی کچھ نہ چلی، مجلس کے ختم ہونے کے بعد لوگوں نے امام موصوف نے انکے متعلق رائے پوچھی تو انہوں نے جواب دیا کہ میں نے ان کو ایسا شیخ پایا جن کی داڑھی سے شافعی فقہ ٹپک پڑتی ہے۔ [2]

اس روز تمام قاضی ڈر کے مارے حاضر نہ ہوئے، کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ وہ امام موصوف کے پرزور دلائل کا کوئی جواب نہ دے سکیں گے، اور بھری مجلس میں خود اپنی بے عزتی ہوگی، دن کے ایک بڑے حصہ تک ان فقیہوں سے بحث ہوتی رہی، مگر کوئی فیصلہ نہیں ہوسکا۔

---

[1] الدرر الکامنۃ: ۱/ ۱۴۸۔ [2] الدرر الکامنۃ: ۱/ ۲۸۵۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



## تیسری مجلس

۶ ربیع الآخر ۷۰۷ھ کو جمعرات کے دن قاہرہ کے مدرسہ صالحیہ میں تیسری مجلس منعقد ہوئی جس میں چند قاضی اور فقیہ تشریف لائے، ان میں سے ایک مخالف نے کہا: تم اللہ سے مغفرت چاہو اور توبہ کرو، امام موصوف نے کہا: ہم سب اللہ سے مغفرت چاہتے ہیں اور توبہ کرتے ہیں، پھر امام موصوف نے حاضرین میں سے ایک کی طرف خطاب کر کے کہا: خدا سے مغفرت مانگو اور توبہ کرو، اس شخص نے کہا: میں خدا سے مغفرت مانگتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں، انہوں نے دوسرے اور تیسرے شخص سے بھی یہی کہا اور ہر ایک نے ایسا ہی کیا مخالف نے کہا، ایسا نہیں تم ان عقائد سے توبہ کرو، امام موصوف نے کہا: اگر میں نے کوئی ایسی بات کہی ہے جس سے توبہ لازم آتی ہے تو میں توبہ کرتا ہوں، مخالف نے کہا: یہ تو توبہ نہیں ہوئی، امام موصوف نے سختی کے ساتھ اس کو لتھاڑا اور کہا: تم جاہل ہو، اس کے بعد اس کی غلطیاں دکھائیں، اس تیسری مجلس میں بھی ان کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکا، اور یہ مجلس یونہی ختم ہوگئی۔

## کیا امام ابن تیمیہ نے مخالفین کے عقائد کو تسلیم کر لیا تھا؟

حافظ ابن رجب نے شیخ شمس الدین ذہبی اور شیخ علم الدین برزالی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ امام ابن تیمیہ نے قتل کے ڈر سے ان نزاعی مسائل میں مخالفین سے اتفاق کر لیا بعض دوسری روایتوں میں ہے کہ امیر عرب مہنا بن عیسیٰ بن مہنا کے جبر سے انہوں نے اپنے مخالفین کے پیش کئے ہوئے محضر پر دستخط کر دیے، مگر جو بھی امام موصوف کی سیرت کا ادا شناس ہے وہ ان روایتوں کو کبھی تسلیم نہیں کر سکتا، اوپر کی روئداد سے صاف اندازہ ہو سکتا ہے کہ کس طرح موصوف آخر وقت تک اپنے مخالفین کے خیالات کی تردید کرتے رہے، دوسری مجلس میں خود قاضی حاضر نہیں ہوئے، اور جب آئے بھی تو ان کی باتوں کا جواب نہیں دے سکے، ان کو صاف اندازہ ہو گیا، امام موصوف پر زور ڈال کر اپنے عقیدوں کے اعتراف نامہ پر دستخط لینا ناممکن ہے مگر انہوں نے چالاکی یہ کی کہ امام ابن تیمیہ کی قید پر زور نہیں دیا، پہلی مجلس کے بعد سے وہ قید خانہ جانے کی بجائے شیخ تقی الدین ابو حفص عمر بن عبداللہ بن عبدالاحد بن شقیر کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



گھر مہمان رہے [1] اور وہیں سے دوسری اور تیسری مجلس میں شرکت کی، اور جب کوئی فیصلہ نہیں ہوسکا، تو امام موصوف کو ان کے حال پر چھوڑ دیا گیا، امیر عرب مہنا بن عیسیٰ ان کو اپنے ساتھ دمشق لیجانا چاہتا تھا مگر نائب السلطنت مصر امیر سیف الدین سالار نے ان کو روک لیا اور کہا کہ وہ چند مہینے قاہرہ میں قیام کریں، تاکہ لوگ ان کے علم وفضل کو دیکھیں اور ان سے فائدہ اٹھائیں۔ [2]

## سلیمان بن عبدالقوی کا مدحیہ قصیدہ

چونکہ مسلسل اٹھارہ مہینوں کے بعد امام موصوف قید سے رہا ہوئے تھے، اس لیے ان کے دوستوں، شاگردوں اور معتقدوں کو بے انتہا خوشی ہوئی، دمشق میں شیخ نجم الدین سلیمان بن عبدالقوی نے ایک پرزور مدحیہ قصیدہ لکھا جس میں امام موصوف اور ان کے بھائیوں کی بڑی تعریف کی اور ان کے دشمنوں کی ہجو بیان کی، اس کے چند اشعار ذیل میں نقل کیے جاتے ہیں:

فَاصْبِرْ فَفِیْ الصَّبْرِ مَا یُغْنِیْكَ عَنْ حِیَلِ
وَكُلَّ صَعْبٍ اِذَا صَابَرْتَهُ هَانَا

پس صبر کیجیے، کیونکہ صبر میں وہ بات ہے جو آپ کو حیلوں سے بے پروا کردے گی، اور ہر وہ مشکل جس پر آپ صبر کریں تو وہ آسان ہوجائے گی۔

وَلَسْتَ تَعْدُمْ مِنْ خَطْبٍ رُمِیْتَ بِهِ
اِحْدَى اثْنَتَیْنِ فَاَیْقِنْ ذَاكَ اِیْقَانَا

اور آپ اس حادثہ کی وجہ سے جس کی زد آپ پر پڑی ہے معدوم نہیں ہوجائیں گے، صرف دو باتوں میں سے ایک ہوگی، اس کا آپ یقین رکھیں۔

---

[1] موصوف حران کے رہنے والے اور حنبلی مذہب کے تھے، اور مصر میں رہتے تھے امام موصوف کے بڑے ہمدردوں اور بہی خواہوں میں سے تھے۔ ۶۶۶ھ میں پیدا ہوئے تھے اور جمادی الآخرہ ۷۴۴ھ میں انتقال کیا تھا۔

[2] العقود الدریة، ص ۲۵۵، ۲۵۶۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



تَمْحِيْصُ ذَنْبٍ لِتَلْقَى اللّٰهَ خَالِصَةً
اَوْ اِمْتِحَانًا بِهٖ تَزْدَادُ قُرْبَانَا

یا گناہ مٹیں گے تاکہ آپ پاک صاف ہو کر اللہ سے ملیں، یا آپ کی آزمائشیں ہوں گی، جس سے خدا کی نزدیکی حاصل ہوگی۔

يَا سَعْدُ اِنَّا لَنَرْجُو اَنْ تَكُوْنَ لَنَا
سَعْدًا وَمَرْعَاكَ لِلْوُرَّادِ سُعْدَانَا

اے نیک بخت! بے شک ہم یہ امید کرتے ہیں کہ آپ ہمارے لیے نیک بخت ثابت ہوں گے اور آپ کی چراگاہ آنے والوں کے لیے مبارک جگہ ثابت ہوگی۔ [1]

وَاِنْ يَضُرَّ بِكَ الرَّحْمٰنُ طَائِفَةً
وَلَّتْ وَيَنْفَعُ مَنْ بِالْوُدِّ وَالَانَا

اور اگر آپ کی وجہ سے خدا کسی جماعت کو تکلیف پہنچائے تو وہ پیٹھ پھیر لیتی ہے اور اس شخص کو نفع پہنچاتا ہے جو ہمارے ساتھ محبت کا دم بھرتا ہے۔

يَا اَهْلَ تَيْمِيَةَ الْعَالِيْنَ مَرْتَبَةً
وَمَنْصَبًا فَرَعَ الْاَفْلَاكِ تِبْيَانَا

اے تیمیہ کے خاندان والو! مرتبہ اور منصب کے لحاظ سے تم لوگ بلند ہو اور تبیان میں افلاک کی فرع ہو۔

جَوَاهِرُ الْكَوْنِ اَنْتُمْ غَيْرَ اَنَّكُمْ
فِيْ مَعْشَرٍ اُشْرِبُوْا فِيْ الْعَقْلِ نُقْصَانَا

تم لوگ کائنات کے جوہر ہو، مگر بات یہ ہے کہ تم ایسی جماعت میں ہو جن کی عقل میں نقصان رچ گیا ہے۔

---

[1] سعدان ایک خاردار پودا ہے، جس کو اونٹ بہت ذوق سے کھاتے ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



لَا يَعْرِفُوْنَ لَكُمْ فَضْلًا وَلَو عَقَلُوْا
لَصَيَّرُوْا لَكُمْ الْأَجْفَانَ اَوْطَانَا

وہ تمہاری بزرگی کو پہچانتے نہیں ہیں، اور اگر وہ اس کو سمجھتے تو البتہ تم کو اپنی پلکوں میں جگہ دیتے۔

يَامَنْ حَوٰى مِنْ عُلُوْمِ الْخَلْقِ مَا قَصُرَتْ
عَنْهُ الْاَوَائِلُ مُذْ كَانُوْا اِلَى الْاٰنَا

اے وہ شخص جس نے مخلوق کے علوم کا جن کو پہلے کے لوگ شروع سے لے کر اب تک احاطہ نہیں کر سکے تھے! احاطہ کر لیا ہے۔

اِنْ تُبْتَلٰى بِلِئَامٍ النَّاسِ يَرْفَعُهُمْ
دَهْرٌ عَلَيْكَ لِاَهْلِ الْفَضْلِ قَدْ خَانَا

اگر کمینے لوگوں کے ذریعہ آپ کی آزمائش کی جاتی ہے تو زمانہ اُن کو آپ پر بڑھا دیتا ہے۔ تو گویا وہ اہل فضل کی خیانت کرتا ہے۔

اِنِّىْ لَاَقْسَمُ وَالْاِسْلَامُ مُعْتَقَدِىْ
وَاِنَّنِىْ مِنْ ذَوِى الْاِيْمَانِ اِيْمَانَا

بے شک میں قسم کھاتا ہوں اس حالت میں کہ اسلام پر میرا عقیدہ ہے اور بے شک میں ایمان والوں میں سے ہوں۔

لَمْ اَلْقَ قَبْلَكَ اِنْسَانًا اَسُرُّ بِهٖ
فَلَا بَرِحْتَ لِعَيْنِ الْمَجْدِ اِنْسَانَا

میں نے آپ سے پہلے ایک ایسے انسان سے ملاقات نہیں کی جس سے میں خوش ہو سکتا ہوں، پس آپ ہمیشہ بزرگی کی آنکھ کی پتلی بن کر رہیں۔

## والدہ کے نام خط

امام ابن تیمیہ نے دوسری مجلس کے دوسرے دن یعنی ۲۶ ربیع الاول ۷۰۷ھ کو پیر کے دن اپنی والدہ اور دوسرے دوستوں کے نام خط لکھے، جن کو ''العقود الدریہ'' میں نقل کیا گیا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہے، والدہ کے خط میں ان کے نام کی تصریح کی گئی ہے دوسرے خط میں مرسل الیہ کی تصریح نہیں ہے، بہت ممکن ہے کہ اپنے اخیافی بھائی شیخ بدرالدین قاسم یا کسی اور کے نام خط لکھا ہو، والدہ کے خط میں حمد وثنا کے بعد یہ لکھا ہے۔

''آپ جانتی ہیں کہ اس وقت ہمارا اس ملک میں ٹھہرنا چند ضروری امور کی وجہ سے ہے، اگر ہم ان امور میں کاہلی برتیں گے تو دین اور دنیا کا کام فاسد ہو جائے گا، قسم بخدا ہم آپ سے دور رہنا نہیں چاہتے، اگر پرندے اپنے پروں پر ہم کو بٹھا کر لے جا سکتے تو ہم ضرور آپ کے پاس پہنچتے، لیکن غائب آدمی کا عذر بھی اس کے ساتھ ہے اگر آپ کو حقیقی امور کی اطلاع ہوتی تو آپ بھی ہمارا یہاں رہنا ضروری سمجھتیں، ہم ایک مہینہ بھی یہاں رہنا گوارا نہیں کرتے، بلکہ ہر روز ہم اپنے متعلق اور آپ کے متعلق خدا سے استخارہ کیا کرتے ہیں، آپ کیلئے اور ساری بھلائی و بہودی کے لیے دعا فرمائیں، ہم بھی اللہ جل شانہ سے یہی دعا کرتے رہتے ہیں کہ ہمارے لیے، آپ کے لیے اور سارے مسلمانوں کے لیے وہی تجویز کرے جس میں ہم سب کی بھلائی اور عافیت مضمر ہو۔

اللہ تعالیٰ نے بھلائی و رحمت اور ہدایت و برکت کے ایسے دروازے ہم پر کھولے ہیں جس کا وہم و گمان بھی ہمارے دل و دماغ میں موجود نہیں تھا ہم ہر وقت سفر کی تیاری میں لگے ہوئے ہیں اور اس کے متعلق ہر روز اللہ جل شانہ، سے استخارہ کیا کرتے ہیں، آپ یہ گمان نہ فرمائیں کہ ہم آپ کی قربت اور نزدیکی پر دنیاوی امور کو ترجیح دے رہے ہیں، بلکہ ہم ایسے دینی امور کو بھی ترجیح نہیں دے رہے ہیں، جن کے مقابلہ میں آپ کی قربت اور نزدیکی راجح ہے، مگر بہت سے ایسے اہم امور ہیں جن کے ترک کرنے سے خواص اور عوام کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے، اور حاضر وہ کچھ دیکھتا ہے جو غائب نہیں دیکھ سکتا۔''

اس کے بعد اس خط کو طلب دعا اور سلام پر ختم کیا ہے

اس سے صاف اندازہ ہوتا ہے کہ امام ابن تیمیہ مسلمانوں کی زندگی میں بعض ایسے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



نقائص دیکھ رہے تھے، جن کی اصلاح ان کے خیال میں بہت ضروری تھی، اسی لیے انہوں نے امیر سیف الدین سالار کی خواہش پر اور چند دن قاہرہ میں رہنے کا فیصلہ کر لیا۔

## دوستوں کے نام خط

اس خط میں جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا مرسل الیہ کا نام نہیں ہے مگر یہ خط بہت ہی اہم ہے کیونکہ اس سے امام ابن تیمیہ کے عقائد و خیالات اور کردار پر کافی روشنی پڑتی ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے سینے میں کسی قسم کا کشادہ دل تھا جو ان کے دشمنوں کیلئے بھی اسی طرح کھلا ہوا تھا، جس طرح ان کے دوستوں، شاگردوں اور معتقدوں کیلئے کھلا ہوا تھا، اس خط میں امام موصوف حمد و ثنا کے بعد لکھتے ہیں:

> اللہ تعالیٰ نے اپنی بہت سی نعمتوں اور احسانوں سے مجھ کو نوازا ہے، جن کا شکر ادا کرنا اور اس کی اطاعت پر ثابت قدم رہنا اور مصائب پر صبر کرنا میرے لیے واجب ہے، بندے کا فراخیوں میں صبر کرنا تنگیوں میں صبر کرنے سے بھی زیادہ اجر رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، ''اور اگر ہم انسان کو اپنی مہربانی کا مزہ چکھاتے ہیں اور پھر اس سے وہ چھین لیتے ہیں تو وہ ناامید اور ناشکرا ہو جاتا ہے اور اگر سخت تکلیفوں کے بعد اس کو نعمتوں کا مزہ چکھاتے ہیں تو وہ کہنے لگتا ہے کہ میرا سارا دکھ درد چلا گیا، بس وہ اترانے اور شیخی کرنے لگتا ہے مگر وہ لوگ صبر کرتے ہیں اور نیک کام کرتے ہیں انہی کیلئے بخشش اور بڑا اجر ہے۔'' [1]

تم یہ جانتے ہو کہ اس قضیہ میں اللہ تعالیٰ کے ہم پر بہت سے احسانات ہوئے ہیں اس نے اپنے دین کی مدد کی، اپنے کلمہ کو بلند کیا اور اپنی فوج کو کامیابی بخشی، نیز اہل السنت و الجماعت کو قوی اور اہل بدعت و افتراق کو ذلیل کیا، اور امت محمدیہ ہدایت و کامیابی اور دلائل و ظہور حق کے اتنے دروازے کھول دیے کہ ان کو کوئی شمار نہیں کر سکتا۔ لوگوں کی توجہ اہل السنت والجماعت کے راستے کی طرف منعطف ہوگئی ہے، اس کے علاوہ ہم پر اللہ تعالیٰ کے بہت سے دوسرے احسان ہوئے ہیں جن کا شکر ادا کرنا ہم پر واجب ہے۔

---

[1] ۱۱/ھود:۹۔۱۱۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



تم یہ بھی جانتے ہو کہ دین کے اجماعی قواعد میں سے ایک لوگوں کے دلوں کو ایک دوسرے سے ملانا اور ان کے آپس کے اختلافات کو مٹا کر ان کو ایک کلمہ پر جمع کرنا ہے، قرآن مجید میں اس کے متعلق بہت سی آیتیں اور حدیث کی کتابوں میں بہت سے ارشادات آئے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''مسلمان کا دل تین باتوں سے بغض نہیں رکھتا، پہلی اخلاصِ عمل، دوسری حکمرانوں کو نصیحت اور تیسری مسلمانوں کی جماعت کا ساتھ دینا۔'' [1] میں اپنی ذات ہی سے ان اصول پر عمل کی ابتداء کرتا ہوں، تم اس بات کو اچھی طرح جانتے ہو کہ میں اپنی ذات سے اپنے ساتھیوں کو تو کیا بلکہ عام مسلمانوں کو بھی کوئی تکلیف نہیں پہنچانا چاہتا، ان میں سے کسی پر مجھ کو کوئی غصہ نہیں ہے اور نہ میں کسی کو ملامت کرتا ہوں، نہ ظاہر میں اور نہ باطن میں، بلکہ ان میں سے ہر ایک کے لیے میرے دل میں پہلے سے زیادہ قدر و عزت ہے، ہر ایک شخص تین باتوں سے خالی نہیں ہوگا، یا تو وہ مجتہد ہوگا اور ٹھیک اجتہاد کرے گا، یا وہ مجتہد ہو گا مگر اس کا اجتہاد خطا کرے گا، یا وہ قصداً اور جان بوجھ کر غلطی اور گناہ کا مرتکب ہوگا، پہلا شخص خدا کے نزدیک ماجور و مشکور ہوگا، دوسرا بھی خدا کے نزدیک قابلِ عفو ہوگا اور اُس کو معاف کر دیا جائے گا، تیسرے کو بھی اگر خدا چاہے تو معاف کر دے گا۔

اس لیے بعض لوگوں کا یہ الزام دینا کہ فلاں نے فلاں قصور کیا، فلاں نے فلاں کام نہیں کیا، فلاں کی وجہ سے فلاں کو سزا ملی، فلاں اس قضیہ کا بانی تھا، فلاں کی وجہ سے فلاں کو تکلیفیں پہنچیں، یہ اس قسم کی باتیں ہیں جو بعض بھائیوں اور ساتھیوں کی مذمت کے طور پر بیان کی جاتی ہیں، مگر میں ان کو پسند نہیں کرتا۔

تم یہ بھی جانتے ہو کہ دمشق اور مصر میں بعض بھائیوں اور ساتھیوں پر بڑی سختیاں کی گئیں اس کی وجہ سے اُن کے اندر کوئی نقص پیدا نہیں ہوا، اور نہ اس کی بنا پر ہمارے اندر کوئی تغیر آیا، ہم کو کسی سے بھی بغض نہیں ہے، بسا اوقات سختیوں کی وجہ سے بھلائیاں پیدا ہوتی ہیں، اور لوگوں کے دل میں لطافت اور نرمی جگہ لیتی ہے۔

---

[1] سنن ترمذی، ابواب العلم، باب ماجاء فی الحث علی تبلیغ السماع، ح: ۲۶۵۸۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



تم یہ بھی جانتے ہو کہ ہم سب نیکی اور تقویٰ کے پھیلانے میں ایک دوسرے کے مدد معاون ہیں اس سلسلے میں اگر کسی کو کسی سے تکلیف پہنچی ہو تو اس کا بدلہ نہیں لینا چاہیے، وہ شخص سخت غلطی پر ہے جو یہ سمجھتا ہے کہ دمشق اور مصر میں سختیوں کا اب بدلہ لیا جا سکتا ہے۔

تم یہ بھی جانتے ہو کہ اس معاملے میں آراء کا کتنا اختلاف رہا، اور ہم پر کتنے جھوٹ اور بہتان باندھے گئے، مگر ان میں سے ہر ایک جھوٹ اور بہتان ہمارے لیے خیر و برکت کا باعث ہوا، اس لیے میں چاہتا ہوں کہ ہم پر جھوٹ بولنے یا ظلم کرنے کی وجہ سے کسی کے خلاف کوئی کارروائی نہ کی جائے، میں ہر ایک مسلمان کو معاف کرتا ہوں اور تمام مسلمانوں کی بھلائی چاہتا ہوں، ہر مؤمن کے لیے وہی بھلائی چاہتا ہوں جو میں اپنے نفس کے لیے چاہتا ہوں، میں ان سب لوگوں کو معاف کرتا ہوں، جنھوں نے مجھ پر کوئی ظلم کیا۔

اب رہا حقوق اللہ کا معاملہ تو جو لوگ صدق دل سے توبہ کریں گے، اللہ تعالیٰ اُن کی توبہ قبول کرے گا۔

## ذہنیت کی تبدیلی

امام ابن تیمیہ کے زمانے میں علوم منقولات پر علوم معقولات کا جو پختہ اثر ہو چکا تھا اس کے پیش نظر علمائے وقت کی ذہنیت کی تبدیلی بہت ہی دشوار تھی، قرآن و حدیث اور فقہ و اصول کے تمام مسائل پر امام الحرمین ابو المعالی الجوینی، امام غزالی اور امام رازی کے نظریات و خیالات بالکل چھا چکے تھے، ہر ایک انہی کے نظریوں کے مطابق عقائد کے مسائل کو بھی جانچنے لگا تھا، اس لیے عقائد کے متعلق امام ابن تیمیہ قرآن و حدیث کے جو کھلے نصوص و ارشادات پیش کر رہے تھے وہ ان علما کی سمجھ ہی میں نہیں آ رہے تھے، امام الحرمین کی کتاب الارشاد، امام غزالی کی کتاب الاقتصاد فی الاعتقاد اور امام رازی کی کتاب اساس التقدیس، کتاب محصل افکار المتقدمین والمتأخرین، کتاب الاربعین، کتاب المباحث المشرقیہ وغیرہ ان علما کے لیے آسمانی کتابیں بنی ہوئی تھیں، وہ ان کے عقائد و خیالات سے ایک انچ بھی اِدھر اُدھر نہیں ہونا چاہتے تھے، اس لیے عقائد کا یہ جھگڑا یہیں ختم نہیں ہو گیا، بلکہ امام ابن تیمیہ کی وفات تک برابر جاری رہا، انہوں نے ان مذکورہ بالا ائمہ کی تردید میں کئی کتابیں لکھیں امام

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



رازی کی کتاب اساس التقدیس کی تردید میں جو عقائد کے متعلق ایک اہم کتاب مانی جاتی ہے، تخلیق التلبیس من کتاب التأسیس کے نام سے ایک زبردست کتاب لکھی۔ نیز درء تعارض العقل والنقل، تلبیس الجهمیه فی تأسیس بدعهم الکلامیه، کتاب النبوات، کتاب الرد علی المنطقیین جیسی کتابیں لکھی، جن میں بہت ہی تفصیل کے ساتھ متأخرین اشاعرہ کے عقائد ونظریات اور خیالات کی تردید کی ہے، یہ جھگڑا نہ صرف امام ابن تیمیہ کی زندگی تک جاری رہا، بلکہ ان کے بعد بھی ان مسائل پر بحثیں ہوتی رہیں، امامِ موصوف کے شاگردِ رشید حافظ ابن قیم نے خاص کر اپنی کتاب الصواعق المرسله علی الجهمیة والمعطلة میں اُن پر بڑی بحث کی ہے۔

امام ابن تیمیہ نے ان مسائل سے متعلق کئی رسائل لکھے ہیں جو درحقیقت ان سوالوں کے جوابات تھے جو مختلف شہروں سے ان کے پاس آیا کرتے تھے، عام لوگوں میں ان مسائل سے ایک طرح کی غیر معمولی دلچسپی پیدا ہو چکی تھی، اور ہر جگہ بحث مباحثے ہونے لگے تھے، اگرچہ علمائے متکلمین امامِ موصوف کے نقطۂ نظر سے متحد نہیں ہو سکے، تاہم اُن کو یہ محسوس ہونے لگا کہ فلسفہ وکلام اور منطق کے مسلم مسائل مشبہات وخدشات سے خالی نہیں ہیں، اُن پر انگلی رکھنے کی گنجائش ہے۔

## عقل و نقل میں کس کو ترجیح دی جائے

اس زمانے میں ایک اہم سوال یہ تھا کہ اگر عقل اور نقل میں تعارض ہو تو کس کو ترجیح دی جائے، امام رازی اور اُن کے پیروؤں نے کتاب وسنت کے ان ارشادات کے متعلق جو زیادہ تر عقائد کے بارے میں آتے ہیں یہ کلی قانون بنایا تھا کہ جب عقل اور نقل یا قواطعِ عقلیہ اور ظواہرِ نقلیہ یا عقلی اور سمعی دلائل کے درمیان تعارض ہو تو عقل کو نقل پر ترجیح دی جائے گی اور نقل میں تاویل کی جائے گی، کیونکہ اگر ان دونوں کے درمیان تعارض ہو تو ظاہر ہے کہ ایک ساتھ دونوں معنی نہیں لیے جا سکتے، ان دونوں کے درمیان مطابقت دینی بھی محال ہوگی، اس لیے کہ اس صورت میں یہ مطابقت دینی جمع بین النقیضین کے مترادف ہوگی، اور یہ محال ہے، یا یہ کہ نقل کو عقل پر ترجیح دی جائے، اور یہ جائز نہیں ہے کیونکہ نقل عقل کی فرع ہے، اور عقل نقل کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اصل ہے اور یہ ظاہر ہے کہ اصل پر فرع کو ترجیح نہیں ہوسکتی، اس بنا پر لامحالہ عقل ہی کو نقل پر ترجیح دینی ہوگی، اور نقل میں تاویل کرنی پڑے گی اور اگر تاویل ممکن نہ ہو تو ایسی آیتوں اور حدیثوں کو متشابہات میں سے قرار دے کر ان کے معانی کو اللہ اور اس کے رسول کے سپرد کر دیا جائے گا۔

امام ابن تیمیہ نے اپنی مشہور کتاب درء تعارض العقل والنقل میں اس مسئلہ پر اٹھارہ صورتوں سے بحث کی ہے، اور اس قانونِ کلی کو غلط قرار دیا ہے، انہوں نے یہ لکھا ہے کہ انسانی عقلِ صحیح کو نقل پر ترجیح نہیں دی جاسکتی، کیونکہ انسانی عقول کا ایک معیار نہیں ہے، بعض کی عقلیں دوسروں کی عقلوں کے مطابق نہیں ہوتیں اس سلسلہ میں انہوں نے کئی مثالیں دی ہیں۔ [1]

ایک جگہ لکھا ہے کہ عقلِ سلیم نقلِ صحیح کی ہرگز مخالف نہیں ہوسکتی، ہمیں درحقیقت سمع وعقل کی اصطلاحات سے دھوکا دیا جارہا ہے۔ امامِ موصوف کا کہنا یہ ہے کہ ہم جو مذہبی باتوں پر یقین رکھتے ہیں، اور ان پر عمل کرتے ہیں وہ سمعی دلائل کی بنا پر نہیں ہے، بلکہ شریعت کے قطعی دلائل کی وجہ سے ہے، اور تمام انسانی عقلیں شریعت کی تابع ہوتی ہیں، اس صورت میں یہاں عقل اور نقل کے تعارض کا کوئی سوال نہیں پیدا ہوتا، عقل شریعت کی تابع ہے جس سے کسی کو انکار کی گنجائش نہیں ہے۔ [2]

## فلاسفہ و متکلمین کے طریقۂ استدلال کی خامیاں

امام ابن تیمیہ نے شیخ ابونصر فارابی، شیخ ابوعلی بن سینا، امام ابو حامد الغزالی، فخر الدین رازی وغیرہ کے طریقۂ جائے استدلال کی خامیاں بتائی ہیں، ان لوگوں نے وجودِ باری کو ترکیبِ اجسام، واجب الوجود اور ممکن الوجود کے عقلی استدلال سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ امام موصوف نے بتایا کہ ان کے طریقہ ہائے استدلال یقین بہم نہیں پہنچا سکتے، ان کے مقابلہ میں قرآن مجید بہتر عقلی استدلال پیش کرتا ہے جو زیادہ مؤثر اور کلی طور پر ایقان بخش ہے۔ [3] انہوں نے جا بجا امام غزالی اور امام رازی کی بے جا تاویلوں پر جرح کی ہے، جو

---

[1] درء تعارض العقل والنقل: ۱/ ۸۲۔ [2] ایضًا، ص: ۷۸۔
[3] ایضًا، ص: ۱٤، ۱٦، ۱۱٤۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


انہوں نے قرآنِ مجید کی بعض آیتوں کی تفسیر میں اختیار کی ہیں۔ [1]

## ایک غلط نقطۂ خیال کی تردید

شیخ ابوعلی بن سینا اور بعض فلاسفہ و متکلمین کا یہ خیال تھا کہ قرآن مجید اور حدیثِ نبوی میں اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات سے متعلق جو ارشادات آئے ہیں ان کے حقیقی معنی مراد نہیں ہیں ان میں عوام کی سمجھ کے مطابق گفتگو کی گئی ہے، چونکہ عوام خدا کو آسمان پر مقیم سمجھ رہے تھے اور اس کے متعلق عام انسانی تصورات رکھتے تھے اس لیے انہی کے خیال کے مطابق ان سے گفتگو کی گئی ہے ورنہ حقیقت تو وہ ہے جس کو آگے چل کر ان فلاسفہ و متکلمین نے واضح کیا ہے، اس کے دوسرے معنی یہ ہوئے کہ اللہ تعالیٰ اور انبیاء نے اور خاص کر آنحضرت ﷺ نے عمداً اور جان بوجھ کر عوام کو غلط فہمی میں رکھا، امام ابن تیمیہ نے اس غلط نقطۂ خیال کی سخت تردید کی ہے اور لکھا ہے کہ درحقیقت یہ انبیاء کی کلی تبلیغ رسالت پر ایک بدنما الزام لگانا ہے جس کی جسارت کوئی معقول اور سلیم الطبع مسلمان نہیں کرسکتا۔

## اصولِ دین کیا ہیں؟

امام ابن تیمیہ کے زمانے میں علما کا یہ عام تصور ہوگیا تھا کہ متکلمین اسلام کی طرف سے عقائد کے متعلق جو عقلی بحثیں کی جارہی ہیں وہی اہم اصول دین ہیں اسی بنا پر امام رازی نے اپنی کتاب کا نام الاربعین فی اصول الدین رکھا تھا جس میں توحید، نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج اور دیگر ارکان اسلام پر بحث کرنے کی بجائے فلسفیانہ اور کلامی و منطقی بحثیں کی ہیں۔ امام ابن تیمیہ نے اس غلط تصور کی بھی سختی کے ساتھ تردید کی ہے اور اپنی مختلف کتابوں اور خاص کر کتاب الایمان اور کتاب النبوات میں اس بات کو واضح کیا ہے کہ دین کے اہم اصول مسائل وہی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اور آنحضرت ﷺ نے اپنے ارشادات میں امتِ مسلمہ کے سامنے پیش کیا اور جن پر اسے عمل کرنے کی دعوت دی، انہی اصولی مسائل کے قبول کرنے اور ان پر عمل کرنے میں امت مسلمہ کی نجات منحصر رکھی گئی ہے۔ متکلمین کے یہ دوسرے تمام عقلی استدلالات محض ڈھکوسلے ہیں جن کی شریعت کے نزدیک کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔ اور جو

---

[1] ایضاً، ص: ۵۸، ۱۹۱، ۱۹۴، ۱۹۵۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہمارے اطمینان قلب کا کوئی سامان مہیا نہیں کر سکتے۔

## یونانی فلاسفہ کے بعض اصول کی تردید

یونانیوں نے محض اپنی ذہانت اور چلاکی کے زور سے اپنی الٰہیات یعنی اپنی بت پرستی و کواکب پرستی کو بھی ایک مرتب و مدلل فلسفہ بنا کر چھوڑ دیا تھا، ان کے نزدیک مسلمانوں کے خدائے مطلق ومختار کا کوئی تصور نہیں تھا۔ کائنات کے نظم وتدبیر میں دوسروں کا بھی دخل رکھا اور ہر ایک قوت کا الگ خدا بنایا، انہوں نے عقول عشرہ، نفوس اور افلاک کی اصطلاحات میں ان کو کھپانے کی کوشش کی۔ ان کا ایک اصول یہ تھا کہ اَلْوَاحِدُ لَا یَصْدُرُ عَنْهُ اِلَّا الْوَاحِدُ ایک سے ایک ہی چیز پیدا ہو سکتی ہے، اس اصول کے تحت خدا ایک علت العلل یعنی تمام اسباب کا ایک سبب ٹھہرا اور اس نے عقل اول کو پیدا کیا جس نے عقل دوم اور فلک اول کو پیدا کیا، اس طرح دس عقول اور نو افلاک بنائے گئے، اور ان کے وجود اور صحت پر دلیلیں قائم کی گئیں، جب ان یونانیوں کی کتابیں عربی میں ترجمہ ہوئیں تو یہ اصطلاحیں بھی اسلامی فلسفہ کا جز بن گئیں بعض مسلمان فلاسفہ نے یونانی الٰہیات کو کھینچ تان کر قرآن وحدیث کے ارشادات پر منطبق کرنا شروع کیا، قرآنِ مجید میں کئی جگہ سات آسمانوں کا ذکر ہے، انہوں نے عرش وکرسی کو ملا کر نو کی تعداد پوری کر لی، اسی طرح عقلِ اول کی پیدائش پر اس موضوع حدیث سے استدلال کرنا شروع کیا۔

((اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ الْعَقْلَ))

''پہلی چیز جو اللہ نے پیدا کی وہ عقل ہے۔''

امام ابن تیمیہ نے ان اصول پر مختلف جگہ بحث کی ہے اور بتایا ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے، تیسری صدی ہجری میں اس طرح کی روایتیں گھڑی گئیں، داؤد بن المحبر نے کتاب العقل لکھی جس میں اس قسم کی موضوع اور جھوٹی حدیثیں جمع کیں جن سے عقل کی فضیلت ثابت ہوتی تھی، اس کے بعد ابوالحسن تمیمی نے اس نام سے ایک کتاب لکھی۔ [1]

قرآن مجید میں ہر جگہ ملائکہ یعنی فرشتوں کا ذکر ہے، بعض مسلمان فلاسفہ نے یہ تعبیر کی کہ

---

[1] كتاب السبعينية، ص: ٢٩، ٣٣۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



یہ فرشتے درحقیقت وہی ہیں جن کو یونانیوں نے نفوس سے تعبیر کیا ہے، حالانکہ ان دونوں اصطلاحوں کے معانی ومقاصد میں زمین آسمان کا فرق موجود ہے۔

## منطقیین کی تردید

امام ابن تیمیہ کے زمانے میں منطق کے اصول مسلمہ مانے جا رہے تھے، اس فن کی غرض وغایت ہی یہ تھی کہ انسان کو فکر کی غلطی سے بچایا جائے، یہی وجہ تھی کہ اس زمانے میں تمام علومِ متداولہ میں منطق کا کلی دخل ہو گیا تھا، یہاں تک کہ طب میں بھی جس میں زیادہ تر تجربات اور مشاہدات سے واسطہ تھا، منطقی اصول کی بحث ہوتی تھی، امام ابن تیمیہ نے منطق اور منطقیین کی تردید میں ایک ضخیم کتاب ہی لکھ ڈالی، انہوں نے دیباچہ میں صاف طور پر لکھا کہ ایک ذہین آدمی کو منطق کی ضرورت نہیں ہے اور ایک کند ذہن اس سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتا، اس کے تمام مقدمات واستدلالات غلطیوں سے خالی نہیں ہیں، انہوں نے نوبختی کی کتاب الآراء والدیانات کے حوالے سے بتایا ہے کہ فلاسفہ خود آپس میں کتنا اختلاف رکھتے ہیں، اور منطق کی تردید میں نوبختی کی تحریریں نقل کی ہیں۔ [1]

مشہور ماہرِ فن خونجی کا اعتراف جہل خود اسی کے الفاظ میں بیان کیا ہے۔ [2]

## احتسابِ عقائد اور اصلاح

آج آزادیٔ رائے کا زمانہ ہے اس لیے اس قسم کی بحثوں کو کچھ زیادہ اہمیت نہیں دی جا رہی ہے، مگر امام ابن تیمیہ کے زمانے میں اس قسم کے مسائل بہت زیادہ اہمیت رکھتے تھے، انہی پر کفر اور ایمان کا دارومدار ہو گیا تھا، اگر کسی نے مسلمہ مسلک کے خلاف آواز اٹھائی، تو اس کو احتساب کے شکنجہ میں کس دیا جاتا تھا اور بسا اوقات اس کو اپنی جان سے بھی ہاتھ دھونا پڑتا تھا۔ ہر ایک کی زبان وقلم پر سخت ترین پابندی عائد تھی، کوئی ان مسائل میں دوسروں سے اُلجھنے کی اس وقت تک ہمت نہیں کر سکتا تھا، جب تک کہ اس میں زوردار مقابلہ کرنے کی طاقت نہ ہو، علم وعمل اور تقریر وتحریر کے لحاظ سے امامِ موصوف کا کوئی مدِ مقابل نہیں تھا، اس لیے اُن کو اس سخت ترین جنگ میں کامیابی حاصل ہوئی، اگر کوئی دوسرا ہوتا تو اتنے زبردست گروہ کے

---

[1] کتاب الرد علی المنطقیین، ص: ۳۳۱ تا ۳۳۷۔ [2] ایضاً، ص: ۱۱٤، ۲٤۹۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



سامنے اپنی سپر ڈال دیتا۔

اس سوال پر ہمیں ایک دوسری حیثیت سے بھی غور کرنا چاہیے، مسلمان عام طور پر قرآن وحدیث کو بھول چکے تھے، انہیں یا تو جامد فقہ سے دلچسپی تھی یا فلسفہ وکلام اور منطق ان کی بحثوں کا موضوع بنے ہوئے تھے، وہ ہر ایک مسئلے کو انہی علوم معقولات کے اصول سے جانچنے لگے تھے، گویا عقلیت پسندی کا روگ مسلمانوں کے رگ و ریشے میں سرایت کر گیا تھا، قرآن و حدیث کے کھلے نصوص پر کوئی غور نہیں کر رہا تھا، ایسی حالت میں امام ابن تیمیہ نے انہیں براہِ راست قرآن وحدیث پر غور وفکر کرنے کی دعوت دی اور علوم کی فوقیت و برتری ختم ہوگئی اور اُن کی جگہ شرعی علوم کی اہمیت دن بدن بڑھنے لگی، انہی کے بعد سے لوگ قرآن وحدیث کی طرف زیادہ توجہ کرنے لگے۔

## ہنگامۂ دیگر

عقائد کی جنگ کو ختم ہوئے ابھی کچھ مہینے بھی نہیں گزرے تھے کہ ایک اور زبردست ہنگامہ کھڑا ہوا جس کی وجہ سے امام ابن تیمیہ کو پھر قید و بند کی مصیبتیں جھیلنی پڑیں، یہ ہنگامہ کیا تھا؟ یہ صوفیوں کی سورش اور مخالفت تھی، جس نے عقائد کی جنگ سے بھی زیادہ فتنہ وفساد پیدا کیا، پہلا مقابلہ قاضیوں اور عالموں سے تھا تو یہ دوسرا مقابلہ کور باطن نام نہاد صوفیوں اور عامی آدمیوں سے پیش آیا جو مار پیٹ اور قتل وخونریزی کے لیے بھی آمادہ تھے، لیکن جب امام موصوف نے پوری ہمت اور استقلال سے کام لیا، تو یہ زبردست ہنگامہ بھی آن کی آن میں فرو ہوگیا، اس کی تفصیل ایک مستقل عنوان کے تحت پیش کی جاتی ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



# صوفیہ پر تنقید

صوفیہ اور ان کے بعض مسائل پر سخت تنقید کی وجہ سے جو ہنگامہ برپا ہوا اس کی تفصیل پیش کرنے سے پہلے مناسب یہی معلوم ہوتا ہے کہ صوفیہ اور تصوف کی اجمالی تاریخ پیش کی جائے، تاکہ اس کی روشنی میں اس بات کا صحیح اندازہ لگایا جا سکے کہ امام ابن تیمیہ اور ان کے ساتھیوں اور شاگردوں نے شیخ اکبر شیخ محی الدین ابن عربی، شیخ عمر بن الفارض، شیخ علی الحریری، شیخ نجم الدین ابن اسرائیلی، شیخ عبدالحق ابن سبعین، شیخ صدر الدین محمد بن اسحاق قونوی، شیخ عفیف الدین تلمسانی، شیخ عبدالکریم آملی، شیخ احمد ابن عطاء اللہ الاسکندرانی وغیرہ نے جو زبردست قلمی اور لسانی جہاد شروع کیا تھا اس میں وہ کہاں تک حق بجانب تھے۔

## تصوف کی ابتدا

تصوف دوسری صدی ہجری کی پیداوار ہے۔[1] اس سے پہلے صوفی قسم کے لوگوں کو عابد وزاہد کہا جاتا تھا، جب یہ اصطلاح وجود میں آئی تو پہلی صدی ہجری کے اُن لوگوں کو بھی صوفی کہا جانے لگا جو عبادت وزہد میں مشہور تھے۔

## صوفی کی وجہ تسمیہ

صوفی کی وجہ تسمیہ کے متعلق عموماً پانچ وجہیں بیان کی جاتی ہیں:

(۱) صوفہ کی طرف منسوب ہے، جو زمانۂ جاہلیت کے ایک شخص غوث بن مر کا لقب تھا، اور جو شب وروز خدا کی عبادت میں لگا رہتا تھا، اس کی اولاد اس لقب سے منسوب ہو کر صوفی کہلائی، شیخ شمس الدین ابوالفرج عبدالرحمٰن ابن الجوزی نے اپنی مشہور کتاب تلبیس ابلیس میں یہی وجہ تسمیہ بتائی ہے، ممکن ہے کہ غوث ابن مر کی اولاد اس لقب سے منسوب ہو کر صوفی کہلائی ہو، مگر پہلی صدی ہجری میں گروہِ صوفیہ کا نام صوفی کہیں نظر نہیں آتا۔

---

[1] مجموعة الرسائل والمسائل: ۱/ ۲۲۰۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



(۲) صوفی اہل صُفّہ کی طرف منسوب ہیں، صفہ عربی میں چبوترے کو کہتے ہیں، اہل صفہ سے وہ بے یارو مددگار صحابی مراد ہوتے تھے جو مسجد نبوی سے ملحق چبوترے پر زندگی بسر کرتے تھے، اور محنت مزدوری کر کے یا لوگوں کی امداد اعانت پر اپنا پیٹ پالتے تھے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلیم وتربیت حاصل کرتے تھے، قرآنِ مجید میں اُن کو فقراء سے تعبیر کیا گیا ہے، وہ صوفی کے نام سے مشہور نہ تھے، بہت دنوں تک اُن کی غربت کی یہ حالت نہیں رہی، جب فتوحات کا سلسلہ شروع ہوا، اور مختلف جگہوں سے خراج آنے لگا تو ان لوگوں نے گرہستی کی زندگی اختیار کر لی، اگر صوفی صفہ کی طرف منسوب ہو تو لغوی اشتقاق کی حیثیت سے صفی ہونا چاہیے صوفی نہیں ہوسکتا تھا۔

(۳) لفظ صوفی یونانی لفظ سوفیا سے لیا گیا ہے جس کے معنی محب حکمت کے ہوتے ہیں صوفی اور یونانی لفظ سوفیا میں لفظی تشابہ تو ضرور ہے، لیکن ان کے معنی ایک نہیں ہیں، یونانی لفظ سوفیا سے روحانی حکیم اور صوفیہ مراد نہیں تھے، بلکہ وہ حکماء مراد ہوتے تھے جنہیں علم طبیعیات کے فن میں کامل مہارت ہوتی تھی، چنانچہ قفطی نے تاریخ الحکماء کے نام سے جو کتاب لکھی ہے اس میں اسی قسم کے طبیعی حکیموں کا ذکر کیا ہے۔

(۴) لفظ صوفی صفا سے مشتق ہے، یعنی ایسا شخص جو صفائی نیک نیتی صاف باطنی اور پاکیزگی کا حامل ہو، مشہور شاعر الفتح علی بن محمد البستی (المتوفی: ۳۶۳ھ) نے صوفی کی وجہ تسمیہ یہی بیان کی ہے وہ کہتا ہے:

تنازع الناس فی الصوفی واختلفوا
فیہ وظنوہ مشتقا من الصوف

لوگوں نے صوفی کے بارے میں جھگڑا اور اختلاف کیا ہے، اور یہ سمجھا ہے کہ وہ صوف سے مشتق ہے۔

ولست انحل ھذا الاسم غیر فتی
صافی فصوفی حتی لقب الصوفی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اور میں اس لقب کو اس شخص کے سوا جس نے صفائی اور پاکیزگی پیدا کی ہو اور پاک ہو گیا ہو یہاں تک کہ اس کا لقب صوفی ہو گیا ہو، کسی اور کے ساتھ منسوب نہیں کرتا۔

مشہور شاعر ابوالعلاء المعری (المتوفی: ۴۴۹ھ) نے اس نقطۂ خیال کی تردید کی ہے اور طعن کے طور پر اس کا جواب دیتے ہوئے لکھا ہے: [1]

صوفية ما رضوا للصوف نسبتهم
حتى ادعوا انهم من طاعة صوفو

صوفیہ صوف کی طرف اپنی نسبت دینے پر راضی نہیں ہیں، یہاں تک کہ وہ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ اطاعت و بندگی کی بدولت پاک صاف ہو کر صوفی کہلائے ہیں۔

(۵) صوفی لفظ صوف کی طرف منسوب ہے، جس کے معنی عربی میں موٹے دھاگے اونی کپڑے کو کہتے ہیں، چونکہ زاہدوں اور صوفیوں نے پرانے مسیحی راہبوں کی طرح صوف کے موٹے اونی کپڑے کو اپنا جماعتی لباس اور شعار قرار دے لیا تھا، اس لیے وہ اس بنا پر صوفی کہلائے، اسی سے لفظ تصوف بنا جو عربی میں مصدر کے معنی دیتا ہے، یعنی صوف کا کپڑا پہننا، جیسے تَقَمَّصَ قمیص پہننا، آگے چل کر تصوف اس علم کا نام ہو گیا جس میں قلب و نظر، دل و دماغ، نفس و روح کے تزکیے اور افعال و اعمال کی اصلاح کے اصول و شرائط سے بحث کی جاتی ہے۔

## پہلا صوفی

کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلا شخص جو صوفی کے لقب سے مشہور ہوا وہ السید ابو ہاشم محمد بن احمد الصوفی تھا۔ جس کا انتقال ۱۵۰ھ میں ہوا تھا۔ [2]

---

[1] کتاب اللزومیات: ۲/ ۱۰۵۔
[2] نفحات الانس تذکرۂ ابو ھاشم۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



## زہاد و عباد

پہلی اور دوسری صدی ہجری میں متقشفانہ اور متصوفانہ زندگی بسر کرنے والوں کو زاہد و عابد کہا جاتا تھا، جیسے امام حسن بصری (المتوفی: ۱۱۰ھ)، حبیب الاعجمی (المتوفی: ۱۲۱ھ)، ابراہیم بن الادہم (المتوفی: ۱۶۲ھ)، شعوانۃ العابدۃ الزاہدۃ (المتوفیہ: ۱۷۵ھ)، عفیرۃ العابدۃ (المتوفیہ: ۱۸۰ھ)، رابعۃ العدویۃ (المتوفیہ ۱۸۵ھ)، فضیل بن عیاض (المتوفی: ۱۸۷ھ)، معروف الکرخی (المتوفی: ۲۰۶ھ)، سیدہ نفیسۃ (المتوفیہ: ۲۰۸ھ)، بشر الحافی الزاہد (المتوفی: ۲۱۷ھ) وغیرہ، مگر جب آگے چل کر صوفی کی اصطلاح مستعمل ہونے لگی تو ہر غیر معمولی زاہد و عابد کو بھی صوفی کہا جانے لگا، چنانچہ اسی بنا پر حافظ ابونعیم الاصفہانی (المتوفی: ۴۳۰ھ) نے حلیۃ الاولیاء کے نام سے دس جلدوں میں جو کتاب لکھی ہے اس میں خلفائے اربعہ اور بہت سے زاہد و عابد صحابہ و تابعین کو بھی گروہ صوفیہ و اولیاء میں شمار کر لیا ہے۔

## حارث بن اسد محاسبی

پہلا شخص جس نے فقر و فاقہ اور وساوس و خطرات پر بحث کی اور تصوف کو ایک علمی شکل عطا کی وہ حارث ابن اسد محاسبی تھے، اُن کی نشوونما نہایت ہی عفت و ریاضت اور سخت ترین مجاہدات پر ہوئی تھی، وہ مال اور مالداروں کے سخت مخالف تھے اور اپنے وعظ میں اُن کی مذمت بیان کرتے تھے، خوش حالی اور فارغ البالی کے باوجود عمر بھر فقر و فاقہ کی زندگی اختیار کی، اپنے والد کی متروکہ جائیداد کے لینے سے محض اس بنا پر انکار کر دیا کہ وہ رافضی تھے اور تقدیر کے قائل نہیں تھے۔

حارث بن اسد محاسبی رحمہ اللہ حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ کے شیخ تھے، کھانے پینے میں بہت زیادہ احتیاط برتتے تھے انہیں ہمیشہ اس کا خوف لگا رہتا تھا کہ کوئی ناجائز چیز ان کے پیٹ میں چلی نہ جائے، وہ ہر وقت اپنے نفس کا محاسبہ کرتے رہتے تھے اسی لیے اُن کا لقب ''محاسبی'' ہو گیا تھا، کہا جاتا ہے کہ علم کلام کے بعض مسائل پر گفتگو کرنے کی وجہ سے حضرت امام احمد بن حنبل نے ان سے ملنا جلنا بند کر دیا تھا، حارث نے ۲۴۳ھ میں وفات پائی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



## ابو عبداللہ الحکیم الترمذی

اسی زمانے میں ایک صاحب ابو عبداللہ الحکیم الترمذی تھے جنہوں نے ختم الولایۃ کے نام سے ایک کتاب لکھی اور انبیاء و اولیاء کے سلسلہ میں سے ہر ایک کا ایک خاتم قرار دیا۔ شیخ اکبر شیخ محی الدین ابن عربی نے اپنی فتوحاتِ مکیہ میں جا بجا ان کا حوالہ دیا ہے اور انہی کے خیالات سے متاثر ہو کر یہ نقطۂ نظر پیش کیا کہ ولایت نبوت اور رسالت سے افضل ہے، اور یہی مسئلہ آگے چل کر اس صورت میں نمودار ہوا کہ خاتم الاولیاء خاتم الانبیاء سے افضل ہے۔

ابو عبداللہ الحکیم کا اصلی نام محمد تھا، وہ علی بن حسن بن بشیر کے صاحبزادے تھے، خراسان اور عراق کے مختلف علما سے حدیث پڑھی تھی، نیسابور میں ۲۸۵ھ میں درس دیا تھا، انہوں نے کئی کتابیں لکھی تھیں، جیسے کتاب غرس الموحدین، کتاب عود الامور، کتاب المناہی، کتاب شرح الصلوٰۃ اور کتاب ختم الولایۃ وغیرہ، جب انہوں نے ختم الولایۃ لکھی اور علم تصوف کے بعض مسائل پر اپنا خاص نقطۂ نظر پیش کیا تو علمائے وقت نے اُن کے خلاف بڑی شورش کی، اور اُن پر کفر کا فتویٰ صادر کیا، آخر انہیں ترمذ سے جلاوطن ہو کر بلخ میں پناہ لینی پڑی، اسی سال کی عمر پائی تھی اُن کی تاریخ ولادت اور تاریخ وفات کا کچھ پتہ نہیں چلتا۔

## تصوف کی تدریجی ترقی

دوسری اور تیسری صدی ہجری میں کئی ایسے بزرگ پیدا ہوئے جنہوں نے توحید الٰہی معرفت نفس، فقر و فاقہ، توکل، صبر و رضا، اخلاص و استقامت، ترکِ دنیا وغیرہ جیسے خاص خاص مسائل پر اپنے جذبات و خیالات کا اظہار کیا، اور بعض نے چھوٹے بڑے رسائل لکھے، اُن کے یہی ملفوظات آگے چل کر علمِ تصوف کے بنیادی مسائل قرار پائے، ان بزرگوں میں سے چند قابل ذکر نام یہ ہیں، حضرت ذوالنون مصری (المتوفی: ۲۴۵ھ)، حضرت سری سقطی بغدادی (المتوفی: ۲۵۹ھ)، حضرت جنید بغدادی (المتوفی: ۲۹۸ھ)، حضرت بایزید بسطامی (المتوفی: ۲۶۱ھ)، حضرت حمدون القصار (المتوفی: ۲۷۱ھ)، حضرت سہل بن عبداللہ التستری (المتوفی: ۲۸۳ھ)، حضرت ابو سید الخراز (المتوفی: ۲۸۶ھ)، حضرت ابو بکر محمد بن عبداللہ الدقاق (المتوفی: ۲۹۰ھ)، حضرت ابو الحسین نوری (المتوفی: ۲۹۵ھ)، حضرت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ابوعمرو بن عثمان مکی (المتوفی: ۲۹۷ھ)، حضرت ابوعلی الثقفی (المتوفی: ۳۲۸ھ)، حضرت ابوبکر الشبلی (المتوفی: ۳۳۴ھ) وغیرہ۔

اُن بزرگوں کے متعلق اگرچہ بہت سے عجیب وغریب حالات اور واقعات بیان کیے جاتے ہیں تاہم اگر مجموعی طور پر دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اُن میں سے ہر ایک نہایت ہی صالح اور کتاب وسنت کے پابند تھے اور دوسروں کو بھی کتاب وسنت کی پابندی کی تلقین کرتے تھے، یہ سب اکل حلال، صلح کل اور حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی پر بہت زور دیا کرتے تھے اور تکبر وغرور کرنے والوں سے ہمیشہ بچتے تھے، اُن کی نظروں کے سامنے ہمیشہ کتاب و سنت کی روشن تعلیمات رہتی تھیں اور انہی سے وہ اپنے لیے روشنی حاصل کیا کرتے تھے، ان کی تربیت کا ایک خاص طریقہ تھا جو بھی ان کی صحبت میں پہنچ جاتا تھا اس کی فطرت کو وہ ہمیشہ کے لیے صالح بنا دینے کی کوشش کرتے تھے، علمائے ظاہر کے طریقۂ اصلاح سے الگ ان کا طریقۂ اصلاح ہوتا تھا، وہ سماع اور وجد کی عام محفلوں سے بالکل ہی اجتناب کرتے تھے، اگر کوئی ایسی محفل ہوتی تو صرف اس میں اہلِ ذوق کو شریک ہونے کی اجازت ہوتی تھی، جنہیں جائز وناجائز حرکات کے درمیان تمیز کرنے کا پورا احساس رہتا تھا، اُن کی تعلیمات کے خلاف عام محدثین اور علمائے ظاہر کو بھی کوئی اعتراض نہیں تھا، امام ابن تیمیہ اور حافظ ابن قیم نے جابجا ان کی تعریف کی ہے، اور اُن کو سادات مومنین اور خیار مسلمین میں شمار کیا ہے۔ [1]

## تصوف میں فلسفیانہ الجھاؤ

علمِ تصوف کی بنیاد جب تک قرآنِ مجید اور سنت رسول کے کھلے نصوص پر رہی، اس کے عام مسائل میں علمائے کرام کو ارباب تصوف سے کچھ زیادہ اختلاف نہیں رہا، لیکن جب تصوف پر کلام ومنطق اور فلسفہ کا اثر پڑتا گیا اور نئے نئے نظریے پیدا ہوتے گئے جو قرآن و حدیث کے کھلے نصوص کے بالکل برخلاف تھے تو علما نے بھی ان نئے مسائل کی مخالفت شروع کردی۔

---

[1] العقيدة الاصفهانيه، ص: ۱۱۲؛ مجموعة الرسائل الكبرىٰ: ۲/ ۲۹۶؛ مدارج السالكين: ۲/ ۲۲۷۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



خالق اور مخلوق اور معبود اور عابد کے درمیان جو کھلا ہوا رشتہ ہے اس کو تو سب جانتے ہیں، لیکن کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ مخلوق اور عابد روحانی ترقی کے مختلف مدارج طے کر کے خالق اور معبود کے درجے پر پہنچ جائے یا اس کی ذات سے واصل ہو جائے؟ اسلام سے پہلے اکثر قومیں اسی لیے گمراہ ہوئیں کہ انہوں نے بعض انسانوں کو خدا کا درجہ دے دیا تھا، قرآن مجید نے اس تصور کی سختی کے ساتھ مخالفت کی، آنحضرت ﷺ نے صاف طور پر بتایا کہ کوئی انسان چاہے وہ کتنی ہی ترقی کیوں نہ کر لے، ہرگز ہرگز خدا نہیں بن سکتا، لیکن کسی بزرگ و برتر انسان سے انتہائی حسنِ عقیدت کبھی کبھی لوگوں کو یہ سمجھنے کی دعوت دیتی رہتی ہے کہ اگر متقی اور پرہیز گار انسان خدا نہیں تو بھی کم از کم خدا کا مظہر اور پرتو ضرور ہیں، غالی شیعوں نے اسی انتہائی عقیدت کی بنا پر حضرت علی، حضرت حسن، حضرت حسین رضی اللہ عنہم اور اُن کی بعض اولاد کو خدا کا مظہر اور پرتو مانا، اور جب اس تصور کو اور زیادہ ترقی ہوئی تو حلول اور اتحاد کا عقیدہ بھی پیدا ہو گیا۔

اسلام سے پہلے جس کسی نے بھی اُلوہیت اور ربوبیت کا دعویٰ کیا، اس کو بدترین کافر قرار دیا گیا، ان کو کافر کہنے میں ہمیں کوئی تذبذب نہیں ہوتا محض اس لیے کہ وہ کافر مشہور تھے اور قرآن و حدیث میں ایسے لوگوں کو صاف الفاظ میں کافر بتایا گیا، مگر جب ایک ایسے شخص کی زبان سے جو نہ صرف اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے، بلکہ وہ عابد و زاہد بھی ہے، اس قسم کے کلمے صادر ہوتے ہیں تو عقیدت اس کے متعلق صاف الفاظ میں کچھ کہنے سے ہمیں روک دیتی ہے۔

## حسین بن منصور الحلاج

یہی وجہ ہے کہ مختلف کلمات کفریہ کہنے کے باوجود حسین بن منصور الحلاج کے متعلق مسلمانوں کا کوئی متفقہ فیصلہ نہیں ہو سکا، بعض اُن کو گمراہ اور کافر قرار دیتے ہیں اور بعض اُن کو خدا رسیدہ اور بڑا ولی سمجھتے ہیں، ان کی زندگی کے حالات پر عقیدت اور تعصب کے اتنے پردے پڑے ہوئے ہیں کہ آج اُن کے اصلی حالات کا پتہ چلانا بہت مشکل ہے، خود صوفیہ کی تصنیفات میں اُن کے بہت سے کفریہ اقوال منقول ہیں جن کی تاویل کی جاتی ہے، حلاج کے بیسوں اشعار ایسے ہیں جن سے اتحاد اور حلول کا عقیدہ ثابت ہوتا ہے جیسے:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



سبحان من اظهرنا سرته سرسنا لاهوته الثاقب

پاک ہے وہ جس نے اپنے ناسوت کو اپنے چمکدار لاہوت کا روشن بھید بنا کر ظاہر کیا۔

ثم بدا مستترا ظاهرا فی صورة الأكل والشارب

پھر وہ کھانے والے اور پینے والے شخص کی صورت میں چھپا کھلا ظاہر ہوا۔

حتی لقد عاینه خلقه كلحظة الحاجب بالحاجب

یہاں تک کہ اس کی مخلوق نے اس کو صاف طور پر دیکھ لیا جیسا کہ ایک کوری نگاہ والا دوسرے کوری نگاہ والے کو دیکھ لیتا ہے۔

حلاج کا یہ شعر ہے:

بینی و بینك انی تزاحمنی فارفع بحقك انی من البین

میرے اور تیرے درمیان انانیت ہے جو مجھ سے مزاحم ہوتی ہے، پس اپنے حق کے طفیل سے ہمارے درمیان سے اس انانیت کو اٹھا دے۔

انہی کا یہ شعر بھی ہے:

عقد الخلائق فی الاله عقائدا وانا اعتقدت جمیع ما اعتقدوه

لوگ خدا کے بارے میں بہت سے عقائد رکھتے ہیں اور میں اُن تمام کے عقائد پر اپنا عقیدہ رکھتا ہوں۔

خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ دینور میں ایک شخص پکڑا گیا جس کے ساتھ ایک توبرا تھا، اس کو وہ کبھی اپنے سے الگ نہیں کرتا تھا، جب اس توبرے کی تلاشی لی گئی تو اُس میں سے ایک خط برآمد ہوا، جس میں ''من الرحمٰن الرحیم الیٰ فلان بن فلان'' تھا، خط فوراً بغداد روانہ کیا گیا، قاضی کے سامنے حلاج کو پیش کیا گیا، انہوں نے اعتراف کیا کہ یہ خط انہی کا لکھا ہوا ہے، قاضی نے پوچھا: اتنے دن تک تو تم نبوت کا دعویٰ کرتے تھے اب ربوبیت کا بھی دعویٰ کرنے لگے ہو حلاج نے جواب دیا میں ربوبیت کا دعویٰ نہیں کرتا، لیکن یہ ہمارے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



نزدیک عین الجمع ہے، کیا کاتب اللہ کے سوائے کوئی اور ہوسکتا ہے، میں اور میرا ہاتھ تو صرف ایک آلہ ہے۔ [1]

شیخ محی الدین ابن عربی نے حلاج کا ایک خط نقل کیا ہے جس کو انہوں نے اپنے ایک شاگرد کے نام لکھا تھا، اس کا ترجمہ حسب ذیل ہے:

''اے میرے لڑکے تجھ پر سلامتی ہو! خدا تجھ سے ظاہری شریعت کو چھپائے اور تجھ پر کفر کی حقیقت کھولے، کیونکہ شریعت کا ظاہر شرک خفی ہے، اور کفر کی حقیقت معرفتِ جلیہ ہے۔ امابعد یہ جان لو کہ اللہ تعالیٰ جس کسی کو چاہتا ہے ایک سوئی کے ناکے کے اندر سے اپنی تجلی دکھادیتا ہے اور جس کسی سے چاہتا ہے تمام آسمانوں اور زمین سے اوجھل اور مستور ہوجاتا ہے، اس نے گواہی دی کہ وہ نہیں ہے اور اُس چیز نے گواہی دی کہ وہ اللہ کا غیر ہے، پس اس کے اثبات اور اُس کی نفی پر گواہی دینے والا دونوں مذموم ہیں، اس خط سے مقصود تم کو یہ وصیت کرنی ہے کہ اللہ سے دھوکا مت کھانا اور اس سے نا اُمید مت ہوجانا اور نہ اُس کی محبت کی طرف رغبت کرنا اور نہ اس بات پر راضی ہوجانا کہ تم اُس سے محبت کرنے والے کے سوا کچھ اور بنو، نہ تو تم اس کے اثبات کے قائل بنو اور نہ اس کی نفی کے، تم توحید سے بچتے رہو۔ والسلام''

پھر اس کے بعد حلاج کا یہ شعر لکھا ہے:

كفرت بدين اللّٰه والكفر واجب
لدى و عند المسلمين قبيح

میں نے اللہ کے دین کا انکار کیا اور میرے نزدیک کفر واجب ہے، اور مسلمانوں کے نزدیک وہ برا ہے۔ [2]

شیخ محی الدین ابن عربی نے اپنی فتوحاتِ مکیہ [3] میں لکھا ہے کہ جب مشہور بزرگ شیخ ابوعمرو بن عثمان مکی حلاج کے سامنے سے گزرے تو پوچھا کیا لکھ رہے ہو؟ حلاج نے جواب دیا: قرآن کا جواب لکھ رہا ہوں۔ یہ سن کر ابوعمرو بن عثمان مکی نے بددعا کی اور اُنہی کی بددعا کا

---

[1] تاریخ بغداد: ۸/ ۱۲۷۔ [2] رسائل ابن عربی مطبوعہ حیدر آباد جزء اول، رسالہ امام رازی، ص: ۱۳۔ [3] فتوحاتِ مکیہ: ۳/ ۱۷۔ ۴۰۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



نتیجہ تھا کہ حلاج قتل کر دیا گیا۔

حلاج نے سکر کی حالت میں نہیں بلکہ جان بوجھ کر اور صحو کی حالت میں انا الحق کا دعویٰ کیا، جب عدالت کی طرف سے پوچھ گچھ شروع ہوئی، تو اُس کی وضاحت کرنے کی بجائے اصطلاحات کے پردوں میں گفتگو شروع کر دی، بعض نے اُن کے اُس دعوے کی صحت پر یوں استدلال کیا ہے

روا باشد انا الحق از درختے
چرانبود روا از نیك بختے

ایک درخت سے انا الحق کی آواز درست ہے تو ایک نیک بخت کی طرف سے یہ آواز کیوں درست نہیں ہوسکتی۔

اس شعر میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حضرت موسیٰ نے ایک درخت سے انی انا رب العالمین کی آواز سنی، اور جب ایک درخت سے یہ آواز ٹھیک تھی، تو حلاج کے منہ سے انا الحق کی آواز کیوں درست نہیں ہوسکتی، لیکن یہ استدلال اسی وقت ٹھیک ہوسکتا ہے، جب کہ اس آواز کو درخت کی آواز قرار دیا جائے، یہ آواز خدا کی تھی اور درخت کے اوٹ سے آئی تھی، وہاں حضرت موسیٰ مخاطب کی حیثیت سے موجود تھے، اور وہ ندا رب کی طرف سے تھی، حلاج کے منہ سے جو آواز برآمد ہوئی اس میں ندا کرنے والے کا ذکر نہیں ہے، وہ تو انسان کی آواز تھی، اگر اس کو بھی خدا کی آواز قرار دیا جائے تو یہ خصوصیت حلاج ہی کے ساتھ کیوں ہو، کیوں نہ تمام انسانوں اور حیوانوں کی آواز کو خدا کی آواز قرار دیا جائے، اور یہ بداہۃً غلط ہے۔

تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ جب حلاج نے اس قسم کے کفریہ خیالات کا اظہار کرنا شروع کیا تو عباسی خلیفہ بغداد المقتدر باللہ نے ان کو اپنے وزیر حامد بن العباس کے حوالے کر دیا اور جب انہوں نے توبہ نہیں کی تو علمائے وقت کے متفقہ فیصلہ کے مطابق ۲۴ ذوالقعدہ ۳۰۹ھ کو انہیں بغداد میں قتل کروا دیا۔

حلاج کے خیالات پر باطنیت کے اثرات نمایاں ہیں اور یوں بھی تصوف عام طور پر شیعیت سے متاثر ہے، اس پر تفصیلی طور پر بحث کرنے کی یہاں گنجائش نہیں ہے ہمیں تو یہ دکھانا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



مقصود ہے کہ حلاج کے متعلق امام ابن تیمیہ اور حافظ ابن قیم کا کیا خیال تھا، انہوں نے جا بجا صاف طور پر یہی لکھا ہے کہ حلاج کافر تھا اور اُس کے متعلق علما کا فیصلہ بالکل ٹھیک تھا، چنانچہ امام ابن تیمیہ ایک جگہ اُس کے متعلق بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''حلاج کے متعلق دو گروہ ہو گئے ہیں، ایک یہ کہتا ہے کہ حلاج فنا میں ڈوب گیا تھا اس لیے وہ باطنی حیثیت سے معذور تھا، مگر ظاہری طور پر اس کا قتل واجب تھا، اور اس کا یہ قتل شہادت کا درجہ رکھتا ہے، دوسرا یہ کہتا ہے کہ وہ توحید ربوبیت میں فنا ہو گیا تھا اور وہ بہت بڑا محقق اور موحد تھا۔''

پھر کچھ آگے چل کر لکھتے ہیں:

''یہ دونوں گروہ اس بارے میں اختلاف کرتے ہیں کہ آیا حلاج مظلوم مقتول ہوا، یا اُس کا قتل کرنا جائز تھا، اس قسم کے لوگ شریعت اور اہل شریعت پر اُس کے قتل کا الزام دھرتے ہیں، مگر یہ نہیں جانتے کہ شریعت کیا ہے۔''

پھر شریعت کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

حلاج اپنے کفر کی وجہ سے قتل کیا گیا، وہ قرآن کا معارضہ کیا کرتا تھا، اس کا یہ بھی خیال تھا کہ اگر کسی کا حج فوت ہو جائے تو وہ اپنے ہاں کعبہ بنا کر اس کا طواف کر سکتا ہے اور حج کے تمام رسوم ادا کر سکتا ہے اور حج پر جتنی رقم خرچ ہو سکتی ہو اس کو صدقہ دے سکتا ہے۔''

پھر آگے چل کر لکھتے ہیں:

''بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ حلاج سرِ توحید کے طشت از بام کرنے کی وجہ سے قتل کیا گیا اور اس کے ثبوت میں یہ شعر پیش کرتے ہیں:

من باح بالسركان القتل شميته
بين الرجال ولم يوخذ له ثار

جو شخص راز فاش کر دے، اس کا نتیجہ علی الاعلان قتل ہے جس کا بدلہ نہیں لیا جا سکتا۔

پھر آگے چل کر لکھتے ہیں:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



''جنید، عمرو بن عثمان مکی اور ابو یعقوب نہر جوری جیسے جلیل القدر مشائخ نے حلاج کی مذمت کی ہے، وہی شخص حلاج کی حقیقت سے واقف نہیں ہوسکتا جو اُس کے اصلی حالات سے آگاہ نہیں ہے۔ [1]

## نئی نئی اصطلاحات

جب فن تصوف کو وسعت اور ہمہ گیری حاصل ہوتی گئی اور اس موضوع پر مختلف کتابیں لکھی جانے لگیں، تو نئی نئی اصطلاحات وجود میں آنے لگیں جن کے خاص خاص معانی مراد لیے جانے لگے، جیسے مرید، مراد، سالک، سفر، مسافر، طریق، وقت، ادب، مقام، حال، انزعاج، مکان، قبض، بسط، ہیبت، انس، تواجد، وجد، وجود، عدم، جلال، جمال، جمع الجمع، بقا، فنا، حضور، غیبت، صحو، سکر، محو ذوق شرب، اثبات، نفی، قرب، بعد، خاطر، علم الیقین، عین الیقین، حق الیقین، وارد، شاہد، روح، سر، ولہ وقفہ، فترہ، تجرید، تفرید، لطیفہ، ریاضۃ، مجاہدۃ، فصل، ذہاب، زاجر، سحق، محق، ستر، تجلی، تخلی، مکاشفہ، مشاہدہ، محادثہ، مسامرہ، اللوائح، الطوالع، اللوامع، اللبوادۃ، رغبہ، رہبۃ، اصطلام، غربہ، ہمۃ، فتوح، وصل، غوث، قطب، ابدال، اوتاد، نجباء، اماماں وغیرہ۔ ان کی تشریحات پر خاص خاص کتابیں لکھی گئی ہیں، ان اصطلاحات کی وجہ سے تصوف اور فنون کی طرح ایک ممیز فن بن گیا۔

## زہد واتقاء میں غلو

تصوف کا مقصد اصلی روح کا تزکیہ ہے، اس کے لیے زہد واتقاء شرط ہے، اور کثرت عبادت وریاضت تزکیۂ روح کا اہم ذریعہ ہے، صوفیہ فطری طور پر دنیاوی علائق سے بچنے کی کوشش کرتے تھے اور دوسروں کو بھی ان سے بچنے کی تاکید کرتے تھے، جب زہد وعبادت اور تقویٰ وطہارت کا زیادہ اہتمام ہونے لگا تو ہر چیز میں غلو پیدا ہوگیا، صوفیوں کا ترک دنیا رہبانیت سے قریب ہوتا چلا گیا، رات بھر عبادت کرتے رہنا، ہر دن روزہ رکھنا، موٹا جھوٹا اور کم کھانے کی کوشش کرنا، اچھی غذاؤں سے پرہیز کرنا، موٹا اور ریشمی لباس پہننا، فقر وفاقہ کی زندگی گزارنا، آبادیوں کو چھوڑ کر جنگلوں میں بسیرا لینا، جسم کو مختلف قسم کی ایذائیں پہنچاتے

---

[1] مجموعۃ الرسائل الکبریٰ، ص: ۲/ ۹۷۔ ۹۹۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



رہنا، جسمانی قویٰ کی بحالی اور ان کی ترقی کے لیے کوشش نہ کرنا، قرآنی الفاظ میں روزمرہ گفتگو کرنے کا التزام کرنا، ظاہری تقویٰ وطہارت میں حد درجہ احتیاط برتنا، چھت کے نیچے آرام کرنے سے پرہیز کرنا، دن رات خانقاہوں یا مسجدوں میں رہنا، لوگوں سے ملنے جلنے سے کترانا، مالداروں، امیروں اور بادشاہوں کی صحبت سے بھاگتے رہنا، اکثر متأخرین صوفیہ کی زندگی کا دستور العمل بن گیا تھا، حالانکہ شریعتِ اسلامیہ اس قسم کی راہبانہ زندگی بسر کرنے کی کہیں تعلیم نہیں دیتی، اس کا کھلا ہوا اصول تو یہ ہے کہ کھاؤ پیو اور اسراف نہ کرو، جائز طور پر دولت کماؤ اور جائز طور پر خرچ کرو، آسمان اور زمین اور اُن دونوں کے درمیان جتنی بھی چیزیں پیدا کی گئی ہیں وہ انسان ہی کے کام کے لیے بنائی گئی ہیں، انسان اس دُنیا میں خدا کا جانشین ہے اور وہ خود عبادت کے لیے پیدا کیا گیا ہے اس کو چاہیے کہ خدا کی پیدا کی ہوئی ان نعمتوں سے جائز طور پر فائدہ اٹھائے، اور عبادتِ الٰہی کے ذریعہ خدا کا شکر بجالاتے رہیں۔

## ضعیف اور موضوع روایات کی بھرمار

ہم بیان کر چکے ہیں کہ تصوف کی ابتداء زہد وعبادت اور ورع وتقویٰ سے ہوئی تھی، عام لوگوں کو دنیاوی عیش وعشرت، جاہ وعزت اور ثروت ودولت سے متنفر کرنے اور انہیں خدا اور اس کے رسول کی طرف پھیرنے اور اُن میں دین کی رغبت پیدا کرنے کے لیے ایسی آیتوں اور حدیثوں کی ضرورت تھی جن میں اس دنیا کی زندگی اور دولت کی بے ثباتی کا ذکر ہو، جب اس غرض سے صحیح روایتیں نہیں مل سکیں تو بعض نے ضعیف اور موضوع روایات سے استدلال لینے کو جائز سمجھا اور ترغیب وتربیت پر کتابیں لکھی جانے لگیں۔ چنانچہ چوتھی، پانچویں اور چھٹی صدی ہجری میں فنِ تصوف پر جو کتابیں لکھی گئی ہیں، ان میں اُن ضعیف اور موضوع روایتوں سے بہت کام لیا گیا ہے، ابونصر السراج (المتوفی: ۳۷۸ھ) کی کتاب اللمع فی التصوف ابوطالب مکی (المتوفی: ۳۸۲ھ) کی قوت القلوب، ابوعبدالرحمٰن السلمیٰ (المتوفی: ۴۱۲ھ) کی کتاب السنن اور کتاب حقائق التفسیر، ابوالحسن الجہضمی المکی (المتوفی: ۴۱۴ھ) کی بہجۃ الاسرار، حافظ ابونعیم الاصبہانی کی کتاب حلیۃ الاولیاء، ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن القشیری (المتوفی: ۴۶۵ھ) کا الرسالۃ القشیریۃ فی التصوف، امام غزالی (المتوفی: ۵۰۵ھ) کی کتاب

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



احیاء العلوم اور کیمیائے سعادت اور شیخ شہاب الدین عمر بن حفص سہروردی (المتوفی: ۶۳۰ھ) کی کتاب عوارف المعارف میں بہت سی ضعیف اور موضوع روایتیں پائی جاتی ہیں، بعض نے اُن کو صحیح سمجھ کر نقل کیا، اور بعض نے محض ترغیب وترہیب کی خاطر اُن سے کام لینے کو جائز سمجھا، اکثر صوفیہ کی زندگیوں کے اطراف خوارق عادات اور کرامات کا ہالہ بنتا چلا گیا، اور ان کے کمالات کے متعلق عجیب وغریب واقعات بیان کیے جانے لگے، امام غزالی جیسے محقق عالم نے بھی اپنی کتابوں میں ضعیف روایتوں سے کام لیا ہے، چنانچہ شیخ تاج الدین سبکی نے اپنی کتاب طبقات الشافعیہ میں ایک مستقل فصل ہی باندھی ہے، جس میں ان کی مشہور کتاب احیاء العلوم کی بے بنیاد حدیثوں کو جمع کیا ہے اور جو سینتیس صفحات پر پھیلی ہوئی ہے، اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ کس طرح غیر مستند اور بے بنیاد روایات تصوف کی کتابوں میں جگہ لیتی چلی جارہی تھیں۔

## تین مشہور سلسلے

امام ابن تیمیہ کی پیدائش سے تقریباً ایک سو سال پہلے ملک عراق اور شام میں تین بزرگ ایسے گزرے جنہوں نے تصوف میں پورا کمال پیدا کیا تھا، اور جن کی وفات کے بعد ان کے نام سے پیری مریدی کا ایک حلقہ قائم ہوگیا تھا، یہ تین بزرگ شیخ عدی بن مسافر الاموی، شیخ عبدالقادر جیلانی اور شیخ احمد رفاعی تھے، انہی کے ناموں کی نسبت سے عدویہ، قادریہ اور رفاعیہ تین سلسلے قائم ہوئے۔

### عدویہ

عدویہ شیخ عدی بن مسافر الاموی الہکاری (المتوفی: ۵۵۷ھ) کی طرف منسوب ہیں شیخ موصوف اموی خاندان کے ایک فرد تھے، ان کا سلسلۂ نسب یہ ہے، شیخ عدی بن مسافر بن اسماعیل بن موسیٰ بن مروان بن الحسن بن مروان۔ یہ اصل میں دمشق کے مغرب میں بیت نار نامی ایک قریے کے رہنے والے تھے۔ تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے بغداد گئے اور وہاں شیخ حماد الدباس، شیخ ابو نجیب سہروردی، شیخ ابوالوفاء حلوانی، شیخ عقیل المنجبی اور شیخ عبدالقادر جیلانی وغیرہ سے صحبت رہی، اور جب بغداد سے وطن لوٹے تو ان پر تصوف کا گہرا رنگ چڑھ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



چکا تھا، انہوں نے ملک شام کے ہکار نامی پہاڑ میں گوشہ نشینی اختیار کی، اسی وجہ سے اُن کو ہکاری لکھا جاتا ہے، انہوں نے یہاں ایک خانقاہ بھی بنائی، اور لوگوں کو سلوک کی تعلیم دینی شروع کی، سینکڑوں آدمی اُن کے مرید ہو گئے اور بہت جلد معتقدین کا ایک زبردست حلقہ قائم ہو گیا، شیخ عدی نے ستر سال کی عمر میں وفات پائی اور اپنے زاویہ میں مدفون ہوئے۔

اُموی خاندان کے ایک فرد ہونے کی وجہ سے شیخ عدی کے عقیدت مندوں کو حضرات امیر معاویہ اور یزید کے متعلق بڑی عقیدت پیدا ہو گئی بعض لوگ یزید کو صحابی تصور کرنے لگے تھے، اور اس کو بہترین شخص ماننے لگے تھے۔

شیخ عدی کی وفات کے بعد اُن کے معتقدین اور مریدین کا حلقہ بڑھتا ہی گیا، اس سلسلے کے ایک شیخ خضر بن ابی بکر بن موسیٰ کردی نہروانی نے اپنے زمانہ میں بہت بڑا نام پیدا کیا تھا، مصر اور شام کا طاقتور اور زبردست سلطان الملک الظاہر بیبرس بندقداری ان کا بڑا معتقد ہو گیا تھا، وہ اُن کی حد سے زیادہ قدر اور تعظیم کرتا تھا، ہفتہ میں ایک یا دو مرتبہ ضرور ان کی خانقاہ میں حاضری دیا کرتا تھا، اور اُن سے ملاقات کا شرف حاصل کرتا تھا، سفر میں اُن کو اپنے ساتھ رکھا کرتا تھا، اس کی اس غیر معمولی عزت اور تکریم کی بنا پر عدوی سلسلہ کو عوام میں بے حد مقبولیت حاصل ہو گئی تھی۔ [1]

شیخ عدی کے بعد اُن کے معتقدین میں غیر شرعی عقائد و خیالات اور مراسم پھیل گئے تھے، عدوی گروہ کی اہمیت اور مقبولیت کا لحاظ کرتے یہ ضروری تھا کہ اس گروہ کے غیر شرعی اُمور پر گرفت کی جائے اور اُن کی اصلاح کی جائے، امام ابن تیمیہ نے ہر جگہ اس کا اعتراف کیا ہے کہ شیخ عدی ایک صالح متقی اور پرہیز گار بزرگ تھے۔ [2] انہوں نے شیخ موصوف کے معتقدین کے نام ایک کھلی چٹھی لکھی جو الوصیۃ الکبریٰ کے نام سے امام ابن تیمیہ کے مجموعۃ الرسائل الکبریٰ میں چھپ گئی ہے، اس میں امام موصوف نے تمام عدوی گروہ کو کتاب وسنت پر عمل کرنے کی دعوت دی اور آخر میں یہ لکھا کہ یزید کے متعلق ان کا یہ عقیدہ کہ وہ صحابی تھا، ٹھیک نہیں ہے، کیونکہ یزید حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں پیدا ہوا، اس

---

[1] البداية والنهاية: ۱۳/ ۲۷۸۔ [2] مجموعة الرسائل الكبرىٰ: ۱/ ۲۷۳۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی نہیں دیکھا، وہ اپنے دین اور اصلاح حال کی حیثیت سے مشہور نہیں تھا، وہ صرف ایک نوجوان مسلمان تھا، وہ کافر اور زندیق نہیں تھا، باپ کے مرنے کے بعد وہ خلیفہ بنا، بعض مسلمان اس کی خلافت سے راضی اور بعض ناخوش تھے، اس میں شجاعت اور سخاوت کے اوصاف تھے، وہ فواحش کا کھلم کھلا مرتکب نہیں ہوتا تھا، جیسا کہ اس کے دشمن اس کے متعلق بیان کیا کرتے ہیں۔ [1]

## قادریہ

دوسرا سلسلہ قادریہ کا ہے، اور یہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی طرف منسوب ہے، شیخ موصوف ۴۷۰ھ میں گیلان میں پیدا ہوئے، ان کا نام ابوصالح ابومحمد الجیلی تھا، اٹھارہ سال کی عمر میں بغداد گئے، اور شیخ ابوسعید المخرمی الحنبلی اور دوسرے علما سے حدیث اور فقہ پڑھی، بغداد میں شیخ ابوسعید کا خاص مدرسہ تھا، جس کو انہوں نے اپنی آخر عمر میں شیخ عبدالقادر جیلانی کے حوالے کر دیا، انہوں نے اس مدرسہ کو خوب ترقی دی، ہر ہفتہ ان کا واعظ ہوا کرتا تھا، جس میں لوگ کثرت سے شریک ہوا کرتے تھے، اُن کے مواعظِ حسنہ سے متأثر ہو کر بہت سے لوگوں نے شرعی زندگی اختیار کی اور بہت سے غیر مسلم اسلام لے آئے۔

شیخ عبدالقادر جیلانی نے شیخ حماد بن مسلم الرجبی الدباس (المتوفی: ۵۲۵ھ) سے تصوف اور سلوک کی تعلیم حاصل کی تھی، اور اس میں اتنا کمال پیدا کیا کہ وہ سب سے آگے ہو گئے، شیخ حماد ہی کے ہاتھوں انہوں نے خرقۂ خلافت پہنا تھا۔

شیخ عبدالقادر جیلانی اپنے دور کے بہت بڑے عابد اور زاہد تھے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے بڑی سختی سے پابند تھے، انہوں نے غنیۃ الطالبین اور فتوح الغیب کے نام سے دو کتابیں لکھیں، انہوں نے تصوف کو غیر شرعی تصورات سے پاک کیا، اور کتاب وسنت کے مطابق اس کی توضیح اور تشریح کی، شیخ موصوف نے نوے سال کی عمر پائی اور ۵۶۱ھ میں انتقال کیا، اور اپنے مدرسے ہی کے احاطے میں مدفون ہوئے۔

امام ابن تیمیہ اور اُن کے شاگردوں نے شیخ عبدالقادر جیلانی کے زہد وتقویٰ کی ہر جگہ

---

[1] مجموعة الرسائل الکبریٰ ۱/ ۳۰۰۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



تعریف کی ہے، اور اُن کو ساداتِ مشائخ میں سے شمار کیا ہے، امام ابن تیمیہ نے ایک جگہ لکھا ہے کہ شیخ عبدالقادر جیلانی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے بڑی سختی کے ساتھ پابند تھے، اور لوگوں کو بھی اس کی وصیت فرمایا کرتے تھے، اُن کا سارا کلام اتباع مأمور و ترک محظور و صبر علی المقدور کے نقطہ ہی کے اطراف گھومتا ہے، اُن کے کلام میں کوئی ایسی چیز نہیں ملتی جو اس راستہ سے ذرا بھی ہٹتی ہوئی معلوم ہوتی ہو۔ [1]

شیخ عبدالقادر جیلانی کی وفات کے بعد اُن کے معتقدین کے خیالات میں بے راہ روی آ گئی تھی، غیر معمولی عقیدت کی بنا پر ان کو سید الخلق بعد الحق تصور کرنے لگے تھے، اور ان کا عقیدہ یہ ہو گیا تھا، کہ ولایت محمد ﷺ یہ ان کی ذات سے قائم ہے، اور وہ مطلقاً سید الخلق ہیں، یعنی خدا کے بعد انہی کا درجہ ہے، چنانچہ جب شیخ عبدالقادر جیلانی کی اولاد میں سے کسی ایک کی مجلس میں اس مسئلہ پر گفتگو ہوئی تو امام ابن تیمیہ نے اس نقطہ خیال کی سخت تردید کی، اس موقع پر امام موصوف نے لکھا ہے کہ یہ عقیدہ شیخ عبدالقادر جیلانی کی اولاد میں سے کسی کا نہ تھا، بلکہ ان کے معتقدین اور مریدین نے اپنی عقیدت کی بنا پر قائم کر لیا ہے، امام موصوف نے صاف لکھا ہے، کہ آنحضرت ﷺ کو جو ولایت حاصل تھی، وہ بعینہ کسی کی طرف منتقل نہیں ہوئی، یہ نہ تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی کو حاصل ہوئی اور نہ دیگر انبیاء اور رسل کو مل سکی، اور جب حالت یہ ہو تو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی طرف کیوں کر منتقل ہو سکتی ہے۔ [2]

امام ابن تیمیہ کی تصنیفات کے پڑھنے سے یوں اندازہ ہوتا ہے، کہ ان کے زمانے میں قادریہ سلسلہ کو وہ اہمیت حاصل نہیں تھی جو عدویہ یا رفاعیہ کو حاصل تھی، البتہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے متعلق بہت سی عجیب و غریب حکایات بیان کی جانے لگی تھیں، جن کے متعلق حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ ان میں سے اکثر کے متعلق غلو کیا گیا ہے۔ [3]

---

[1] مجموعة الرسائل الكبرىٰ: ٢/ ١٤٣۔ [2] كتاب السبعينية، ص: ١٢٤۔
[3] البداية و النهاية: ١٢/ ٢٥٢۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



## رفاعیہ

تیسرا سلسلہ شیخ احمد رفاعی کی طرف منسوب ہے، انہوں نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی اور شیخ عدی بن مسافر الاموی کا زمانہ پایا تھا، وہ ۵۰۰ھ میں بصرہ اور واسط کے درمیان ام عبیدہ نامی ایک قریہ میں پیدا ہوئے اور اپنے ماموں شیخ منصور بطائحی سے تعلیم وتربیت پائی اور ان سے سلوک کی مزلیں طے کر کے خرقہ خلافت پایا، بغداد میں بہت سے بزرگوں کی صحبت اٹھائی، اور تصوف وسلوک میں کمال حاصل کیا، ان کے متعلق کئی کرامات بیان کی جاتی ہیں۔

وطن لوٹنے کے بعد اپنی ایک خانقاہ بنائی، جہاں سلوک سے دلچسپی رکھنے والے ان سے استفادہ کرنے لگے، اور بہت جلد ان کی شہرت ہر جگہ پھیل گئی، انہوں نے ۲۲ جمادی الاولیٰ ۵۷۸ھ کو وفات پائی اور اپنے قریے میں مدفون ہوئے۔

شیخ احمد کی نرینہ اولاد نہیں تھی، اس لیے مشیخت کا سلسلہ ان کے بھائی کی اولاد میں جاری رہا، امام ابن تیمیہ کے زمانے تک اس خاندان کے افراد یکے بعد دیگرے سجادہ نشینی کرتے رہے، شیخ احمد کے پیروؤں اور معتقدین کو بہت زیادہ شہرت نصیب ہوئی، اور عوام کے دلوں پر ان کی غیر معمولی کرامات کا گہرا سکہ بیٹھ گیا تھا، یہ لوگ سیاہ لباس پہنتے تھے، گلے اور ہاتھوں میں زنجیریں ڈالے رہتے تھے، زندہ سانپوں کو نگل جاتے تھے، دہکتی ہوئی آگ میں کود پڑتے تھے، اور انگاروں سے کھیلا کرتے تھے، شیروں کی سواری کیا کرتے تھے، اور طرح طرح کے کرشمے اور شعبدے دکھاتے پھرتے تھے، امام ابن تیمیہ کے زمانے میں بڑے بڑے تاتاری امیر ان کے معتقد ہو گئے تھے اور ان کی حد سے زیادہ عزت اور احترام کرتے تھے، اسی لیے امام ابن تیمیہ نے اسی زور اور قوت کے ساتھ ان کا مقابلہ کیا، اور فقرائے رفاعیہ کے ساتھ وہ مشہور مناظرہ پیش آیا جس کی تفصیل دی جا چکی ہے۔

## یونسیہ

ان تین مشہور سلسلوں کے علاوہ امام ابن تیمیہ کے زمانے میں ایک گروہ یونسیہ کا بھی تھا جو شیخ یونس بن یوسف شیبانی (المتوفی: ۶۱۹ھ) کے مرید اور معتقد تھے، ان میں بھی مشیخت کا سلسلہ جاری تھا، امام موصوف کے زمانے میں شیخ یونس کے پڑپوتے شیخ سیف الدین بن

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



سابق بن ہلال بن یونس (المتوفی: ۶۰۷ھ) سجادہ نشیں تھے، امراء وقضاۃ، اعیان دولت اور عوام کے نزدیک ان کی بڑی عزت تھی، [1] اس گروہ میں بھی بہت سی برائیاں تھیں جن پر امام موصوف نے کئی جگہ تنقید کی ہے، اوران کو راہ راست پر لانے کی کوشش کی ہے۔ [2]

## سہروردیہ

ایک دوسرا گروہ سہروردیہ کا تھا جو شیخ شہاب الدین ابوحفص عمر بن محمد بن عبداللہ بن محمد بن محمد بن حمویۃ السہروردی (المتوفی: ۶۳۰ھ) کے متبع تھے، شیخ موصوف نے عوارف المعارف کے نام سے دوجلدوں میں ایک مشہور معروف کتاب لکھی ہے، امام ابن تیمیہ نے ان پر کچھ زیادہ تنقید نہیں کی ہے، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کے زمانے میں اس گروہ کو زیادہ اہمیت حاصل نہیں تھی، سہروردکے ایک اور شخص بھی مشہور ہیں، جن کا لقب بھی شہاب الدین تھا، ان کا نام یحییٰ بن حبش بن امیرک تھا، اور کنیت ابوالفتوح تھی، علما کے فتوے پر انہیں ۵۸۷ھ میں حلب میں قتل کر دیا تھا، اس لیے تاریخ میں وہ الشیخ المقتول کے نام سے مشہور ومعروف ہیں، یہ حکیم اور فلسفی تھے، امام ابن تیمیہ نے ان کے عقائد وخیالات پر کئی جگہ تنقید کی ہے، اور ان کو گمراہ قرار دیا ہے۔

## شیخ ابوالفرج ابن الجوزی

اس موقع پر شیخ شمس الدین ابوالفرج عبدالرحمٰن بن الجوزی (المتوفی: ۵۹۷ھ کا ذکر ضروری ہے، کیونکہ انہوں نے اپنی مشہور کتاب تلبیس ابلیس لکھ کر مسلمانوں کے تمام گروہوں اور خاص کر صوفیہ پر تنقید کی، اوران کے عقائد وخیالات اور اعمال وافعال کو قرآن وحدیث کی روشنی میں پرکھا، اوران کی بے راہ روی کو واضح کیا، امام ابن تیمیہ نے جابجا ابن جوزی کی تعریف کی ہے اور لکھا ہے کہ ان کو ضعیف، جھوٹی، اور موضوع حدیثوں کے پرکھنے کا بڑا ملکہ حاصل تھا، ابن جوزی نے وحدۃ الوجود کے نظریے پر کوئی تنقید نہیں کی، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کے زمانے تک اس مسئلہ نے کوئی خاص شکل اختیار نہیں کی تھی، اور لوگوں میں اس کا کوئی چرچا نہیں تھا، جب شیخ اکبر محی الدین ابن عربی (المتوفی: ۶۳۸ھ) نے اس مسئلہ پر

---

[1] البداية و النهاية: ١٤/ ٤٤۔ [2] مجموعة الرسائل: ١/ ١٧٥۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اپنے خاص انداز میں روشنی ڈالی اور ان کے بعد آنے والوں نے اس پر اپنے حاشیے چڑھائے تو یہ مسئلہ تصوف کے نزاعی مسائل میں سے ایک بہت ہی اہم مسئلہ بن گیا، اس کے بعد ہر دور میں اس مسئلہ پر بڑی بحث وتمحیص ہوتی رہی، جب امام ابن تیمیہ کا زمانہ آیا تو یہ مسئلہ بڑا ہی معرکہ الآراء مسئلہ بن گیا، موافق اور مخالف بحثیں جاری تھیں، امام ابن تیمیہ نے اس کے خلاف بڑی شدت کے ساتھ بحث وتنقید شروع کر دی۔

## مدعیان وحدۃ الوجود سے اختلاف

اس پورے گروہ صوفیہ میں امام ابن تیمیہ کا شدید ترین اختلاف زیادہ تر ایسے ہی لوگوں سے تھا جو نظریہ وحدۃ الوجود کے حامی تھے، اس سلسلہ میں انہوں نے شیخ اکبر محی الدین ابن عربی، شیخ عمر بن الفارض، شیخ علی الحریری، شیخ نجم الدین بن اسرائیلی الحریری، شیخ عبدالحق بن سبعین، شیخ کبیر شیخ صدرالدین قونوی اور شیخ عفیف الدین تلمسانی کے عقائد وخیالات پر سخت ترین تنقید کی ہے، اسی کی وجہ سے بعض علمائے وقت اور عوام کے جذبات بھڑکتے رہے ہیں، اب ہم ذیل میں ان اشخاص کا مختصر تذکرہ درج کرتے ہیں۔

## شیخ محی الدین بن عربی

ان کا نام محمد، کنیت ابوعبداللہ، لقب محی الدین، اور عرف ابن عربی تھا، وہ قبیلہ بنو طے کی ایک شاخ یعنی خاندان عبداللہ بن حاتم کی نسل سے تھے اس لیے حاتمی اور طائی کہلائے، ان کا سلسلہ نسب یہ ہے محمد بن علی بن محمد بن احمد بن عبداللہ الحاتمی الطائی

ابن عربی کو بغیر الف لام کے لکھا اور بولا جاتا ہے تاکہ قاضی القضاۃ اشبیلیہ قاضی ابوبکر محمد بن عبداللہ بن العربی (المتوفی: ۵۴۳ھ) سے تشابہ نہ پیدا ہو۔

ابن عربی ۱۷ رمضان المبارک ۵۶۰ھ کو پیر کے دن اندلس کے جنوب مشرقی شہر مرسیہ میں پیدا ہوئے، ان کی ابتدائی تعلیم یہیں شروع ہوئی تھی اور پھر جب آٹھ سال کے ہوئے تو ان کے والد ماجد انہیں لے کر اشبیلیہ منتقل ہو گئے جو اس زمانہ میں اندلس کے اندر اسلامی علوم وفنون کا ایک بہت بڑا مرکز تھا۔ ابن عربی نے یہاں کے مختلف اساتذہ سے تعلیم پائی، علوم معقولات اور فن تصوف سے خاص ذوق تھا، اس لیے ان میں بہت جلد شہرت پیدا کر لی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


ابن عربی کی کتابوں کو پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے نوجوانی سے پہلے ہی بہت سی ریاضتیں شروع کر دی تھیں، اوران کے زمانہ کے بڑے بڑے لوگ ان کی علمی قابلیت کو تسلیم کرتے تھے۔ ابن عربی نے خود اپنا واقعہ بیان کیا ہے کہ جب وہ ایک دن قرطبہ میں قاضی ابوالولید بن رشد (المتوفی: ۵۹۵ھ) کے پاس پہنچے تو وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے اور آگے بڑھ کر ان کا پرجوش استقبال کیا اور انہیں اپنے گلے سے لگا لیا، حالانکہ اس وقت ان کے چہرے پر ڈاڑھی اور مونچھ بھی نہیں نکلی تھی۔ [1]

تعلیم کے دوران میں اور اس کے بعد بھی کئی دنوں تک وہ اندلس اور شمالی افریقہ کے مختلف شہروں میں گھومتے تھے اور ہر جگہ کے اہل اللہ سے علمی اور روحانی فیوض حاصل کرنے کی کوشش کرتے تھے، مرسیہ، مریہ، غرناطہ، قرطبہ، اشبیلیہ، (یہ تمام شہر اندلس میں ہیں) سبتہ، بجایہ، فاس، مراکش، تلسمانی، اور قیروان کا کئی مرتبہ سفر کیا، ہر جگہ مختلف اساتذہ وقت کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے اور ان سے حدیث اور دوسرے ارشادات حاصل کرتے رہے۔

فتوحات مکہ کے مقدمہ سے پتہ چلتا ہے کہ ابن عربی نے ۵۹۰ھ میں مشرق کا سفر کیا تھا، دمشق سے بیت المقدس ہوتے ہوئے مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ تشریف لے گئے اور پھر اپنے وطن واپس ہو گئے۔

پھر ۵۹۸ھ میں دوبارہ اشبیلیہ سے روانہ ہوئے، مختلف مقامات کی سیر کرتے ہوئے مکہ مکرمہ پہنچے، کئی مہینے وہاں رہے، دوسروں سے پڑھا اور خود بھی دوسروں کو پڑھایا، پھر وہاں سے بغداد، موصل، حلب، قونیہ وغیرہ کی سیر کی، ۶۰۱ھ میں بغداد اور موصل میں اساتذۂ وقت سے حدیثیں سنی ہیں۔ [2] ۶۰۸ھ میں پھر وہ بغداد میں نظر آتے ہیں ۶۰۹ [3] ھ میں انہوں نے بلاد روم کے فرمانروا سلطان غالب بامر اللہ بن کیکاؤس کے نام خط لکھا ہے۔ [4] ۶۱۵ھ میں انہوں نے مالٹہ میں اصطلاحات الصوفیہ کے نام سے کتاب لکھی ہیں [5] ۶۱۸ھ میں ان کا

---

[1] فتوحات مکیة: ۱/ ۱۵۴۔ [2] فتوحات مکیة: ۳/ ۱۷ و ۴/ ۴۹۵۔۵۴۹۔
[3] ایضًا ۲/ ۵۳۰۔ [4] ایضًا ۴/ ۵۴۷۔ [5] رسائل ابن عربی جلد دوم۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



بڑا لڑکا سعید الدین مالطہ ہی میں پیدا ہوا۔ [1] اس سے اندازہ ہوتا کہ یہ زمانہ وہیں گزرا۔ ۶۲۰ھ کے قریب یا اس سے کچھ پہلے وہ دمشق آئے اور یہیں سکونت پذیر ہو گئے۔ [2]

فتوحات مکیہ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن عربی نے آنحضرت ﷺ کے اس مشہور فرمان

((علیك بالشام فانها خیرة الله من أرضه یجتبی الیها خیرته من عباده)) [3]

''تم ملک شام کی سکونت کو اپنے اوپر لازم کر لو کیونکہ یہ اللہ کی زمینوں میں سے ایک برگزیدہ زمین ہے اور اللہ کے برگزیدہ بندے اس کی طرف مائل ہوتے ہیں۔''

پر عمل کرتے ہوئے دمشق ہی کو اپنی بقیہ زندگی کے لیے سکونت گاہ قرار دے لیا تھا۔ [4]

دمشق کے خاندان قاضی القضاۃ ابن الزکی کے نزدیک ابن عربی کی بڑی قدر و منزلت تھی۔ [5]

اور اس کی طرف سے ان کے لیے روزانہ تیس درہم مقرر تھے۔ [6]

حمص کا فرمانروا الملک المجاہد اسد الدین شیرکوہ بن ناصر الدین محمد بن اسد الدین شیرکوہ بن شادی (المتوفی: ۶۳۷ھ) بھی ان کا بڑا معتقد تھا۔ اس نے ان کے لیے روزانہ سو درہم مقرر کر رکھے تھے۔ اسی طرح بلاد روم کے فرمانروا غالب بامر اللہ بن کیکاؤس بھی ان کی مالی امداد و اعانت کیا کرتا تھا۔ [7]

ابن عربی نے اپنی باقی زندگی درس و تدریس، تصنیف و تالیف اور ارشاد و نصیحت میں گزار دی، مردوں کے علاوہ بہت سی عورتوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی اور ان سے خرقۂ

---

[1] فتوحات مکیة: ٤/ ٥٦١۔ [2] دیوان الاکبر للشیخ محی الدین بن عربی۔
[3] ابوداود، کتاب الجهاد، باب فی سکنی الشام، ح: ٢٤٨٣۔
[4] فتوحات مکیة: ٤/ ٥۔ [5] اس خاندان کے اکثر افراد قاضی القضاۃ کے عہدے پر فائز تھے ان میں سے دو یعنی قاضی القضاۃ محمد بن علی (المتوفی: ۸۹۵ھ) اور ان کے لڑکے ابو الفضل یحییٰ (المتوفی: ۸۶۶ھ) بہت مشہور ہوئے ہیں۔ مؤخر الذکر ابن عربی کے شاگرد اور مرید تھے۔
[6] فتوحات مکیة: ٤/ ٦٥۔ [7] ایضاً۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



خلافت پہنا۔ اس کی تفصیل ان کے عربی دیوان میں ملتی ہے جو ۱۷۲۱ھ میں مصر سے چھپا ہے۔ ان عورتوں میں قاضی القضاۃ ابن الزکی کی لڑکی بھی شامل تھی۔ وہ بھی ان کی مرید ہوگئی تھی۔ ان کی تعریف میں خود ابن عربی نے اشعار لکھے ہیں۔

ابن عربی نے ۲۲ ربیع الآخر ۶۳۸ھ کو دمشق میں وفات پائی اور جبل قاسیون کے دامن میں دفن کیے گئے۔ [1]

ابن عربی کے متعلق یہ مشہور ہے کہ وہ ظاہری تھے اور ابن حزم کے پیرو تھے۔ مگر خود ابن عربی نے اس الزام کی تردید کی ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں:

نسبونی الی ابن حزم و انی
لست ممن یقول قال ابن حزم

مجھے ابن حزم کی طرف نسبت دی ہے حالانکہ میں ان لوگوں سے نہیں ہوں جو ہر بات میں ابن حزم کا حوالہ دیتے ہیں۔

لاولا غیرہ فان مقالی
قال نص الکتاب ذلك علمی

میں ان لوگوں سے بھی نہیں ہوں جو دوسروں کا حوالہ دیتے ہیں بلکہ میرا کہنا یہ ہوتا ہے کہ کتاب کی نص اس پر دلالت کرتی ہے یا میرا علم یہ کہتا ہے۔

او یقول الرسول او اجمع ال
خلق علی ما اقول ذلك حکمی

یا رسول ایسا کہتا ہے یا جو کچھ میں کہتا ہوں اس پر تمام لوگوں کا اجماع ہے اور یہی میرا حکم ہے۔

درحقیقت ابن عربی فقہ وعقائد میں کسی ایک خاص مسلک کے پیرو نہیں تھے بلکہ انہوں

---

[1] فروری ۱۹۵۸ء کو راقم دمشق میں ان کے مزار پر حاضر ہوا تھا۔ ان کے ساتھ ان کے دونوں لڑکے سعد الدین اور عماد الدین بھی مدفون ہیں۔ اس سے متصل سلطان سلیم نے ۹۲۴ھ میں ایک مسجد بنا دی ہے۔ یہ محلہ بھی ابن عربی کے نام سے مشہور ہے۔ بس اور ٹرام وہیں مسجد کے پاس جا کر ختم ہوتی ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



نے دوسروں کو تقلید سے منع کیا ہے، چنانچہ خود ہی وصیت کرتے ہیں۔

والذی اوصیك به ان كنت عالما فحرام علیك ان تعمل بخلاف ما اعطاك دلیلك ویحرم علیك تقلید غیرك مع تمكنك من حصول الدلیل وان لم تكن لك هٰذه الدرجة وكنت مقلدا فایاك ان تلتزم مذهبا بعینه بل اعمل كما امرك اللّٰه فانّ اللّٰه امرك ان تسال اهل الذكر ان كنت لاتعلم واهل الذكر هم العلماء بالكتاب والسنة۔ [1]

اور وہ چیز جس کی میں وصیت کرتا ہوں یہ ہے کہ اگر تم عالم ہو تو اپنی دلیل کی رہبری کے خلاف عمل کرنا تم پر حرام ہے اور تم کو دلیل حاصل کرنے کی طاقت رکھتے ہوئے دوسرے کی تقلید کرنا بالکل ناجائز ہے اور اگر تمہیں علم کا یہ درجہ حاصل نہ ہو اور تم مقلد ہو تو تم کسی ایک خاص مذہب کی پابندی کرنے سے بچو بلکہ اسی طرح عمل کرو جس طرح اللہ نے تمہیں حکم دیا ہے کیونکہ اللہ نے تمہیں یہ حکم دیا ہے کہ جب تم نہیں جانتے ہو تو اہل ذکر سے پوچھو اور اہل ذکر وہ لوگ ہیں جو کتاب وسنت کا علم رکھتے ہیں۔

ابن عربی نے بیسیوں کتابیں لکھی ہیں جن میں ان کی دو کتابوں یعنی فتوحات مکیہ اور فصوص الحکم کو خاص طور پر شہرت حاصل ہے پہلی کتاب بہت بسیط ہے اور تقریباً تین ہزار صفحات پر پھیلی ہوئی ہے اور چار ضخیم جلدوں میں مصر سے شائع ہوئی ہے اور دوسری کتاب بہت مختصر مگر بہت ہی اہم ہے اس کی اب تک کئی چھوٹی بڑی شرحیں لکھی جا چکی ہیں۔

یہ صاف طور پر پتہ نہیں چلتا کہ فتوحات مکیہ کب سے لکھنی شروع کی تھی، کتاب کے اندر بعض حوالے ایسے ملتے ہیں جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ۶۲۸ھ سے پہلے لکھنی شروع کی تھی، اور اپنی وفات سے دو سال پہلے ۶۳۶ھ میں ختم کیا تھا، فصوص الحکم ۶۲۷ھ کی تصنیف ہے، اس میں دو جگہ فتوحات مکیہ کا حوالہ دیا ہے، اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس کتاب کے بہت

---

[1] فتوحات مكية: ٤/ ٤٩١۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



سے ابواب اس سے پہلے ہی لکھے جا چکے تھے۔

فتوحات مکیہ چھ فصلوں پر منقسم ہے یعنی (۱) معارف (۲) معاملات (۳) احوال (۴) منازل (۵) منازلات اور (۶) مقامات۔ ان میں سے ہر ایک فصل کئی ابواب پر مشتمل ہے۔ اس کتاب میں کل پانچ سو ساٹھ ابواب ہیں، آخری باب میں انہوں نے لوگوں کو بہت سی عمدہ اور مفید وصیتیں کی ہیں۔

فصوص الحکم ایک مقدمہ اور ۲۷ فصوص (نگینے) پر مشتمل ہے اور ہر ایک فص کو ایک نبی کے ساتھ موسوم کیا ہے اور ہر نبی سے متعلق قرآن مجید میں جو آیتیں وارد ہوئی ہیں ان کی ایک عجیب وغریب پیرایہ میں تشریح کی ہے۔

ابن عربی نے فصوص الحکم کے دیباچہ میں لکھا ہے کہ انہوں نے محرم ۶۲۷ھ کے عشرۂ اخیر میں دمشق کے اندر آنحضرت ﷺ کو خواب میں دیکھا، آپ کے ہاتھ میں فصوص الحکم کی کتاب تھی آپ نے ابن عربی سے فرمایا: ''اے محمد! اس کتاب کو لو اور اس کو لوگوں میں پھیلاؤ تاکہ اس سے ان کو نفع پہنچے۔'' ابن عربی نے اس کو بخوشی اپنے ہاتھ میں لے لیا اور پھر کچھ گھٹانے یا بڑھانے کے بغیر اس کو مرتب کر کے لوگوں کے سامنے پیش کیا۔

چونکہ یہ ایک غیر معمولی دعوی تھا اس لیے فوراً ہی ان الفاظ میں اپنی صفائی پیش کر دی اور لکھا:

فما القى اليكم الا مايلقى الى ولا انزل فى هٰذا المسطور الامايُنزل به على ولست بنبي ولا رسول ولكنى وارث ولآخرتى حارث فمن اللّٰه فاسمعوا والى اللّٰه فارجعوا۔

پس میں تمہاری طرف وہی القا کر رہا ہوں جو مجھ پر القا ہوا تھا اور ان لکھی ہوئی سطروں میں وہی تم پر اتار رہا ہوں جو مجھ پر اتارا گیا تھا اور میں نبی نہیں ہوں اور نہ رسول ہوں لیکن وارث رسول ہوں اور اپنی آخرت کی کھیتی کا کاشتکار ہوں پس یہ سب باتیں اللہ ہی کی طرف سے ہیں اس لیے ان کو سنو اور اللہ ہی کی طرف لوٹو۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



فتوحات مکیہ کی ابتداء میں بھی ایک خطبہ ہے جس کے متعلق خود ابن عربی نے لکھا ہے کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ کو ''عالم حقائق'' مثال میں دیکھا، آپ کے اردگرد انبیاء ورسل، فرشتے اور اولیاء صف باندھے کھڑے تھے۔ آپ کے داہنے حضرت ابوبکر اور بائیں حضرت عمر تھے۔ آپ کے سامنے ختم (خاتم الاولیا) تھے جن کے پیچھے ابن عربی بیٹھے ہوئے تھے، حضرت عثمان اور حضرت علی بھی تشریف فرما تھے، آنحضرت ﷺ نے ابن عربی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: اے محمد! اٹھ اور اس کی ثنا کر جس نے مجھ کو بھیجا اور میری تعریف بیان کر۔ فوراً ابن عربی کے سامنے ایک منبر لا کر رکھا گیا جس کی پیشانی پر چمکدار نور سے یہ لکھا ہوا تھا هذا هو المقام المحمدی الاطهر (یہ ہے وہ پاک محمدی مقام) ابن عربی شرماتے ہوئے اس منبر پر چڑھے اور فی البدیہہ ایک فصیح وبلیغ عربی خطبہ دیا اور جب وہ عالم بالا کے اس ''مشہد نومی'' سے عالم سفلی کی طرف آئے تو اسی حمد مقدس کو اپنی کتاب فتوحات مکیہ کا خطبہ قرار دیا۔

اس میں ذرا بھی شبہ نہیں کہ ابن عربی علوم منقول ومعقول کے ماہر اور ایک زبردست ادیب وخطیب تھے، ان کو نظم اور نثر پر یکساں قدرت حاصل تھی، ان کا دماغ عجیب وغریب علمی وروحانی حقائق اور اچھوتے دلائل قرآن وسنت اور استنباطات مسائل کا ایک زبردست خزینہ تھا، وہ علوم حکمت کا ایک بحر ذخار تھے۔ مگر ان کی تصنیفات کے آئینے میں ہمیں ان کی ایک عجیب وغریب شخصیت دکھائی دیتی ہے جس کا مثیل ونظیر سارے عالم اسلامی کی تاریخ میں کوئی نظر نہیں آتا، انہوں نے اتنے غیر معمولی دعوے اور اتنے عجیب وغریب واقعات اور حقائق بیان کیے ہیں کہ ہمارے لیے یہ فیصلہ کرنا دشوار ہے کہ ان میں کہاں تک صداقت اور واقعیت ہوسکتی ہے۔

ابن عربی نے اقطاب کی تعداد پر بحث کرتے ہوئے ایک جگہ لکھا ہے میں نے تمام انبیاء ورسل کا عینی مشاہدہ کیا ہے، میں نے قوم عاد کے پیغمبر حضرت ہود علیہ السلام سے براہ راست گفتگو کی ہے۔ میں نے تمام مومنین کا جو اس وقت تک پیدا ہو چکے ہیں اور قیامت تک پیدا ہوتے رہیں گے، عینی مشاہدہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دو مختلف وقتوں میں لیکن ایک ہی جگہ ان کا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



مشاہدہ کرایا ہے۔ آنحضرت ﷺ کو چھوڑ کر میں نے باقی تمام رسولوں کی ہم نشینی کا فیض اٹھایا ہے اور اس سے نفع حاصل کیا ہے۔ میں نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ سے قرآن پڑھا ہے۔ حضرت عیسیٰ روح اللہ کے ہاتھ پر توبہ کی ہے، حضرت موسیٰ کلیم اللہ نے مجھے کشف و ایضاح اور رات دن کے الٹ پھیر کا علم عطا فرمایا ہے۔ اور جب مجھے یہ علم حاصل ہو گیا تو میرے لیے رات رات نہ رہی بلکہ پورا ہی دن ہو گیا۔ میرے لیے سورج کے طلوع و غروب کا کوئی فرق باقی نہ رہا، اس کا کشف خدا کی طرف سے اس بات کی اطلاع تھی کہ آخرت میں شقاوت و بدبختی کے اندر میرا کوئی حصہ نہیں ہے، میں نے حضرت ہود علیہ السلام سے ایک مسئلہ کی وضاحت چاہی تو آپ نے مجھے اس کی معرفت بخشی اور مجھے اس زمانہ تک کے وجود کی معرفت بخشی ہو گئی، رسولوں میں سے میں نے آنحضرت ﷺ، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ، حضرت ہود، اور حضرت داؤد کے ساتھ معاشرت اختیار کی، باقی رسولوں کو میں نے صرف دیکھا ہے ان کی صحبت مجھے حاصل نہیں ہوئی ہے۔ [1]

ابن عربی نے اور جگہ لکھا ہے کہ دمشق میں یحییٰ بن اخفس نامی ایک صاحب علم و فضل بزرگ تھے جن کے والد طلبہ کو عربی کا درس دیا کرتے تھے، ایک دن یحییٰ نے مجھے چٹھی لکھی کہ انہوں نے گزشتہ رات آنحضرت ﷺ کو خواب میں جامع اموی دمشق کے مقصورۂ خطابت میں بیٹھے ہوئے دیکھا۔ لوگ آگے بڑھ بڑھ کر آپ کے ہاتھ پر بیعت کر رہے تھے، مگر وہ ہجوم کی وجہ سے پیچھے کھڑے رہے اور جب اژدحام ذرا کم ہوا تو آگے بڑھے اور آپ سے مصافحہ کیا۔ آنحضرت نے فرمایا: ''اے یحییٰ! کیا تم محمد کو جانتے ہو؟'' انہوں نے جواب دیا: کون محمد؟ آپ نے کہا: ''محمد ابن عربی۔'' یحییٰ نے کہا: ہاں میں ان کو جانتا ہوں، پھر آپ نے ان سے کہا کہ ابن عربی سے جا کر کہو وہ کام پورا کر دیں جس کا آپ نے حکم دیا ہے۔ پھر آپ نے یحییٰ کو حکم دیا کہ ابن عربی کے ساتھ رہ کر ان کے علم سے فائدہ اٹھائیں۔ آنحضرت ﷺ نے حسان بن ثابت کو بلایا اور کہا کہ یحییٰ کو اپنا ایک شعر دے دو تا کہ ابن عربی اس کے قافیہ اور ردیف پر انصار اور خاص کر سعد بن عبادہ کی مدح میں ایک شاندار قصیدہ لکھیں اور جمعرات کی

---

[1] فتوحات مکیة: ٤/ ٧٧۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



شب کو دمشق کی قبرالست پر بیٹھے ہوئے حامد نامی ایک شخص کے حوالے کر دیں۔ حسان بن ثابت نے اپنا ایک شعر ان کے حوالے کیا۔

ابن عربی نے لکھا ہے کہ ان کی والدہ خود انصار سے تھیں۔ اس لیے انہوں نے کسی تفکر و تدبر کے بغیر ایک قصیدہ لکھا جس کے تین اشعار یہاں ذیل میں نقل کیے جاتے ہیں۔

فاقول مبتديا الطاعة احمد

فی مدح قوم سادة ابرار

پس میں آنحضرت کے فرمان کی اطاعت کرتے ہوئے نیک اور سردار قوم کی تعریف اور مدح میں لکھتا ہوں۔

انی امراؤٌ من جملة الانصار

فاذا مدحتهمو مدحت بخاری

بے شک میں انصار ہی کے خاندان سے ہوں پس جب میں ان کی مدح کرتا ہوں تو گویا اپنے ہی خاندان کی مدح کرتا ہوں۔

بسیوفهم قام الهدی وبهم علت

انواره فی راس کل منار

انہی کی تلواروں کی بدولت ہدایت قائم ہوئی اور اس کے انوار منارے کے اوپر ظاہر ہوئے۔

ابن عربی نے اپنا یہ قصیدہ لکھ کر یحییٰ کے حوالے کیا اور وہ آنحضرت ﷺ کے حکم کے مطابق جمعرات کی شب کو عشا کی نماز کے بعد قبرالست پر بیٹھے ہوئے آدمی کے پاس لے گئے۔ انہیں دیکھتے ہی اس شخص نے پوچھا وہ قصیدہ لائے ہو جس کے لکھنے کا آنحضرت نے حکم دیا تھا۔ یحییٰ نے یہ قصیدہ ان کے حوالہ کیا۔ موم بتی کی روشنی میں حامد نے یہ قصیدہ پڑھنا چاہا مگر رسم الخط کے بدل جانے کی وجہ سے وہ اس کو پڑھ نہ سکے۔ [1] آخر خود یحییٰ نے پڑھ کر یہ قصیدہ سنایا۔ [2]

---

[1] یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ شخص خط نسخ سے واقف نہیں تھا جس میں ابن عربی نے اپنا قصیدہ لکھا تھا، وہ شخص صحابہ یا تابعین سے تھا جس کے زمانہ میں خط کوفی رائج تھا۔ [2] فتوحات مکیة: ۱/ ۲۶۷۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ابن عربی نے ایک دوسری جگہ لکھا ہے کہ ہمارے زمانہ میں حضرت عیسیٰ و یونس علیہما السلام کے ساتھیوں کی ایک جماعت زندہ ہے جو لوگوں سے الگ تھلگ زندگی گزارتی ہے۔ ابن عربی لکھتے ہیں کہ میں نے یونس کے ساتھیوں میں سے ایک کو دیکھا اور اس کا پیچھا کیا مگر وہ بہت ہی تیزی کے ساتھ آگے نکل گیا۔ میں نے اس کے قدم کا ناپ لیا تو اپنی بالشت سے پونے چار بالشت پایا۔ [1]

ابن عربی نے یہ بھی دعویٰ کیا ہے:

فليس في العالم عندنا في نظرنا شيئ موجود الا ولنا فيه شهود عين حق۔ [2]

''ہمارے نزدیک اس دنیا میں کوئی چیز ایسی موجود نہیں ہے جس کا عینی ٹھیک مشاہدہ ہمیں حاصل نہ ہو۔''

ابن عربی کا زیادہ تر اعتماد کشف پر تھا۔ اگر کوئی حدیث روایتاً یا درایتاً صحیح نہ ہو اس کے باوجود کشف اس کی صحت پر دلالت کر رہا ہو تو ابن عربی کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہوتی تھی۔ [3]

ابن عربی نے عناصر اربعہ پر بحث کی ہے اور یہ بتایا ہے کہ سب سے پہلے پانی کا عنصر وجود میں آیا ہے۔ اس دعوے کی بنیاد کشف پر رکھی ہے چنانچہ کہتے ہیں:

مستندنا الكشف في ما ندعيه من هذا وغيره من العلوم وقد تكون تلك العلوم مما يدرك بالنظر الفكري فمن اصاب في نظره وافق اهل الكشف و من اخطأ في نظره خالف اهل الكشف۔ [4]

''ایسے اور دوسرے علوم میں جو کچھ ہم دعویٰ کرتے ہیں ہمارا اعتماد کشف ہی پر ہے اور کبھی یہ علوم فکری نظر سے بھی حاصل کیے جا سکتے ہیں۔ پس جس کی نظر ٹھیک

---

[1] فتوحات مكية: ١/ ٢٢٣۔ [2] فتوحات مكية: ١/ ٢٢٢۔
[3] ایضاً، ٢٣٤۔ [4] رسائل ابن عربی مطبوعہ حیدر آباد جزء ثانی کتاب الاسفار صفحہ ٧ اور ٨۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہوگی وہ کشف والوں کی موافقت کرے گا۔ اور جس کی نظر غلط ہوگی وہ کشف والوں کی مخالفت کرے گا۔''

ابن عربی کا نظریہ یہ بھی تھا کہ ان کا زمانہ کشف وشہود اور علمی فتوحات میں قرون اولیٰ سے بڑھا ہوا ہے کیونکہ قرون اولیٰ کے لوگ محض عملی حیثیت سے فوقیت رکھتے تھے ان کے زمانہ میں کشف وشہود اور علمی فتوحات زیادہ نہیں تھیں مگر زمانہ جیسے جیسے آگے بڑھتا جائے گا۔ عمل میں کمی ہوتی جائے گی اور علم اور کشف کی طاقت بڑھتی جائے گی یہاں تک کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا وقت آئے گا تو انسان اپنی ران سے باتیں کرنے لگے گا۔ ابن عربی نے لکھا ہے کہ ان کے زمانے کی ایک رکعت پچھلے زمانے کے لوگوں کی عمر بھر کی عبادت کے برابر ہے۔

ابن عربی نے خود ہی لکھا ہے کہ انہوں نے کئی مرتبہ بیداری اور خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور ان سے فتویٰ پوچھا۔ [1] انہوں نے حضرت خضر علیہ السلام سے کئی مرتبہ ملاقات کی اور انہیں پانی پر چلتے اور فضائے آسمانی میں حصیر بچھا کر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ [2] یہی نہیں بلکہ کئی بزرگوں کو ہوا میں اڑتے ہوئے پایا۔ [3] انہوں نے کعبہ کے اندر عباسی خلیفہ ہارون الرشید کے زاہد و عابد لڑکے احمد السبتی کی متجسد روح سے ملاقات کی اور اس سے حالات دریافت کیے۔ [4] اسی طرح مشہور صوفی ابوعبدالرحمٰن السلمی (المتوفی: ۴۱۲ھ) کی متجسد روح سے بھی ملاقات کی۔ [5] بڑے بڑے اوتاد و ابدال اور اقطاب سے بھی ملے۔ [6] یہی نہیں بلکہ تجلی کی حالت میں حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ذوالنون مصری، حضرت سہل بن عبداللہ تستری، حضرت جنید بغدادی، حسین بن منصور حلاج، ابوعبداللہ المرتعش اور ابن عطا سے ملاقات کی اور گفتگو کی۔ ان سب نے ابن عربی کی غیر معمولی ذکاوت وذہانت اور قابلیت ولیاقت کا اعتراف کیا۔ [7] حضرت جنید ان کی غیر معمولی قابلیت

---

[1] فتوحات مكية: ٤/ ٥٥٢۔ [2] ایضًا: ١/ ١٨٦ و ٣/ ٣٣٦۔ [3] ایضًا: ١/ ٢٢٥۔
[4] ایضًا: ١/ ٢٣٨، ٢/ ١٥، ٤/ ١٢۔ [5] ایضًا: ٢/ ١٦٢۔ [6] ایضًا: ٢/ ٧، ٨۔
[7] رسائل ابن عربی، کتاب التجلیات: ٢/ ٣٢۔ ٣٧۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



دیکھ کر شرمسار ہو گئے۔ ابن عربی نے انہیں اطمینان دلایا کہ جب انہیں ابن عربی جیسا جانشین ملا ہے تو پھر انہیں کیا خوف ہو سکتا ہے۔ ❶ حضرت سہل بن عبداللہ تستری نے ابن عربی سے فرمایا تم علم توحید میں امام ہو۔ تم نے وہ کچھ جان لیا ہے جس کو میں نہیں جان سکتا تھا۔ ❷

ایک مرتبہ ابن عربی نے حسین بن منصور حلاج کی موجودگی میں ابو عبداللہ المرتعش سے پوچھا بتاؤ توحید کی بنیاد کن چیزوں پر ہے۔ مرتعش نے جواب دیا تین قواعد پر۔ ابن عربی نے کہا: جس توحید کی بنیاد تین قواعد پر ہو وہ توحید ہی نہیں ہے۔ یہ سن کر مرتعش شرمندہ ہوئے۔ ابن عربی نے کہا تم شرمندمت ہو۔ مرتعش نے جواب دیا۔ تم نے تو میری کمر توڑ دی ہے۔ ابن عربی نے کہا سہل اور جنید کے مقابلہ میں تمہاری کیا حقیقت ہے۔ ان دونوں نے میرے کمال پر گواہی دی ہے۔ مرتعش نے کہا تم مجھ کو کم از کم متاخرین کی صف میں شامل کر لو۔ ابن عربی نے کہا: ہاں۔ ❸

ابن عربی شمالی افریقہ کے شہر فاس میں تھے۔ ایک رات انہیں سخت بے چینی محسوس ہوئی۔ دل بہلانے کی غرض سے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اتنے میں دروازے کے پیچھے سے کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ دروازہ بند تھا۔ یہ دروازہ خود بخود کھلا اور قطب وقت اندر تشریف لائے اور فرمایا عارف کیا چاہتا ہے۔ ابن عربی نے جواب دیا۔ ملاء اعلیٰ کے اسرار معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ قطب وقت نے ملاء اعلیٰ کی طرف تمسخرانہ انداز میں دیکھا اور کہا لکھ جو کچھ کہ مجھ سے ظاہر ہوتا ہے۔ ابن عربی قطب وقت کو دیکھ رہے تھے اور ایسا محسوس کر رہے تھے کہ خود ان پر اسرار الٰہی نازل ہو رہے ہیں..... ابن عربی پر بے پناہ وجد طاری ہو گیا اور انہوں نے اپنے محسوسات کو نظم کرنا شروع کیا۔ ابن عربی ایسا محسوس کر رہے تھے کہ وہ خود اپنی طرف سے کچھ نہیں بول رہے ہیں بلکہ وہ قطب وقت ہی کے دل و دماغ کی ترجمانی کر رہے ہیں۔ جیسے ہی اس نظم کا سلسلہ ختم ہوا۔ قطب وقت نے فرمایا: ان اسرار کو لوگوں پر ظاہر مت کرو کیونکہ یہ الٰہی اسرار ہیں۔ ابن عربی نے ان کے حکم کی تعمیل کی اور پھر ان کو کسی پر ظاہر ہونے

---

❶ ایضاً: ۳۵۔ ❷ ایضاً: ۳۸۔ ❸ ایضاً: ۳۹۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



نہیں دیا۔ [1]

ابن عربی نے جامع تونس کے مقصورہ مثنی میں بیٹھ کر چند اشعار لکھے، جب تین مہینے بعد اشبیلیہ پہنچے تو وہاں کی جامع عدیس میں ایک شخص کو وہی اشعار پڑھتا ہوا پایا۔ ابن عربی نے اس سے پوچھا کہ یہ اشعار اسے کہاں سے ملے ہیں اس نے کہا: فلاں رات ایک شخص یہ اشعار پڑھتا ہوا گزرا اور ہمیں اچھے معلوم ہوئے تو ہم نے ان کو یاد کر لیا۔ اور تاریخ بالکل وہی بتائی جس رات کو ابن عربی نے لکھا تھا اس سے ابن عربی نے یہ نتیجہ نکالا ہو نہ ہو۔ خضر نے ان کے یہ اشعار اشبیلیہ پہنچائے ہیں۔ [2]

ایک مرتبہ ۸۸۶ھ میں ایک شخص نے ابن عربی کے سامنے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آگ کے ٹھنڈی ہونے کے واقعہ سے انکار کیا اور اس کی تاویل کی۔ ابن عربی نے سامنے رکھی ہوئی انگیٹھی کے جلتے اور دہکتے ہوئے انگارے اس کے دامن میں انڈیل دیئے۔ وہ ان انگاروں سے کھیلتا رہا۔ مگر آگ اس کو جلا نہ سکی اور پھر جب ان انگاروں کو انگیٹھی میں الٹ دیا تو آگ کی خاصیت واپس لوٹ آئی۔ یہ دیکھ کر وہ شخص معجزات انبیا کا قائل ہو گیا۔ [3]

ابن عربی کے شیخ یوسف بن یخلف الکرمی نے ایک دن بطور طنز کہا آج کل ابن عربی تو زندوں سے زیادہ مردوں کی صحبت پسند کرتے ہیں۔ ابن عربی نے شیخ یوسف کو اس کا مشاہدہ کرانے کا تہیہ کر لیا۔ ایک دن قبرستان میں بیٹھ کر شیخ یوسف کو بلا بھیجا۔ انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ مردے ابن عربی سے بات چیت کر رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر ان کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا۔ وہ سر جھکائے بیٹھے رہے۔ ان روحوں کا ان پر ایسا زبردست بوجھ محسوس ہوا کہ انہیں ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ ان کے اعضا پھٹ جائیں گے ابن عربی کے فارغ ہونے تک شیخ یوسف اپنی گردن اٹھا نہ سکے۔ جب وہ وہاں سے اٹھے تو ابن عربی کے کمالات کا اعتراف کر لیا۔ [4]

ابن عربی نے اپنی دو سال سے بھی کم عمر بچی زینب سے جماع کے متعلق ایک مسئلہ

---

[1] رسائل ابن عربی، رسالہ منزل قطب: ۲/ ۱۴۔ [2] فتوحات مکیۃ: ۳/ ۳۳۹۔
[3] ایضًا: ۲/ ۳۷۱۔ [4] فتوحات مکیۃ: ۳/ ۴۵۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



پوچھا تو وہ فوراً بول پڑی۔ یہ دیکھ کر بچی کی ماں اور نانی چیخ اٹھی اور بچی کی نانی تو بے ہوش ہو گئی۔ [1]

۵۹۹ھ میں جبکہ ابن عربی مکہ میں تشریف فرما تھے۔ ایک عورت نے خواب دیکھا کہ قیامت ہو چکی ہے اور سب کے اعمال کا حساب کتاب ہو گیا ہے۔ اس عورت کے ہاتھ میں جہنم سے چھٹکارے کا پروانہ دیا گیا۔ اس نے اپنے ہاتھ میں یہ پروانہ لیا ہی تھا کہ اس کی آنکھ کھل گئی۔ اس کی مٹھی بند ہو گئی۔ لوگوں نے اس کو کھولنے کی بہت کوشش کی مگر وہ کھلنے کی بجائے اور بند ہوتی جا رہی تھی۔ علما و فقہاء اور اطباء اس کے متعلق کوئی تدبیر نہیں بتا سکے۔ آخر میں ابن عربی کو بلایا گیا اور انہوں نے چپکے سے عورت کے کان میں کہا کہ اپنا ہاتھ منہ تک لے جاؤ اور اس کو نگل جاؤ۔ عورت نے ایسا ہی کیا مٹھی فوراً کھل گئی اور وہ عورت سر الٰہی کو نگل گئی۔ لوگوں نے جب حیرت زدہ ہو کر سبب دریافت کیا تو ابن عربی نے حضرت امام مالک کے زمانہ کے ایک عجیب و غریب واقعہ سے استدلال کیا۔ [2]

ابن عربی لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ کعبۃ اللہ کو مجھ پر بڑا ہی طیش آ گیا۔ وہ اپنی بنیادوں سے بلند ہو کر ابن عربی پر گر جانا چاہتا تھا۔ ابن عربی نے حجر اسود کو ڈھال بنایا۔ انہوں نے کعبۃ اللہ کو یہ کہتے ہوئے صاف طور پر سنا کہ ذرا نزدیک تو آؤ۔ دیکھو میں تمہیں کیا کرتا ہوں۔ کب تک تم میری قدر گھٹاتے رہو گے اور عارفین کو مجھ پر فضیلت دیتے رہو گے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے لیے ساری عزت اور بڑائی ہے! میں ہرگز ہرگز تمہیں اپنا طواف کرنے نہیں دوں گا۔ ابن عربی کہتے ہیں کہ اس وقت میں نے سوچا کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو ادب سکھانا چاہتا ہے۔ میں نے خدا کا شکریہ ادا کیا۔ کعبہ اپنی بنیادوں سے بلند ہو کر اسی طرح مجھ پر حملہ کرنا چاہتا تھا جس طرح کہ ایک شخص اپنا دامن سمیٹ کر اپنے دشمن پر حملہ آور ہونا چاہتا ہے۔ میں نے کعبہ کی تعریف شروع کر دی۔ جیسے جیسے میں اس کی تعریف کرتا جا رہا تھا۔ اس کا غصہ بھی ٹھنڈا ہوتا جا رہا تھا۔ اور وہ اپنی بنیادوں پر جمتا جا رہا تھا۔ اس نے پھر میری طرف اشارہ کر کے کہا کہ میں طواف شروع کروں جب میں حجر اسود کے پاس پہنچا تو میری زبان سے کلمۂ

---

[1] ایضاً: ۶۰۔ [2] ایضاً: ۶۰۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



شہادت نکلا جو حجر اسود میں متمکن ہو گیا۔ میں نے کعبہ کی تعریف میں کئی رسائل لکھے ہیں جن کو تاج الرسائل کے نام سے مرتب کر دیا ہے۔ [1]

اس قسم کے بیسیوں واقعات ان کی مختلف کتابوں سے چن کر پیش کیے جا سکتے ہیں لیکن ان واقعات سے زیادہ ان کے خصوصی مسائل جیسے مسئلہ وحدت الوجود، مسئلہ اکتساب مقام نبوت، مسئلہ ختم ولایت وغیرہ لوگوں کے دلوں میں زیادہ کھٹکتے رہے ہیں۔ ہر زمانہ میں علما کے درمیان ان نزاعی مسائل کے متعلق موافق یا مخالف بحث ہوتی رہی ہے۔ علما و مشائخ کی ایک بڑی تعداد ابن عربی کی زندگی اور ولایت کی قائل تھی اور جو بھی ابن عربی پر تنقید کرتا وہ ان سب کا نشانۂ ملامت بن جاتا تھا مگر ان کی موافقت کرنے والے بھی ان کے خیالات کے سمجھنے سے قاصر تھے۔ کسی میں بھی اتنی ہمت نہیں تھی کہ ابن عربی کے خیالات کی وضاحت کر سکیں بعض لوگوں نے ان مسائل کے ثبوت کے لیے کشف کی آڑ لی ہے اور یہ سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ یہ مسائل عقلی و نقلی دلائل سے ثابت نہیں کیے جا سکتے۔ اس کے لیے سلوک کی مختلف منزلیں طے کرنی ہوں گی اور کشف کے ذریعہ ان مسائل کی حقانیت کا مشاہدہ کرنا ہو گا لیکن سوال یہ ہے کہ اگر کشف ہی پر ان کی بنیاد ہو تو پھر وحدت الوجود اور وحدت الشہود کا اختلاف کیونکر ہوا۔ کشف تو بہر حال ایک ہی راہ دکھا سکتا ہے۔ اب ہم ذیل میں ابن عربی کے ان مذکورۂ بالا مسائل کے متعلق صرف توضیحی بحث کرتے ہیں۔

## مسئلہ وحدت الوجود

وحدت الوجود سے ابن عربی کیا مراد لیتے تھے، ان کی کتابوں سے صاف اور واضح نہیں ہوتا۔ انہوں نے اکثر جگہ ارشادات میں گفتگو کی ہے۔ اگر کسی جگہ ان پر گرفت ہوئی تو انہوں نے جھٹ سے ایسے معانی بیان کر دیئے ہیں جن کی حقانیت میں کسی کو اعتراض نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ انہوں نے ایک مرتبہ لکھا:

---

[1] فتوحات مکیۃ ۱/ ۷۰۰، ۷۰۱۔ یہ کل آٹھ رسائل ہیں جو مطبع کردستان العلمیہ مصر سے ۱۳۲۸ھ میں شائع ہوئے ہیں۔ ان کے نام یہ ہیں۔ الہیہ، قدسیہ، اتحادیہ، سریانیہ، مشہدیہ، فردوسیہ، عذریہ، وجودیہ۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


یا من یرانی ولا اراہ
کم ذا اراہ ولا یرانی

اے وہ جو مجھ کو دیکھتا ہے اور میں اس کو نہیں دیکھتا، کتنی مرتبہ میں اس کو دیکھتا ہوں اور وہ مجھ کو نہیں دیکھتا۔

کسی نے اس پر گرفت کی اور ابن عربی سے پوچھا تم کس طرح یہ کہہ سکتے ہو کہ وہ تم کو نہیں دیکھتا جبکہ تم یہ جانتے ہو کہ وہ تم کو دیکھ رہا ہے۔ ابن عربی نے فوراً اس شعر کی یوں تضمین کی اور کہا:

یا من یرانی مجرما ولا اراہ آخذ
کم ذا اراہ منعما ولا یرانی لائذا

اے وہ جو مجھ کو گنہگار دیکھتا ہے اور میں اس کو گرفت کرنے والا نہیں دیکھتا، کتنی مرتبہ میں اس کو احسان کرنے والا دیکھتا ہوں اور وہ مجھ کو پناہ لینے والا نہیں دیکھتا۔

اب اس شعر کی حقانیت میں کسی کو کیا شبہ اور اعتراض ہو سکتا ہے۔

ابن عربی نے وحدت الوجود کے متعلق مختلف حیثیتوں سے اظہار خیال کیا ہے۔ ایک جگہ لکھتے ہیں:

الرب حق والعبد حق
یالیت شعری من المکلف
ان قلت عبد فذاك میت
او قلت رب انّی یکلف

پروردگار بھی حق ہے اور بندہ بھی حق ہے۔ اے کاش! میں یہ جانتا کہ ان میں سے کون مکلف ہے اگر تم کہو کہ وہ بندہ ہے تو وہ مردہ ہے اور اگر یہ کہو کہ وہ پروردگار ہے تو وہ مکلف کیونکر ہو سکتا ہے۔

ایک دوسری جگہ اسی مضمون کو دوسرے پیرایہ میں ادا کیا ہے، کہتے ہیں:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



تعجبت من تکلیف ما هو خالق
له وانا لا فعل لی فاراه
فیالیت شعری من یکون مکلفا
وما ثم الا اللّٰه لیس سواه

مجھے اس شخص کے مکلف بنانے پر تعجب ہے جس کا وہ خالق ہے حالانکہ میں اپنا کوئی فعل نہیں دیکھتا پس اے کاش: مجھے یہ معلوم ہوتا کہ کون مکلف ہے اس لیے کہ یہاں اللہ کے سوائے کسی اور کا وجود نہیں ہے۔

ایک جگہ خدا اور بندے کو ایک شفاف شیشے اور اس کے اندر کی شراب سے تشبیہ دی ہے۔ فرماتے ہیں:

رق الزجاج و رقت الخمر
فتشاکلا فتشابه الامر
فکانما خمر ولا قدح
وکانما قدح ولاخمر

شیشہ شفاف ہو گیا اور شراب بھی شفاف ہو گئی۔ دونوں کی شکل ایک ہو گئی اس لیے معاملہ مشتبہ ہو گیا۔ پس یوں کہنا ٹھیک ہوگا کہ شراب ہے اور پیالہ نہیں ہے یا پیالہ ہے اور شراب نہیں ہے۔

ایک دوسری جگہ لکھا ہے:

فلولاه لما کنا
ولو لا نحن ما کان

پس اگر وہ نہ ہوتا ہم نہ ہوتے اور اگر ہم نہ ہوتے تو وہ نہیں ہوتا۔

فان قلنا بانا هو
یکون الحق ایانا

پس اگر ہم یہ کہیں کہ ہم وہ ہیں تو ہم ہی سے حق مراد ہوگا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



| | | |
|---|---|---|
| فابد | انا | واخفاه |
| وأبداه | و | أخفانا |

پس اس نے ہم کو ظاہر کیا اور اپنے آپ کو چھپالیا اور اپنے آپ کو ظاہر کیا اور ہم کو چھپالیا۔

| | | |
|---|---|---|
| فكان | الحق | اكوانا |
| وكنا | نحن | اعيانا |

پس حق اکوان ہو گیا اور ہم اعیان ہو گئے۔

| | | |
|---|---|---|
| فيظهرنا | | لنظهره |
| سرارا | ثم | اعلانا |

پس وہ ہم کو ظاہر کرتا ہے تا کہ ہم اس کو ظاہر کریں پہلے چھپا کر پھر کھلم کھلا۔

ابن عربی نے فصوص الحکم میں کئی جگہ وحدت الوجود کی طرف اشارے کیے ہیں۔ ایک جگہ کہتے ہیں:

فان العارف من يرى الحق فى كل شئ بل يراه عين كل شئ

(فص هارونيه)

''پس عارف وہی ہے جو ہر چیز میں حق کو دیکھتا ہے بلکہ وہ حق ہی کو ہر چیز کا عین دیکھتا ہے۔''

فص لقمان میں آنحضرت ﷺ کی اس حدیث قدسی کی طرف (جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ جب بندہ نوافل زیادہ پڑھتا ہے تو خدا اس کے قریب ہو جاتا ہے یہاں تک کہ وہ اس کی آنکھ، کان، زبان، ہاتھ اور پاؤں ہو جاتا ہے) اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فعين مسمى العبد هو الحق لا عين العبد۔

''پس بندے کا عین مسمی وہی حق ہے وہ بندے کا عین نہیں ہے۔''

اس جگہ ابن عربی نے عبد کے مسمی اور خود بندے کے درمیان تفریق کی ہے:

فص ہود میں اسی حدیث قدسی پر بحث کرتے ہوئے صاف لکھا ہے:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



فلا قرب اقرب من ان یکون ھویته عین اعضاء العبد وقواه لان عینه تعالٰی بعینه موجودة فی کل صغیر وکبیر ولیس العبد سوی ھٰذا الاعضاء والقوی فھو حق مشھود فی خلق متوھم فالخلق معقول والحق محسوس مشھود عند المومنین و اھل الکشف والوجود وما عدا ھٰذین الصنفین فالحق عندھم معقول والخلق مشھود فھم بمنزلة الماء الملح الاجاج والطائفة الاولٰی بمنزلة الماء العذب الفرات السائغ لشاربه۔

''پس کوئی نزدیکی اس سے زیادہ نزدیک نہیں ہوسکتی کہ خدا کی ہویت بندے کے اعضاء وقوی کے عین ہو جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا عین بعینہٖ ہر چھوٹی اور بڑی چیز میں موجود ہے اور بندہ ان اعضاء اور قوی کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا پس موہوم مخلوق میں حق کا مشاہدہ ہوتا ہے۔ پس وہ لوگ جو مومن ہیں اور اہل کشف وجود ہیں مخلوق کو عقلی طور پر جانتے ہیں اور حق کا حسی مشاہدہ کرتے ہیں اور ان دونوں صنفوں کے علاوہ دوسرے جو لوگ ہیں وہ حق کو عقلی طور پر جانتے ہیں اور مخلوق کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ پس ایسے لوگ کھارے بدمزے پانی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اور پہلی جماعت یعنی اکابر صوفیہ پانی پینے والے کی پیاس بجھانے والے میٹھے اور شیریں پانی کی حیثیت رکھتے ہیں۔''

اور آگے چل کر واضح طور پر لکھا ہے:

انه عین الاشیاء۔

''بے شک (اللہ تعالیٰ) اشیاء کا عین ہے۔''

فص سلیمانیہ میں بھی اس کی طرف اشارہ کیا ہے اور کہا ہے:

انما الکون خیال وھو حق فی الحقیقة
کل من یفھم ھٰذا حازا اسرار الطریقة

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



بے شک عالم ایک خیال ہے اور وہ حقیقت میں حق ہے اس بات کو جو شخص سمجھتا ہے وہی طریقت کے اسرار پر حاوی ہو گیا ہے۔

فتوحات مکیہ میں بھی کئی جگہ اس مسئلہ کی طرف اشارے کیے ہیں چنانچہ ایک جگہ لکھتے ہیں:

ففی الحق عین الخلق ان کنت ذا عین
وفی الخلق عین الحق ان کنت ذا عقل

''پس حق ہی میں خلق کا عین ہے اگر تو آنکھ والا ہے اور خلق ہی میں حق کا عین ہے اگر تو عقل والا ہے۔''

فان کنت ذا عین وعقل معا فما
تری غیر شي واحد فیه بالفعل

''پس اگر تو آنکھ اور عقل والا دونوں ہو تو بالفعل ایک ہی چیز کے سوا کسی اور کو نہیں دیکھے گا۔''

دوسری جگہ لکھتے ہیں: [1]

فالحق معنا اینما کنا فی عدم او وجود فبمعیته ظهرنا فنحن ذونور ولا شعور لنا۔

''پس جہاں کہیں بھی ہم ہوں عدم یا وجود میں حق ہمارے ساتھ ہے پس ہم اسی کی معیت میں ظاہر ہوئے اور ہم نور والے ہوئے اور ہمارے لیے کوئی شعور نہیں تھا۔''

معرفۃ رجال الحیرۃ والعجز کے موضوع پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ایک صاحب عقل یہ شعر یوں پڑھتا ہے:

وفی کل شئ له آیة
تدل علٰی انه واحد

---

[1] فتوحات: ۳/ ۳۲۹۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اور ہر چیز میں اسی کی نشانی ہے جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ وہ ایک ہے۔

مگر ایک صاحب تجلی اس کے مقابلے میں یہ شعر اس طرح پڑھے گا:

وفی کل شیئ له آیة

تدل علٰی انه عینه

اور ہر چیز میں اسی کی نشانی ہے جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ وہ اس کا عین ہے۔

اس کے متعلق مزید تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ان دونوں اشعار کے درمیان وہی فرق ہے جو ان دونوں کلموں (یعنی واحد اور عینہ) کے معانی میں پایا جاتا ہے پس وجود میں اللہ کے سوا کوئی اور نہیں ہے اور اللہ کو اللہ کے سوا کوئی اور نہیں جانتا۔ اسی حقیقت کی بنا پر کہا جس نے بھی کہا کہ میں ہی خدا ہوں۔ جیسا کہ ابو یزید بسطامی اور دوسرے قدیم اہل اللہ نے دعویٰ کیا تھا۔ [1]

ابن عربی نے کئی جگہ اہل نظر اور اہل تصوف کے درمیان تفریق اور تمیز کی ہے اور پہلے گروہ کو علمائے رسوم سے تعبیر کیا ہے جو محض حقیقت کی تہ تک نہ پہنچنے کی وجہ سے اہل تصوف پر طعن تشنیع کرتے رہتے ہیں۔ لیکن ابن عربی نے ان مسائل پر کوئی مستقل اور واضح بحث نہیں کی ہے۔ ہر جگہ مبہم اشعار اور فقروں سے کام لیا ہے۔ شاید انہیں اس کا ڈر لگا ہوا تھا کہ کہیں علمائے ظاہر ان کے ساتھ حلاج کا سا سلوک نہ کریں چنانچہ ایک جگہ خود ہی اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

یا رب جوهر علم لو ابوح به

لقیل لی أنت ممن یعبد الوثنا

علم کے بہت سے جواہر ریزے ایسے ہیں جن کو اگر ظاہر کروں تو لوگ یہ کہیں گے کہ تم بت پرست ہو۔

---

[1] فتوحات مکیة: ۱/ ۲۷۲۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


ولاستحل رجال مسلمون دمی
یرون اقبح ما یا تونه احسنا

اور البتہ وہ مسلمان لوگ جو اپنے برے سے برے کرتوتوں کو بھی اچھا سمجھتے ہیں میرا خون حلال کر دیتے۔

خدا اور بندے کے متعلق ابن عربی کے ان خیالات کو خدا کے وجود حق، انسان کے بلند مرتبے اور کائنات کے فنائے کلی کو ثابت کرنا قرار دیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ ساری کائنات انسان کے لیے پیدا کی ہے انسان خدا کی عبادت کے لیے پیدا کیا گیا ہے اور دنیا میں خدا کا ظہور انسان کی وجہ سے ہوا ہے اور اگر انسان نہ ہوتا تو یہ کائنات بھی وجود میں نہیں آتی۔ خدا کا وجود ازلی و ابدی ہے۔ اس کے وجود کے مقابلے میں اس ساری کائنات کے وجود کی جس میں انسان کا وجود بھی شامل ہے کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اس کا ہونا نہ ہونے کے برابر ہے۔ لیکن خدا اور اس کے ماسوا کے درمیان کسی قسم کی تمیز نہ کرنا بداہتہ غلط ہے۔ ابن عربی کی تحریروں سے صاف پتہ چلتا ہے کہ وہ خدا کے علاوہ دوسری چیزوں کے وجود کو بھی مانتے تھے۔

فالعین واحدة والحکم مختلف
وذاك سر لاهل العلم ینکشف

پس عین ایک ہے اور حکم مختلف ہے اور یہ ایک راز ہے جو اہل علم پر منکشف ہوتا ہے۔

وحدۃ الوجود کے قائلین نے بھی وحدت کے ماننے کے باوجود بندے اور پروردگار کے درمیان تمیز کی ہے چنانچہ ایک مشہور شعر ہے۔

العبد عبد و ان ترقی
والرب رب و ان تنزل

بندہ بندہ ہے اگرچہ وہ ترقی ہی کیوں نہ کرے۔ اور پروردگار پروردگار ہی ہے اگرچہ وہ نیچے کیوں نہ اتر آئے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



صوفیہ کے نزدیک حفظ مراتب ضروری ہے۔اس کا نہیں ماننے والا زندیق ہو جاتا ہے۔

ہر مرتبہ از وجود حکمی دارد
گر حفظ مراتب نہ کنی زندیقی

''وجود کا ہر ایک مرتبہ علیحدہ حکم رکھتا ہے۔اگر تم مراتب کا لحاظ نہ رکھو تو تم زندیق بن جاؤ گے۔''

ابن عربی کے بعد کے صوفیوں نے اس مسئلہ کو اتنا الجھا دیا ہے کہ اس کی حقیقت واضح ہونے کی بجائے اور زیادہ مبہم ہو گئی۔عام طور پر یہ عقیدہ ہو گیا کہ یہ کائنات جس کا ہم مشاہدہ کر رہے ہیں بالکل ہیچ ہے۔اور اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوائے کسی اور کا کوئی وجود نہیں ہے۔

خودی کفر است نفی خویش کن زود
کہ جز حق درحقیقت نیست موجود

یہ عالم جو ہمیں نظر آتا ہے ایک جسم ہے جس کی روح درحقیقت اللہ تعالیٰ ہے چنانچہ شیخ سعدالدین حموی (المتوفی:۶۵۰ھ) فرماتے ہیں:

حق جان جہان است و جہاں جملہ بدن
ارواح و ملائک چو حواس ایں تن
افلاک و عناصر و موالید اعضاء
توحید ہمین است دگر شیوہ وفن

عالم کا یہ تنوع اسی ایک ذات الٰہی کے مختلف مظاہر کا نتیجہ ہے۔

درکون و مکان نیست عیاں جز یک نور
ظاہر شدہ آں نور بانواع ظہور

خدائے تعالیٰ انسان کی ذات سے الگ نہیں ہے۔چنانچہ ایک صاحب صوفی صافی کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اے صوفی صافی تو خدامی طلبی
کوری مگراز خویش جدامی طلبی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



حق باتو زماں زماں سخن می گوید
سرتابقدم اوست کرامی طلبی

بعض نے ابن عربی ہی کے نقطۂ نظر کے مطابق کہ انه عین الاشیاء (اللہ تعالیٰ اشیاء کا عین ہے) یوں تصریح کی ہے:

غیرتش غیر درجہاں نگذاشت
لاجرم عین جملہ اشیاء شد

ان تصورات کے متعلق امام ابن تیمیہ نے جو تنقید کی ہے اس کی بحث آگے آئے گی۔ یہاں یہ بتانا مقصود ہے کہ خود صوفیہ کے درمیان وحدۃ الوجود کے مسئلہ پر اختلاف پیدا ہو گیا اور ایک طبقہ نے اس نقطۂ خیال کی سختی کے ساتھ تردید شروع کر دی جس کے سرگروہ شیخ علاء الدولہ سمنانی (المتوفی: ۷۳۶ھ) تھے انہیں نے سب سے پہلے وحدۃ الوجود کے مقابلے میں وحدۃ الشہود کا نظریہ پیش کیا جس کو آگے چل کر حضرت مجدد الف ثانی نے بڑی شہرت دی تھی۔

## مسئلہ اکتساب مقام نبوت

نبوت اور رسالت ایک خاص عطیہ الٰہی تھا جو ہر کسی کو نہیں مل سکتا تھا۔ صرف اسی شخص کو عطا ہوتا تھا جو خدا کا برگزیدہ ہوتا تھا۔ آنحضرت ﷺ پر اس کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ آپ آخری نبی اور رسول تھے اور خاتم النبیین تھے اور آپ نے یہ اعلان فرمایا:

((لا نبی بعدی)) [1]

''میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔''

اس کے باوجود حدیثوں میں مذکور ہے کہ قیامت کے قریب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول فرمائیں گے، صلیب توڑیں گے، سوروں کو قتل کریں گے اور دنیا میں عدل و انصاف قائم کریں گے۔ اہل کتاب میں سے کوئی آدمی ایسا نہیں ہوگا جو آنحضرت ﷺ پر ایمان نہ لایا ہو۔

اس سے محی الدین ابن عربی یہ استدلال کرتے ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی ایسا

---

[1] صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب ما ذکر عن بنی اسرائیل، ح: ۳٤٥٥۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



نہیں آئے گا جو کوئی نئی شریعت جاری کرنے والا ہو۔ بلکہ وہ آنحضرت ﷺ ہی کی شریعت کو قائم کرے گا۔ دوسرے الفاظ میں تشریعی نبوت ختم ہو چکی ہے، مگر نبوت کا مقام باقی ہے:

فهذا هو الذى انقطع وسد بابه لا مقام النبوة [1]

''پس نئی شریعت کی طرف بلانے کا زمانہ ختم ہو چکا اور اس کا دروازہ بند ہو چکا۔ لیکن نبوت کا مقام بند نہیں ہوا۔''

ابن عربی کے پاس نبوت اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک مقام ہے جس کو انسان حاصل کرتے ہیں:

فالنبوة مقام عند اله يناله البشر وهو مختص بالاكابر من البشر۔ [2]

''پس نبوت اللہ کے نزدیک ایک مقام ہے جس کو انسان پاتا ہے اور وہ برتر انسانوں کے لیے مخصوص ہے۔''

ایک شخص کسب کے ذریعہ یہ مقام حاصل کر سکتا ہے۔ یعنی روحانی ریاضتوں کے ذریعہ ایک نبی کی سی کیفیت اور معرفت پیدا کر سکتا ہے۔

اس مسئلہ میں ابن عربی منفرد نہیں ہیں بلکہ ان سے پہلے امام غزالی (المتوفی: ۵۰۵ھ) کی رائے بھی یہی تھی۔ چنانچہ ابن عربی لکھتے ہیں:

فاذا وقفتم على كلام احد من اهل اللّٰه اصحاب الكشف يشير بكلامه الى الاكتساب مثل الغزالى وغيره فليس مراد هم سوى ماذكرناه۔

''اگر تم کو خدا والے اصحاب کشف میں سے کسی کی یہ بات معلوم ہو کہ وہ اکتساب مقام نبوت کی طرف اشارہ کرتا ہے جیسا کہ امام غزالی وغیرہ نے کیا تھا تو ان کی مراد اس کے سوائے کچھ اور نہیں تھی جس کو کہ ہم نے ذکر کیا ہے۔''

پھر اس کی مزید تشریح کرتے ہوئے کہتے ہیں:

---

[1] فتوحات مكية: ۲/ ۳۔ [2] ایضاً۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



فسددنا باب اطلاق لفظ النبوة علىٰ هذا المقام مع تحققه لئلا يتخيل متخيل ان المطلق لهذا اللفظ يريد نبوة التشريع فيغلط كما اعتقده بعض الناس فى الامام ابى حامد فقال عنه انه يقول باكتساب النبوة فى كيمياء السعادة وغيره معاذ اللّٰه ان يريد ابو حامد غير ما ذكرناه۔ [1]

''پس اس مقام پر اس کے ثابت ہونے کے باوجود نبوت کے لفظ کا اطلاق ہم نے بند کر دیا ہے تا کہ کوئی خیال کرنے والا یہ خیال نہ کرے کہ اس لفظ نبوت کا اطلاق کرنے والا تشریعی نبوت مراد لیتا ہے اور اس طرح غلطی میں پڑ جاتا ہے جیسا کہ بعض لوگوں نے امام حامد غزالی کے متعلق یقین کر لیا اور یہ کہنا شروع کیا کہ انہوں نے اپنی کتاب کیمیائے سعادت وغیرہ میں نبوت کے اکتسابی ہونے کا ذکر کیا ہے۔ خدا کی پناہ ابوحامد کی مراد اس کے سوا کچھ نہیں تھی جس کو کہ ہم نے ذکر کیا ہے۔''

صوفیہ کا تصور یہ تھا کہ مراقبہ کرنے سے ملاء اعلیٰ سے اتصال پیدا ہوتا ہے اور صفاء باطنی کے حاصل ہونے کے بعد ان کے دلوں پر کلمات حق کا نزول ہونے لگتا ہے اور لوح وجود کی ساری باتیں ان کے آئینہ دل پر ہویدا ہو جاتی ہیں۔ اسی اتصال کے لیے تمام صوفی تنہائی کی جگہ پر بیٹھ کر مراقبہ اور چلہ کشی پر زور دیتے ہیں اور یہ استدلال کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے غار حرا کے اندر اسی قسم کا مراقبہ کیا تھا۔ امام ابن تیمیہ نے کئی جگہ اس نقطۂ خیال کی تردید کی ہے کہ خلوت میں بیٹھ کر مراقبہ کرنے سے ملاء اعلیٰ سے اتصال پیدا ہوتا ہے اور نبی کی سی معرفت حاصل ہوتی ہے چنانچہ ایک جگہ کہتے ہیں:

''خلوات کے متعلق غار حرا کی خلوات سے استدلال لینا ٹھیک نہیں ہے کیونکہ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ عبادتیں ابھی تک مشروع نہیں ہوئی تھیں۔ نبوت کے ملنے کے بعد عبادتوں کا ایک خاص نظام جاری ہو گیا تو نمازوں اور مسجد کے اعتکاف

---

[1] فتوحات مكية: ٢/ ٣۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



نے ان کی جگہ لے لی۔ نبوت سے پہلے کی زندگی کو سامنے رکھ کر اس سے استدلال لینا ٹھیک نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کے ملنے کے بعد غار حرا میں پھر کبھی اعتکاف نہیں کیا۔'' ❶

بعض لوگ چلہ کشی کی مدت چالیس دن قرار دیتے ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس واقعہ سے استدلال کرتے ہیں کہ خدا نے انہیں چالیس دن کے لیے طور پر بلایا تھا۔ اس قسم کا استدلال غلط ہے کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا عمل ہمارے لیے نمونہ نہیں ہے۔ اس قسم کی خلوت سے اگر انزال وحی وغیرہ کی سی باتیں مراد ہیں تو یہ غلط ہے۔'' ❷

صرف خلوت سے کوئی معرفت حاصل نہیں ہوسکتی بلکہ عقل اور سمع سے معرفت حاصل ہوتی ہے اگر کوئی انسان سب سے الگ تھلگ ہوکر خلوت میں بیٹھتا ہے تو یہ کیسے معلوم ہوجاتا ہے کہ اس کو معرفت حاصل ہوجاتی ہے۔ ❸

امام ابو حامد نے چین اور روم کی دیواروں کے صیقل کرنے سے دل کے صیقل کرنے کو تشبیہ دی ہے جو غلط ہے۔ ابو حامد وغیرہ یہ سمجھتے ہیں کہ تمام علوم نفوس فلکیہ میں منقوش ہیں اور جب دل کے آئینہ کو صیقل کیا جائے تو اس پر ان نفوس ملکیہ کا عکس پڑتا ہے۔ یہ درحقیقت ابن سینا کی اتباع میں لوح محفوظ کو نفوس فلکیہ کا نام دیا ہے۔ قرآن مجید کا لوح محفوظ نفوس فلکیہ نہیں ہے۔ صوفیہ نے فلاسفہ کے دماغ پر شریعت کا لباس چڑھا دیا ہے اور شرعی اصطلاحات کو فلسفیانہ اصطلاحات پر منطبق کر کے ہمیں یہ دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے کہ یہ خیالات بنیادی طور پر شرعی ہیں۔ ❹

صوفیہ نے جوع (بھوک) سہر (بیداری) صحت (خاموشی) اور خلوت (تنہائی) کی تعلیم دی ہے اور ان میں شرعی حدود کا کوئی لحاظ نہیں کیا ہے۔ ابن عربی نے ان کے تفصیلی فضائل بیان کیے ہیں۔ ابو طالب مکی نے بھی ان کی اہمیت بیان کی ہے۔ مگر ابو طالب مکی ابن عربی سے زیادہ کتاب وسنت کے پیرو تھے۔ ❺

---

❶ مجموعة الرسائل والمسائل جزء: ٥/ ٨٤، ٨٥۔ ❷ ایضًا: ٨٥۔
❸ ایضًا: ٨٨۔ ❹ ایضًا: ٩١۔ ❺ ایضًا: ٩١، ٩٢۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ان خلوتوں کے لیے مہجور و متروک مسجدوں اور مقبروں کو اپنی جگہ بنانا ٹھیک نہیں ہے۔ یہاں احوال شیطانیہ حاصل ہوتے ہیں۔ جن اور شیاطین انسانوں کی صورت میں آ کر یہ کہتے ہیں کہ ہم فلاں ہیں اور فلاں ہیں۔ صوفیہ یہ جو دعویٰ کرتے ہیں کہ ان میں سے بعض نے آنحضرت ﷺ سے کوئی مسئلہ دریافت کیا اور آپ نے اس کا جواب دیا۔ اگر صحیح ہو تو پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ صحابہ کرام نے آنحضرت ﷺ سے اپنے اختلافات کیوں نہیں حل کر لیے۔ کیا یہ ممکن نہیں تھا کہ صحابہ آنحضرت ﷺ کی قبر پر جاتے اور ان سے سوالات کر کے اپنے شکوک رفع کر لیتے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو باغ فدک کی میراث کے متعلق شبہ پیدا ہوا کیا وہ آنحضرت ﷺ سے اپنے اس شبہ کو دور نہیں کر سکتی تھیں؟ [1]

تمام صوفیہ کرام نے قرآن و حدیث کی تعلیم ضروری قرار دی ہے مگر غلط کار صوفیوں نے ان کو چھوڑ کر اپنے دل و دماغ پر بھروسہ کیا ہے جو غلط ہے۔'' [2]

صوفیہ کا یہ دعویٰ کہ وہ براہ راست خدائے تعالیٰ سے ہدایات حاصل کرتے ہیں غلط ہے۔'' [3]

امام ابن تیمیہ کی اس قسم کی جستہ جستہ بیسیوں تنقیدیں پیش کی جا سکتی ہیں مگر طوالت کے خوف سے ان کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔

ابن عربی نے نہ صرف مقام نبوت کے بقا کے مدعی تھے بلکہ یہ سمجھتے تھے کہ نبوت کا مقام انہیں حاصل ہے۔ اسی لیے وہ جو کچھ بھی لکھتے ہیں اپنی طرف سے نہیں ہوتا بلکہ خدا کی طرف سے ہوتا ہے۔ یعنی جس طرح نبی کی باتوں میں شک کرنے کی گنجائش نہیں ہے اسی طرح ابن عربی کی باتوں میں بھی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ چنانچہ ایک جگہ اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

وهذا الكتاب من ذٰلك النمط عندنا فواللّٰه ماكتبت منه حرفا الاعن املاء الٰهی والقاء ربانی اونفث روحانی فی روع کیانی، هٰذا جملة الامر مع کوننا لسنا برسل مشرعین ولا

---

[1] ایضًا: ٩٤۔ [2] ایضًا: ٩٩۔ [3] ایضًا: ١٠٠۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



انبياء مكلفين بكسر اللام اسم فاعل فان رسالة التشريع و نبوة التكليف قد انقطعت عند رسول اللّٰه محمدﷺ فلا رسول بعدهﷺ ولا نبی يشرع ولا يكلف و انما هو علم و حكمة وفهم عن اللّٰه فيما شرعه على السنة رسله وانبيائه عليهم سلام اللّٰه وما خطه و كتبه فی لوح الوجود من حروف العالم و كلمات الحق فالتنزيل لا ينتهی بل هو دائم دنيا و آخرة۔

''اور یہ کتاب اس نہج پر ہمارے نزدیک پس قسم بخدا میں نے اس سے ایک حرف نہیں لکھا مگر خدا کی طرف سے املاء اور القاء ہونے کے بعد یا کیانی دل میں روحانی پھونک ہونے کے بعد۔ یہ سب کچھ اس کے باوجود کہ ہم شریعت کے لانے والے رسول اور دوسروں کو مکلف بنانے والے نبی نہیں ہیں، کیونکہ تشریعی رسالت اور تکلیفی نبوت محمد ﷺ پر منقطع ہو چکی ہے پس آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی رسول نہیں ہے اور نہ کوئی نبی ہے جو شریعت جاری کر سکتا ہو یا دوسروں کو مکلف بنا سکتا ہو۔ بلکہ وہ علم وحکمت ہے اور رسل و انبیاء علیہم السلام کی زبانوں سے پیش کی ہوئی شریعت کی سمجھ ہے اور لوح وجود میں حروف عالم اور کلمات حق سے جو کچھ لکھ دیا گیا ہے اس کا اترنا منتہی نہیں ہوتا ہے بلکہ وہ دنیا و آخرت میں جاری رہتا ہے۔''

اللّٰه انشأ من طی و خولان[1]
جسمی فعدلنی خلقا و سوانی

اللہ تعالیٰ نے طی اور خولان سے میرے جسم کو بڑھایا اور پیدائشی طور پر مجھ کو ٹھیک اور برابر کیا۔

---

[1] ابن عربی باپ کی طرف سے طائی اور ماں کی طرف سے خولانی تھے۔ ان کے ماموں کا نام ابو مسلم الخولانی تھا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وانشأ الحق لی روحا مطهرة
فلیس بنیان غیری مثل بنیانی

اللہ نے میرے لیے ایک پاک روح پیدا کی پس میرے غیر کی کاٹھی میری کاٹھی کی طرح نہیں ہے۔

انی لاعرف روحا کان ینزل بی
من فوق سبع سمٰوٰت بفرقان

میں بے شک ایسی روح کو جانتا ہوں جو مجھ پر سات آسمانوں کے اوپر سے فرقان لے کر اترتی تھی۔

نرید قوله تعالی: ﴿إِنْ تَتَّقُوا اللَّهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا﴾ [1]

اس سے ہماری مراد اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے کہ ''اگر تم اللہ سے ڈرو تو وہ تمہارے لیے فرقان پیدا کرے گا۔''

وما انا مدع فی ذاك من نباءاك
اله ولكن جود احسان

میں اس بارے میں خدا کی خبر و نبوت کا مدعی نہیں ہوں بلکہ یہ اس کا جود اور احسان ہے۔

ان النبوة بیت بیننا غلق
و بینه موثق بقفل ایمان

بے شک نبوت ایک ایسا گھر ہے جو ہمارے اور اس کے درمیان بند ہے اور اس میں ایمان کا قفل لگا ہوا ہے۔

وانما قلنا ذٰلك لئلا یتوهم متوهم انی وامثالی ادعی نبوة لا واللّٰه ما بقی الا میراث وسلوك علیٰ مدرجة محمد رسول اللّٰه ﷺ خاصة وان كان للناس عامة ولنا ولا مثالنا

[1] ۸/الانفال:۲۹۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



خاصة من النبوة ما ابقى اللّٰه علينا منها مثل المبشرات ومكارم الاخلاق و مثل حفظ القرآن اذا استظهره الانسان فان هٰذا وامثاله من اجزاء النبوة والموروثة۔ [1]

''اور ہم نے بے شک یہ بات اس لیے کہی ہے تا کہ گمان کرنے والا یہ گمان نہ کرے کہ میں نے اور مجھ جیسے لوگوں نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ نہیں قسم بخدا اب کوئی چیز باقی نہیں رہی سوائے میراث اور سلوک کے جو خاص آنحضرت ﷺ کے طریقہ پر ہو۔ اگر چہ وہ لوگوں کے لیے عام ہے مگر ہمارے لیے اور ہم جیسوں کے لیے خاص ہے اس نبوت سے جو اللہ تعالیٰ نے اس سے ہم پر باقی رکھا ہے جیسے مبشرات اور مکارم اخلاق اور جیسے حفظ قرآن جب کہ انسان اس کو اپنے اوپر غالب کرے کیونکہ یہ اور اس قسم کی چیزیں موروثی نبوت کے اجزاء میں سے ہیں۔''

نبوت اور مقام نبوت میں ایک باریک فرق ہے جس کا نہ سمجھنے والا بسا اوقات لغزشوں کا شکار ہو جاتا ہے اور اپنے ہر ایک قول اور فعل کو اللہ کی طرف نسبت دینے لگتا ہے، حالانکہ قرآن مجید نے تمام اخلاق مسائل میں ذاتی علم اور کشف وشہود کی بجائے اللہ اور اس کے رسول کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا ہے ایسی حالت میں ابن عربی کا یہ دعویٰ کہ وہ جو کچھ لکھتے اور بولتے ہیں اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ اسی وقت قابل قبول ہو سکتا ہے، جبکہ قرآن مجید اور سنت نبوی سے اس کی تائید ہوتی ہو۔

ابن عربی کا دعویٰ یہ تھا کہ فہم قرآن کی کنجی انہیں مل چکی ہے۔ اس لیے وہ جو کچھ بھی بولتے اور لکھتے ہیں وہ قرآن ہی پر مبنی ہوتا ہے۔

فجميع مانتكلم فى مجالسى وتصانيفى انما هومن حضرة القرآن وخزائنه اعطيت مفتاح الفهم فيه الامداد منه. [2]

''پس اپنی نشستوں اور تصنیفوں میں ہم جو کچھ بھی بولتے ہیں وہ قرآن ہی کے

---

[1] فتوحات مكية: ٣/ ٤٥٦۔ [2] فتوحات مكية: ٣/ ٣٣٤۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



دربار اور اس کے خزانوں سے ہوتا ہے۔ مجھے اس کی سمجھ کی کنجی مل گئی ہے اور اس سے امداد لینے کا طریقہ حاصل ہو گیا ہے۔''

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ بعض لوگوں میں کسب و ریاضت سے مخصوص عرفانی کیفیتیں پیدا ہو جاتی ہیں، جو عام طور پر ایک نبی میں پائی جاتی ہیں جیسے غیب کی باتیں بتا دینا۔ خواب کی صحیح تعبیر پیش کرنا، مردوں سے بات چیت کرنا، معجزہ اور خوارق عادت اور کرامات وغیرہ کے واقعات دکھانا اور لوگوں پر عجیب و غریب اثرات کا مرتب کر دینا۔ ابن عربی میں بھی یہ کیفیتیں موجود تھیں، لیکن اس سے یہ نتیجہ نہیں نکالا جا سکتا، کہ ابن عربی کو ایک نبی کا مقام حاصل ہو گیا تھا، کیونکہ ایک نبی کے لیے ان سب سے بڑھ کر وحی کے ذریعہ خدا سے اتصال پیدا کرنا ہوتا ہے۔

ایک نبی اور غیر نبی کے درمیان سب سے بڑا فرق یہی ہوتا ہے کہ نبی کو وحی آتی ہے اور دوسروں کو وحی نہیں آتی۔ آنحضرت ﷺ پر وحی کا سلسلہ ختم ہو چکا۔ آنحضرت ﷺ کے بعد کسی کو بھی نبوت کا کلی مقام حاصل نہیں ہے۔ بعض جزئیات کے حصول کی بنا پر ابن عربی کا یہ دعویٰ کہ انہیں نبوت کا مقام حاصل ہے قابل قبول نہیں ہو سکتا، اگر ایسا ہوتا تو ہر مسئلہ میں ان کی پیش کی ہوئی رائے قطعی اور واجب التسلیم ہوتی اور کوئی بھی اس کا قائل نہیں ہے۔

## مسئلہ ختم ولایت

ولایت بزرگی کا ایک بہت ہی اونچا درجہ ہے جو انبیا اور صدیقین و شہدا و صالحین کی کلی اتباع کرنے کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کی زندگی میں اور آپ کے بعد بعض لوگوں نے کتاب و سنت کی کلی اتباع کر کے بہت بڑا درجہ حاصل کیا۔ ہر دور میں عام لوگ بعض بزرگوں کو ان کے بہترین علم و عمل کی بنا پر خدا رسیدہ اور ولی تصور کرتے تھے اور یہ تصور اب تک قائم ہے اور یہ قیامت تک جاری رہے گا۔ لیکن کوئی بھی یہ فیصلہ نہیں کر سکتا کہ فلاں شخص کتنا بڑا خدا رسیدہ اور ولی ہے اس کا علم صرف خدا کو حاصل ہے۔

سب سے پہلے ابو عبداللہ محمد بن علی الحکیم الترمذی نے ولایت کے مسئلہ پر خاتم الولایہ کے نام سے ایک کتاب لکھی، جس میں ایسے خیالات کا اظہار کیا جن کو اس زمانے کے علما نے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ناپسند کیا اور ان پر کفر کے فتوے شائع کیے جن کی وجہ سے انہیں گھر سے بے گھر ہونا پڑا، لیکن ان کے خیالات پھیلتے ہی رہے اور اشاعت پاتے رہے اور جب ابن عربی کا زمانہ آیا تو انہوں نے اس پر مزید حاشیے چڑھائے، انہوں نے ولایت کی دو قسمیں بتائی ہیں، ایک ولایت عامہ مطلقہ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے مخصوص ہے۔ اور دوسری ولایت خاصہ محمدیہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص متبعین کو حاصل ہوگی۔

ابن عربی نے ہر دور کا ایک خاتمہ الاولیاء مقرر کیا ہے۔ چنانچہ خود انہوں نے لکھا ہے کہ ۵۹۵ء میں انہوں نے اپنے دور کے خاتم الاولیاء کو دیکھا، یہ عرب ہی کا ایک نجیب الطرفین باشندہ تھا۔ ابن عربی نے اس کے اندر ولایت کی نشانی دیکھی جو اوروں کو دکھائی نہیں دی۔ مغربی افریقہ کے شہر فاس میں ان کو اس کا کشف حاصل ہوا تھا۔ [1]

ابن عربی اپنے آپ کو خاتم الاولیاء، سمجھتے تھے اور ولایت عامہ اور ولایت خاصہ دونوں کا حامل خیال کرتے تھے، چنانچہ خود ہی کہتے ہیں۔

انا ختم الولاية دون شك
لورث الهاشمي مع المسيح

میں بے شک خاتم الاولیا ہوں۔ مجھے حضرت مسیح کی ولایت کی وراثت کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولایت کی میراث بھی ملی ہے۔

ابن عربی نے ۵۹۹ھ میں مکہ کے اندر ایک خواب دیکھا کہ کعبۃ اللہ کی دیوار سے دو اینٹوں کی جگہ خالی ہے۔ اس میں سے ایک اینٹ سونے کی اور دوسری اینٹ چاندی کی غائب تھی۔ پھر انہوں نے دیکھا کہ ان کی ذات ان دونوں اینٹوں کی جگہ پر منطبع ہوگئی ہے اور وہ دیوار پوری ہوگئی ہے اتنے میں ان کی آنکھ کھل گئی۔ اس سے انہوں نے یہ نتیجہ نکالا کہ ان کی ذات ان دونوں اینٹوں کی عین ہے اور پھر اس خواب کی تعبیریوں کی۔

انی فی الاتباع فی صنفی کرسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم فی الانبیاء علیهم السلام وعسیٰ ان اکون ممن ختم الولایة بی وما ذٰلك علی اللّٰہ بعزیز [2]

---

[1] فتوحات مکیة: ۲/ ۴۹۔ [2] فتوحات مکیة: ۱/ ۳۱۹۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



''میں بے شک پیروی میں اپنے ہم جنسوں کے اندر وہی حیثیت رکھتا ہوں جو تمام انبیاء علیہم السلام کے اندر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی۔ بہت ممکن ہے کہ میں ان لوگوں سے قرار پاؤں جن پر ولایت ختم ہوگی اور اللہ تعالیٰ کے لیے یہ کچھ دشوار نہیں ہے۔''

ابوعبداللہ محمد بن علی الحکیم الترمذی نے ختم ولایت کا نظریہ پیش کیا۔ ابن عربی نے ایک قدم آگے بڑھ کر یہ تفریق کی کہ ولایت کا درجہ نبوت اور رسالت سے اونچا ہے چنانچہ ان کا مشہور شعر ہے۔

مقام النبوة فی برزخ
فویق الرسول ودون الولی

نبوت کا مقام بیچ میں ہے، اس کا مرتبہ رسول سے اوپر اور ولی سے نیچے ہے۔''

ایک دوسری جگہ اس تصور کی مزید تشریح کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

بین النبوة والولایة فارق
لکن لها الشرف الاتم الاعظم

نبوت اور ولایت کے درمیان ایک فارق ہے لیکن اسی کے لیے پورا اور اونچا شرف ہے۔

یعنولها الفلك المحیط بسره
وکذلك القلم العلی الافخم

فلک محیط اپنے سر کے ساتھ اسی کی طرف جھکتا ہے اور اسی طرح بلند اور شاندار قلم بھی اسی کی طرف مائل ہوتا ہے۔

ان النبوة والرسالة کانتا
وقد انتهت ولها السبیل لاقوم

نبوت اور رسالت قائم تھی مگر اب ختم ہوگئی اور اب اس کے لیے سیدھا راستہ ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



واقام بيتا للولاية محكما
فی ذاته فله البقاء الادوم

اور ولایت کے لیے ایک مضبوط گھر اپنی ذات میں بنایا پس اسی کے لیے ہمیشہ کی بقا ہے۔

لا تطلبنه نهلية يسعى لها
فيكون عند بلوغه يتهدم

تم ہرگز اس کو ختم کرنے کے درپے مت ہو، پس اس کی انتہا کے وقت وہ گھر ہی منہدم ہو جائے گا۔

صفة الدوام لذاته نفسية
فهو الولی فقهره متحكم

ہمیشگی کی صفت اس کی ذات کے لیے نفسی اور ذاتی وصف ہے پس وہ ولی ہے اور اس کا غلبہ زبردست ہے۔

ياوی اليه نبيه ورسوله
والعالم الاعلیٰ ومن هوا قدم

اس کا نبی اور اس کا رسول اور عالم علوی اور ساری قدیم چیزیں اسی کے اندر پناہ لیتی ہیں۔

اس تفریق کا ایک منطقی نتیجہ یہ نکالا گیا کہ ایک ولی نبی سے افضل ہے کیونکہ ایک ولی خدا سے براہ راست علم و عرفان حاصل کرتا ہے اور ایک نبی واسطہ یعنی فرشتہ کے ذریعے الٰہی ارشادات پاتا ہے۔ جب اس تصور کو مزید ترقی ہوئی تو اس مسئلہ پر قیاس کر کے ایک دوسرا مسئلہ یہ پیدا کیا گیا کہ خاتم الاولیاء خاتم الانبیاء سے افضل ہیں، جب اس مسئلہ پر زیادہ لے دے شروع ہوئی تو ابن عربی نے فصوص الحکم کے فص عزیزیہ میں اس کی توضیح کی اور یہ دیکھا کہ ولایت نبوت سے افضل ہے کہ معنی یہ ہیں کہ ایک نبی کی ولایت ایک نبی کی نبوت سے افضل ہے اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ ایک عام اور تابع ولی عام نبی سے افضل ہے۔ کیونکہ عام

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



نبی بہر حال متبوع ہوتا ہے اور ایک عام ولی کی حیثیت محض تابع کی ہوتی ہے اور ظاہر ہے کہ تابع متبوع کے برابر نہیں ہوسکتا۔

ابن عربی کی یہ تفریق کچھ ٹھیک نہیں معلوم ہوتی۔ ایک شخص واحد کے متعلق ایک حیثیت سے افضل اور دوسری حیثیت سے مفضول قرار دینا بے معنی ہے۔ ان کے اس نظریہ کے مطابق ہر ایک نبی کی تین حیثیتیں قرار دینی پڑیں گی۔ اور اس کو ایک حیثیت سے افضل اور دوسری حیثیت سے مفضول قرار دینا پڑے گا۔ اگر اس کو مان بھی لیا جائے تو آنحضرت ﷺ کی ذات پر یہ بحث ختم ہو جاتی ہے۔ آپ کے بعد جتنے بھی اولیاء ہونگے وہ سب آنحضرت ﷺ کے تابع ہونگے اور ان کی ولایت آنحضرت کی نبوت یا رسالت کے برابر نہیں ہوسکتی۔ چہ جائیکہ اس سے بڑھ کر ہو۔ اس کے علاوہ اولیاء کے بارے میں نبوت اور رسالت کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ پھر ان کی ولایت کا موازنہ عام نبوت یا رسالت سے کرنا بالکل بے کار ہو جاتا ہے۔

ابن عربی نے اگرچہ اس قسم کی قابل فہم تفریق تو کی ہے۔ مگر امام ابن تیمیہ کے زمانے میں عام طور پر یہی سمجھا جاتا تھا کہ ہر ولی نبی سے افضل ہے اور خاتم الاولیاء خاتم الانبیاء سے افضل ہیں اور جب ایسے لوگوں سے مناقشہ کیا جاتا تھا تو محض اپنا پہلو بچانے کی خاطر یہ کہہ دیا جاتا تھا کہ ولایت نبی کی نبوت سے افضل ہے۔ [1]

اب ہم ذیل میں ان لوگوں کے بھی مختصر حالات درج کرتے ہیں جن کے نظریات و خیالات کی امام ابن تیمیہ اور ان کے شاگردوں نے تردید کی تھی۔

## ابن الفارض

ان کا نام عمر، کنیت ابوحفص اور لقب شرف الدین تھا، ان کا سلسلہ نسب یہ ہے۔ شرف الدین ابوحفص عمر بن ابی الحسن علی ابن المرشد بن علی ابن الفارض، یہ اصل میں ملک شام کے شہر حماۃ کے ایک مشہور خاندان کے فرد تھے۔ ۴/ ذوالقعدہ ۵۷۶ھ کو قاہرہ میں پیدا ہوئے اور مختلف اساتذہ وقت سے تعلیم و تربیت پائی ایک مدت تک وہ مکہ مکرمہ میں مقیم رہے۔

---

[1] دیکھو، مجموعة الرسائل والمسائل لابن تیمیه جزء رابع، صفحه: ۵۹۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



شاعری کا ذوق فطری تھا۔ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے چالیس برس تک شاعری کی مگر ان کا جو دیوان ہے وہ بہت ہی مختصر ہے اور صرف ۱۲۸ صفحوں میں پھیلا ہوا ہے۔ تمام اشعار میں عشق ومحبت اور ہجر ووصال ہی کے مضامین ہیں اور سرزمین حجاز کے مقدس مقامات کا تذکرہ ہے۔

صوفیہ کے گروہ میں شیخ عمر ابن الفارض کی بڑی عزت تھی۔ ان کا لقب امام العشاق اور سلطان العاشقین تھا۔ چنانچہ ایک جگہ اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ کہتے ہیں۔

نسخت بحبی آیة العشق من قبلی
فاهل الهوی جندی و حکمی علی الکل

میں نے اپنی محبت سے مجھ سے پہلے کے عشق ومحبت کی آیت کو منسوخ کر دیا ہے۔ پس محبت والے میری فوج ہیں اور میرا حکم تمام پر جاری ہے۔

وکل فتی یهوی فانی امامه
وانی بری من فتی سامع العذل

اور ہر وہ نوجوان جو محبت کرتا ہے پس میں بے شک اس کا امام ہوں اور میں ایسے نوجوان سے بالکل الگ ہوں جو ملامت کرنے والوں کی باتوں کو سنتا ہے۔

ایک دوسری جگہ اپنے محبوب کو خطاب کر کے کہتے ہیں۔

یحشر العاشقون تحت لوائی
وجمیع الملاح تحت لواکا

تمام عاشق لوگ قیامت کے دن میرے جھنڈے کے نیچے اٹھائے جائیں گے اور تمام خوبصورت تیرے جھنڈے کے نیچے آئیں گے۔

ان کا ہر ایک شعر عشق ومحبت کے جذبات سے لبریز ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ حسن حقیقی کے بے پناہ عاشقوں میں سے تھے چنانچہ ان کے چند اشعار بطور مثال کے یہاں پیش کئے جاتے ہیں۔

زدنی بفرط الحب فیك تحیرا
وارحم حشی بلظیٰ هواك تسعرا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



تیری محبت کو زیادہ کر کے میری حیرانی کو بڑھا دے اور میری آنتوں پر رحم کر جو تیری محبت کی آگ سے بھڑک اٹھی ہیں۔

واذا سالتك ان اراك حقيقة
فاسمح ولا تجعل جوابی لن ترٰی

اور جب میں تجھ سے حقیقۃً تجھ کو دیکھنے کی خواہش ظاہر کروں تو میری اس خواہش کو پوری کر دے اور مجھے یہ جواب نہ دے کہ تو نہیں دیکھ سکتا۔

يا قلب انت وعدتنی فی حبهم
صبرا فحاذر ان تضيق وتضجوا

اے دل! تو نے مجھ سے ان کی محبت میں صبر کا وعدہ کیا تھا پس تو تنگ ہونے اور پریشان ہونے سے حذر کر۔

انّ الغرام هو الحياة فمت به
صبا فحقك ان يموت وتعذرا

بے شک بے پناہ عشق ہی زندگی ہے۔ پس اس کی محبت میں تو مر جا۔ پس تجھے سزاوار ہے کہ تو مر جائے اور تیرا عذر قبول کیا جائے۔

قل للذين تقدمو قبلی ومن
بعدی ومن اضحٰی لا شجانی يرٰی

ان لوگوں سے کہہ دے جو مجھ سے پہلے گزر چکے ہیں اور جو میرے بعد آنے والے ہیں اور جو میرے غموں کو دیکھ رہے ہیں۔

عنی خذوا وبی اقتدو اولیٰ اسمعوا
وتحدثوا بصبابتی بين الورٰی

مجھ ہی سے لو اور میری ہی اقتدا کرو اور مجھی کو سنو اور میرے عشق کا قصہ تمام لوگوں کے درمیان بیان کرو۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ولقد خلوت مع الحبیب وبیننا
سرٌّ اَرَقُّ من النسیم اذا سرٰی

اور بے شک میں محبوب کے ساتھ خلوت میں رہا اور ہمارے درمیان ایک بھید ہے جو نسیم سے بھی جبکہ وہ چلے زیادہ رقیق ہے۔

واباح طرفی نظرۃ اَمَّلتُھَا
فغدوت معروفا وکنتُ مُنکَّرا

اور میرے گوشۂ چشم سے ایک نظر کی اجازت دیدی جس کی مجھے امید تھی۔ پس میں بے جانا بوجھا ہوا تھا۔ اب معروف ہو گیا۔

فدھشت بین جمالہ وجلالہ
وغدا لسان الحال عنی مخبرا

پس میں اس کے جمال وجلال کو دیکھ کر ششدر ہو گیا اور میری زبان حال میری خبر دینے لگی۔

فادِر لحاظك فی محاسن وجھہ
تلقی جمیع الحسن فیہ مصورا

پس اپنی نظر کو اس کے چہرے کے محاسن میں دوڑا تو اس وقت تمام حسن کو اس کے اندر مصور دیکھے گا۔

لو ان کل الحسن یکمل صورۃ
وراہ کان مھللا ومکبّرا

اگر پورا حسن صورت میں مکمل ہو جائے اور اس کو دیکھے تو وہ اس کی تعریف کرنے لگے گا۔

اسی مختصر دیوان میں وہ مشہور قصیدۂ تائیہ کبریٰ بھی ہے جس کا نام نظم السلوک ہے اور سات سو سے زیادہ اشعار پر مشتمل ہے۔ اس میں وحدۃ الوجود کے نظریہ کے مطابق صوفیانہ حقائق کی تعبیر کی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ شیخ محی الدین بن عربی نے ابن فارض سے اس قصیدۂ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


تائیہ کی شرح لکھ دینے کی فرمائش کی۔ ابن فارض نے جواب دیا۔ اس کی شرح کی کیا ضرورت ہے جبکہ تمہاری فتوحات مکیہ اس کی بسوط شرح کی حیثیت رکھتی ہے۔ [1]

شیخ عمر بن الفارض، ابن عربی سے عمر میں سولہ سال چھوٹے تھے۔ مگر ان سے چھ سال پہلے ۲ جمادی الاولیٰ ۶۳۲ھ کو قاہرہ میں انتقال کیا اور جبل المقطم کی مسجد ابن الفارض کے احاطہ میں مدفون ہوئے۔

اس قصیدۂ تائیہ کی ابتدا میں ابن فارض نے محبوب کے سامنے اپنے بے پناہ عاشقانہ جذبات کا اظہار کیا ہے اور یہاں تک لکھ دیا ہے کہ:

وعن مذهبی فی الحب مالی مذهب
وان ملت یو ما عنه فارقت ملتی

اور محبت میں میرا مذہب تو میرا کوئی مذہب نہیں ہے اگر کسی دن محبت سے اعراض کروں تو میں اپنی ملت سے جدا ہو جاؤں گا۔

ولو خَطَرَتْ لی فی سِوَاكِ ارادةٌ
علیٰ خاطری سهوًا قضیت بِرِدَّتِی

اور اگر تیرے سوا کسی اور کے بارے میں میرے دل کے اندر بھول چوک کر بھی کوئی ارادہ اور خیال گزرے تو میرے مرتد ہونے کا فیصلہ کر دے سکتی ہیں۔

لكِ الحكم فی امری فما شئت فاصنعی
فلم تك الا فیك لاعنك رغبتی

میرے بارے میں تیرا ہی حکم ہے پس تو جو چاہے کر سکتی ہے۔ تجھی میں میرا میلان رہا ہے۔ تجھ سے کبھی بھی الگ نہیں ہو سکتا۔

محبوب اپنے عاشق کے اس دعوی کو قبول نہیں کرتا تاوقت یہ کہ وہ اپنی ذات کو محبوب کی ذات میں فنا نہ کر دے، چنانچہ محبوب کا جواب اس کی زبان سے یوں ادا کرتے ہیں۔

---

[1] نفح الطیب: ۱/ ۵۷۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



فلم تهونی مالم تکن فی فانیا
ولم تفن مالا تجتلیٰ فیك صورتی

پس تو مجھ سے محبت نہیں کرتا تاوقت یہ کہ تو اپنے آپ کو مجھ میں فنا نہ کر دے اور تو فنا نہیں ہوتا تاوقت یہ کہ میری صورت تجھ میں آشکارا نہ ہو جائے۔

یہیں سے وحدۃ الوجود کے نظریہ کی تفصیلی تعبیر شروع ہو جاتی ہے۔ ابن فارض اپنے اور محبوب کے درمیان کوئی فرق نہیں کرتے ہیں چنانچہ کہتے ہیں۔

ففی الصحو بعد المحو لم اك غیرها
وذاتی بذاتی اذتَحَلَّت تَجَلَّتِ

محو ہونے کے بعد جب صحو حاصل ہوا تو میں اس کا غیر نہیں تھا اور میری ذات، میری ذات ہی سے جبکہ وہ صفات سے متصف ہوگئی آشکارا ہوگئی۔

فوصفی اذلم تُدْعَ باثنین وصفها
وهیئتها اذ واحد نحن هیئتی

پس میرا وصف محبوب کا وصف ہے جبکہ دوئی نہیں ہوتی ہے اور اس محبوب کی شکل میری شکل ہے۔ جب کہ ہم ایک ہوتے ہیں۔

فان دعیت کنت المجیب وان اکن
منادیً اجابت من دعانی ولبَّتِ

پس جب محبوب پکارا جائے تو میں اس پکار کا جواب دیتا ہوں اور جب مجھے ندا کی جائے تو وہ ندا کرنے والے کا جواب دیتا ہے اور اس پر لبیک کہتا ہے۔

وان نطقت کنت المناجی کذاك ان
قصصتُ حدیثا انما هی قصَّتِ

اور اگر محبوب کچھ بول پڑے تو میں ہی اس کے ساتھ سرگوشی کرتا ہوں اسی طرح اگر میں کوئی بات بیان کروں تو گویا اس کو محبوب ہی بیان کرتا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



فقد رُفِعَتْ تاء المخاطب بيننا
وفی رفعها عن فُرْقَةِ الفرق رفعتی

پس ہمارے درمیان سے مخاطب کی ت اٹھادی گئی ہے اور امتیاز کی جدائی سے اس ت کے اٹھانے ہی میں میری عزت ہے۔

پھر عاشق اور معشوق اور محب اور محبوب کے درمیان کسی قسم کا فرق باقی نہیں رہ جاتا عاشق اور محبوب ہر چیز میں اپنی ہی صورت اور تصویر کو جلوہ گر پاتا ہے۔ بالکل اسی طرح جس طرح کہ ایک شخص اپنے سامنے کے مختلف آئینوں میں اپنی ہی تصویر دیکھتا ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں۔

وشاهد اذا استجليت نفسك من ترى
بغير مراءفی المرائی الصقيلة

اور جب تو اپنے نفس کو جلا دینا چاہے تو دیکھ کہ صیقل کئے ہوئے آئینوں میں بغیر کسی شک کے کس کو دیکھ رہا ہے؟

اغيرك فيها لاح ام انت ناظرٌ
اليك بها عند انعكاس الاشعةِ

کیا ان آئینوں میں تیرے سوا کوئی اور ظاہر ہوا ہے یا شعاعوں کے منعکس ہونے کے وقت تو ہی اپنے آپ کو دیکھ رہا ہے۔

اس اتحاد ذاتی پر عقلی دلیلوں کے علاوہ نقلی دلیل بھی دی ہے اور یہ وہی مشہور حدیث قدسی ہے جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ بندہ جب نوافل زیادہ پڑھتا ہے تو خدا بندے کے قریب ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ بندے کی آنکھ، کان، ہاتھ اور پاؤں بن جاتا ہے چنانچہ کہتے ہیں۔

وجاء حديث فی اتحادی ثابتٌ
روايته فی النقل غير ضعيفة

اور میرے اتحاد کے بارے میں ایک ثابت حدیث آئی ہے۔ نقل میں اس کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



روایت ضعیف نہیں ہے۔

یشیر بحب الحق بعد تقرُّبٍ
الیه بنفل او اداء فریضةِ

اس حدیث میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ بندہ اگر نفل یا ادائے فرض کے بعد خدا سے تقرب حاصل کر لیتا ہے تو خدا اس سے محبت کرنے لگتا ہے۔

اس اتحاد کے باوجود ابن فارض حلول کے عقیدے کا انکار کرتے ہیں چنانچہ خود ہی فرماتے ہیں۔

یری ملکا یوحی الیه وغیره
یری رجلا یدعی لدیه بصحبة

آنحضرت ﷺ حضرت جبریل کو ایک فرشتہ دیکھ رہے تھے جو ان کی طرف وحی کر رہا تھا اور دوسرے لوگ حضرت جبریل کو ایک ایسا شخص (یعنی حضرت دحیہ کلبی) دیکھ رہے تھے جسے آنحضرت کی صحبت بابرکت کا شرف حاصل تھا۔

ولی من اتم الرؤیتین اشارة
تنزه عن رای الحلول عقیدتی

اور میری ان دونوں کامل رؤیتوں سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ میرا عقیدہ حلول کی رائے سے بالکل پاک ہے۔

ابن فارض کے اشعار کو پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی ابن عربی کی طرح مسئلہ اکتساب مقام نبوت اور ختم ولایت کے قائل تھے چنانچہ ایک جگہ فرماتے ہیں:

فعالمنا منهم نبی ومن دعا
الی الحق منا قام بالرسلیة

پس ہمارا عالم بنی اسرائیل کا نبی ہے اور ہم میں سے جو شخص حق کی دعوت دے وہ گویا رسالت کو لے کر کھڑا ہوا ہے۔

اس میں اس حدیث کی طرف اشارہ ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



علماء امتی کأنبیاء بنی اسرائیل

میری امت کے علما بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں۔

ابن فارض نے اگرچہ صاف الفاظ میں ختم ولایت کا دعویٰ نہیں کیا ہے لیکن اپنی بہت بڑی فضیلت جتائی ہے چنانچہ کہتے ہیں:

فما عالمٌ الا بفضلی عالمٌ

ولا ناطق فی الکون الا بمدحتی

پس کوئی عالم نہیں ہے مگر وہ میری ہی وجہ سے عالم بنا ہوا ہے اور دنیا میں کوئی بھی میری مدح کے سوا کسی اور بات میں اپنی زبان نہیں کھولتا ہے۔

ولاغر وَان سدتُ الالی سبقوا وقد

تمسکت من طه باوثق عروة

اور کوئی تعجب نہیں ہے اگر میں مجھ سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کی سرداری کروں اور میں نے مضبوط رسی سے طہ (محمد ﷺ یا قرآن) کی دی ہوئی دولت کو تھام لیا ہے۔

صرف یہی نہیں بلکہ ابن فارض کا ادنیٰ پیروکار معارف الٰہیہ کی دولت سے مالا مال ہے۔

فاصغر اتباعی علی عین قلبه

عرائسُ ابکار المعارف زفّتِ

پس میرے ادنیٰ پیروکار کے عین دل پر نئے نئے اور شاہکار معارف الٰہیہ کا ہجوم ہوتا ہے۔

ابن فارض کے ساتھ ابن تیمیہ کی مخالفت محض ضمنی تھی۔ انہوں نے ابن عربی کی تنقیدوں میں ابن سبعین وغیرہ کے ساتھ ابن فارض کا بھی بار بار نام لیا ہے۔ ان پر مستقل بالذات کوئی بحث نہیں کی ہے۔ ابن عربی کے خیالات کی تردید گویا ابن فارض کے بھی خیالات کی تردید تھی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



## شیخ علی الحریری

یہ ملک شام کے بسر نامی ایک قریے کے باشندے تھے مگر دمشق آ کر بس گئے تھے۔ ریشم کا کپڑا بنتے تھے اس لیے حریری کہلائے۔ بعد میں یہ پیشہ چھوڑ دیا۔ اور گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ اپنے لیے ایک خانقاہ بنائی تھی جہاں ان کے مریدین اور معتقدین جمع ہوتے تھے۔ ہر روز سماع کی محفل گرم رہتی تھی۔ چونکہ داد و دہش اور سخاوت زیادہ تھی۔ اس لیے عوام کا ایک بہت بڑا گروہ ان کا حلقہ بگوش ہو گیا تھا، شیخ موصوف اہل ظاہر کا بہت مذاق اڑاتے تھے اور جب ان کے خلاف شریعت اقوال و افعال پر گرفت یا نکتہ چینی کی جاتی تو ان کو بھی اہل ظاہر سے قرار دے کر ان کا ٹھٹھا اڑایا جاتا تھا۔ آخر شیخ عز الدین بن عبد السلام، شیخ تقی الدین بن صلاح اور شیخ عمر بن حاجب جیسے علما نے ان کے خلاف آواز اٹھائی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شیخ علی الحریری گرفتار کر کے قلعہ میں قید کر دیے گئے۔ پھر الملک الصالح اسمٰعیل نے انہیں اس شرط پر رہا کیا کہ دمشق چھوڑ کر چلے جائیں۔ شیخ نے بسر میں اقامت اختیار کی اور وہیں رمضان ۶۴۵ھ میں وفات پائی۔

شیخ علی الحریری ہر ایک چیز کی ظاہر اور باطن دونوں حیثیتوں سے تشریح کیا کرتے تھے۔ ان کا کہنا یہ تھا کہ حضرت آدم علیہ السلام ایک کامل انسان تھے، ظاہر و باطن دونوں لحاظ سے ان کی توحید کامل اور مکمل تھی۔ خدا نے بظاہر انہیں حکم دیا تھا کہ ممنوعہ درخت سے کچھ نہ کھائے مگر باطنی حیثیت سے انہیں حکم ملا تھا کہ کھالیں۔ اسی باطنی حکم کی بنا پر حضرت آدم نے گیہوں کھالیا تھا۔ اسی طرح ابلیس کو بظاہر حکم ملا تھا کہ آدم کے سامنے سجدہ کرو مگر باطنی طور پر یہ حکم ملا تھا کہ سجدہ نہ کرو۔ ابلیس نے باطن کی پیروی کی اور ظاہر کے خلاف گیا۔

## شیخ نجم الدین بن اسرائیل الحریری

یہ شیخ علی الحریری کے پیرو اور معتقد تھے۔ ان کا نام محمد لقب نجم الدین اور عرف ابن اسرائیل تھا، ان کا سلسلۂ نسب یہ ہے نجم الدین ابو المعالی محمد بن سوار بن اسرائیل بن الخضر بن اسرائیل بن الحسن بن علی بن محمد الحسین الشیبانی الدمشقی۔ ۱۲ ربیع الاول ۶۰۳ھ کو دوشنبہ کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



دن پیدا ہوئے اور اساتذہ وقت سے تعلیم و تربیت پائی۔ پہلے شیخ شہاب الدین ابوحفص عمر السہروردی کے مرید ہوئے اور اس کے بعد ۶۱۶ھ سے شیخ علی الحریری کی صحبت اختیار کی۔

شیخ نجم الدین عربی کے زبردست شاعر اور نظریہ وحدۃ الوجود کے قائل تھے۔ ان کے بہت سے اشعار تاریخ اور تذکرے کی کتابوں میں منقول ہیں۔ انہی کا یہ شعر ہے:

انظر اترانی منظرا معتبرا

مافی سوی وجود من اوجدنی

مجھ کو دیکھ کیا تو مجھ کو ایک معتبر منظر خیال کرتا ہے؟ مجھ میں مجھ کو ایجاد کرنے والے کے سوا کچھ نہیں ہے۔

کہا جاتا ہے کہ ایک رات سماع کی محفل گرم تھی، مغنی نے ابن اسرائیل کا یہ شعر گایا:

وما انت غیر الکون بل انت عینه

ویفهم هٰذا السر من هو ذائق

اور تو کون (عالم) کے سوا نہیں ہے۔ بلکہ تو اس کا عین ہے وراس بھید کو وہی جانتا ہے جس کو اس کا ذوق ہے۔

اس مجلس میں نجم الدین بن الحکم الحموی بھی موجود تھے۔ انہوں نے فوراً کہا: یہ کفر ہے یہ کفر ہے۔ ابن اسرائیل نے فوراً جواب دیا یہ کفر نہیں ہے بلکہ تم نہیں سمجھتے اس لیے یہاں گڑبڑ مت کرو۔

انہی کا یہ قول تھا کہ خدا حقیقۃ اشیاء میں ظاہر ہوا اور مجازاً ان سے چھپ گیا، پس جو بھی اہل حق و جمع سے ہوگا وہ خدا کی تجلیوں اور اس کے مظاہر کا مشاہدہ کرے گا، اور جو اہل مجاز و فرق سے ہوگا وہ خدا کو مستور اور محجوب دیکھے گا۔

شیخ نجم الدین نے ۱۴ ربیع الآخر ۶۷۷ھ کو اتوار کی رات دمشق میں وفات پائی اور شیخ رسلان کے مقبرے میں مدفون ہوئے۔ شیخ رسلان شیخ علی الحریری کے شیخ علی المغربل کے شیخ تھے۔ شیخ علی المغربل کے ہاتھوں شیخ علی الحریری نے خرقہ خلافت پہنا تھا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



## شیخ عبدالحق ابن سبعین

ان کا نام عبدالحق، لقب قطب الدین اور عرف ابن سبعین تھا۔ ان کا سلسلہ نسب یہ ہے۔ قطب الدین ابومحمد عبدالحق بن ابراہیم بن محمد بن نصر بن محمد بن نصر بن المقدسی الرقوطی المعروف بابن سبعین۔ ۶۱۴ھ میں پیدا ہوئے اور علوم متداولہ میں کمال حاصل کیا۔ فلسفہ سے خاص شغف تھا۔ ترک وطن کر کے مکہ میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ مکہ کا حاکم ان کا بڑا معتقد ہو گیا تھا۔ اکثر غار حرا میں مراقبہ کیا کرتے تھے۔

ابن سبعین بھی وحدۃ الوجود، اکتساب مقام نبوت اور ختم ولایت کے قائل تھے، اپنی مجلسوں میں اہل ظاہر کا خوب مذاق اڑایا کرتے تھے۔ ان کے نزدیک شریعت کے ظاہری مراسم کی پابندی کی کوئی وقعت نہیں تھی، جب لوگوں کو کعبہ کا طواف کرتے دیکھتے تو کہتے تھے کہ بے جان عمارت کے اطراف چکر کاٹنے کی بجائے بہتر ہے کہ کسی انسان کے دل میں طواف کریں۔ ان کے خیالات کی بنا پر مشہور محدث شیخ قطب الدین قسطلانی نے ان کی سخت مخالفت شروع کر دی۔ مگر مکہ کے حاکم کی حمایت کی وجہ سے خود قسطلانی کو مکہ چھوڑنا پڑا اور انہوں نے مصر میں اقامت اختیار کی۔

ابن سبعین نے ۲۸ شوال ۶۶۹ھ کو مکہ میں وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے۔ کتاب البدو اور کتاب الھو وغیرہ اپنی یادگار چھوڑی۔ انہیں کا یہ قول تھا۔

عين ما ترى ذات لا ترى
وذات لا ترى عين ماترى

جو کچھ تم دیکھتے ہو اس کا عین وہ ذات ہے جس کو تم نہیں دیکھتے اور وہ ذات جس کو تم نہیں دیکھتے بعینہ وہی ہے جس کو تم دیکھتے ہو۔

ان کا یہ بھی کہنا تھا:

رب مالك وعبد هالك وانتم
ذٰلك اللّٰه فقط والكثرة وهم

رب مالک ہے اور بندہ ہلاک ہونے والا ہے اور تم یہی ہو اللہ فقط اور کثرت وہم ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



## شیخ صدر الدین قونوی

ان کا نام محمد، کنیت ابو المعالی اور لقب صدر الدین تھا۔ ان کے والد کا نام اسحاق تھا۔ ترکی کے مشہور شہر قونیہ کے خاندان کے فرد تھے اس لیے قونوی کہلائے بچپن ہی میں باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ ان کی ماں نے ابن عربی سے شادی کر لی۔ اس طرح وہ ابن عربی کے سایہ عاطفت میں تربیت پاتے رہے۔ ابن عربی کے نظریات وخیالات کا ان پر بہت گہرا اثر پڑا۔ ایک مدت تک ملا نصیر الدین طوسی اور شیخ صدر الدین قونوی کے درمیان مختلف مسائل پر مراسلت جاری رہی۔ صدر الدین نے کئی کتابیں لکھی تھیں، جن میں ان کتاب مفتاح الغیب اور تفسیر فاتحہ کو ممتاز حیثیت حاصل ہے۔ ان کی تفسیر فاتحہ اعجاز البیان فی تفسیر ام القرآن کے نام سے حیدر آباد سے شائع ہو گئی ہے جس میں شیخ نے ظاہر و باطن اور حقیقت و مجاز کی اصطلاحات کے پردے میں آیتوں کی تشریح کی ہے۔ صدر الدین قونوی نے ۶۷۳ھ میں انتقال کیا۔

## شیخ عفیف الدین تلمسانی

ان کا نام سلیمان کنیت ابو الربیع اور لقب عفیف الدین تھا۔ ان کا سلسلہ نسب یہ ہے۔ ابو الربیع عفیف الدین سلیمان بن علی بن عبداللہ بن علی بن یٰسین العابدی الکومی التلمسانی غالباً دمشق ہی میں پیدا ہوئے اور وہیں تعلیم و تربیت پائی، عربی ادب اور تصوف میں بڑا کمال حاصل کیا۔ شاعری کا ذوق فطری تھا اپنے بعد ایک عربی دیوان اور کئی کتابیں یادگار چھوڑیں۔ انہوں نے شیخ محمد بن عبدالجبار بن الحسن النفرہی الصوفی (المتوفی: ۳۵۴ھ) کی مشہور تصنیف کتاب المواقف کی شرح کی تھی۔ نیز اسماء اللہ الحسنیٰ کی شرح لکھی تھی۔

ادیب اور شاعر ہونے کی وجہ سے اہل علم کا ایک بڑا طبقہ ان کا معتقد ہو گیا تھا۔ فصوص الحکم کی شرح کیا کرتے تھے اور جب اس کے خلاف شریعت مسائل پر نکتہ چینی ہوتی تھی تو معترضین پر کم عقلی کا الزام لگاتے تھے۔ کبھی کبھی علمائے ظاہر کو چڑھانے کی خاطر کفریہ اقوال بھی بک دیا کرتے تھے۔

چنانچہ امام ابن تیمیہ لکھتے ہیں کہ شیخ کمال الدین ابن المراغی کو ابتداء میں شیخ عفیف الدین تلمسانی سے بڑی عقیدت تھی۔ وہ ان سے فصوص الحکم پڑھنے لگے۔ اثناء درس میں کمال

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



الدین نے فصوص الحکم کے بعض قابل اعتراض باتوں پر گرفت کی اور کہا کہ یہ قرآن وحدیث کے صریح ارشادات کے خلاف ہیں تو ایک مرتبہ تلسمانی کو سخت غصہ آ گیا اور کہا بار بار قرآن و حدیث کا کیا حوالہ دیتے ہو۔ انہیں اٹھا کر دروازے سے باہر پھینکو اور یہاں صاف دل ہو کر آؤ تا کہ تمہیں فصوص الحکم میں خالص توحید ملے۔ ان کی ان باتوں سے شیخ کمال الدین کے دل میں سخت ٹھیس لگی۔ وہ فوراً ان کی مجلس سے چلے آئے۔ اور جب تلسمانی کو ڈر لگا کہ کہیں یہ بات عام لوگوں میں پھیل نہ جائے اور ان کے خلاف کوئی زبردست ہنگامہ کھڑا نہ ہو جائے تو وہ روتے ہوئے کمال الدین کے پاس چلے آئے اور انہیں راضی کیا۔

شیخ کمال الدین ہی کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ شیخ عفیف الدین تلسمانی نے کہا کہ قرآن میں توحید کہاں ہے؟ وہ تو پورے کا پورا شرک سے بھرا ہوا ہے جو شخص بھی قرآن کی اتباع کرے گا وہ کبھی توحید کے بلند مرتبے تک نہیں پہنچ سکتا۔

انہی کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ انہوں نے شیخ عفیف الدین سے کہا کہ اگر عالم کی تمام چیزیں ایک ہیں جیسا کہ تمہارا عقیدہ ہے تو پھر تمہارے نزدیک جورو، بیٹی اور ایک اجنبی عورت میں کیا فرق ہے۔ تلسمانی نے جواب دیا۔ ہمارے پاس تو کوئی فرق نہیں ہے۔ چونکہ ان محجوبوں نے ان کو حرام قرار دیا ہے اس لیے ہم نے بھی کہا کہ یہ چیزیں تم پر حرام ہیں۔ ہم پر تو کوئی چیز بھی حرام نہیں ہے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ محض ظاہری علما کو چڑانے کی غرض سے ایسی باتیں کیا کرتے تھے۔ ورنہ کوئی بھی عقل سلیم رکھنے والا شخص اس قسم کی باتیں نہیں کر سکتا۔

شیخ عفیف الدین کا نظریہ یہ تھا کہ خدا ایک وجود مطلق ہے جو ساری کائنات میں جاری و ساری ہے چنانچہ کہتے ہیں:

البحر لاشك عندی فی توحده
وان تعدد بالامواج والزبد

میرے نزدیک سمندر کے ایک ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے اگرچہ وہ اپنی موجوں اور جھاگ کی وجہ سے متعدد دکھائی دیتا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


فلا یغرنك ما شاهدت من صور

فالواحد الرب ساری العین فی العدد

پس تم اس بات سے دھوکہ نہ کھاؤ کہ تمہیں کئی صورتیں دکھائی دیتی ہیں۔ پس ایک ہی پروردگار ہے جو تمام چیزوں میں جاری وساری ہے۔

شیخ عفیف الدین کا لڑکا محمد بھی بہت اچھا شاعر تھا۔ صاحب دیوان تھا۔ اس کا دیوان بیروت سے ۱۸۸۵ء میں شائع ہوا ہے۔ اس نے اپنے باپ ہی کی زندگی میں ۶۸۸ھ میں وفات پائی۔ اس سے شیخ عفیف الدین کے دل کو بڑا سخت صدمہ پہنچا۔ انہوں نے اس کی وفات پر دلدوز مرثیے لکھے ہیں۔

شیخ عفیف الدین نے ۵ رجب ۶۹۰ھ کو چہار شنبہ کے دن دمشق میں وفات پائی اس وقت امام ابن تیمیہ کی عمر تقریباً تیس سال کی تھی۔ امام ابن تیمیہ نے کئی جگہ شیخ عفیف الدین پر سخت تنقیدیں کی ہیں اور انہیں فاسق وفاجر لکھا ہے۔ امام موصوف شیخ کی شاعری کے معترف ہیں مگر یہ لکھتے ہیں کہ ان کی شاعری پر عربی کی یہ مثل صادق آتی ہے لحم خنزیر فی طبق صینی (چینی طبق میں سور کا گوشت)

امام موصوف لکھتے ہیں کہ تلسمانی کا قول سب سے زیادہ کافرانہ اور زندیقانہ ہے کیونکہ وہ مظاہر اور ظاہر کے درمیان کوئی فرق نہیں کرتے کثرت اور تفرقہ کو ایک ہی چیز قرار دیتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ جو کچھ بھی شہود حقیقت سے محجوب ومستور ہوگا وہی کثرت کا مشاہدہ کرے گا اور جب کسی کی نظر سے یہ سارا حجاب اٹھ جائے گا تو اسے ہر طرف وحدت نظر آنے لگے گی اس کے دوسرے معنی یہ ہیں کہ ہر طرف خدا ہی خدا ہے اس کے سوا کسی اور کا کوئی وجود نہیں ہے۔ گویا دیکھنے والا خود اپنے آپ کو دیکھ رہا ہوگا۔ اور خود ہی شاہد اور خود ہی مشہود ہوگا۔ یہ ایک ایسا قول ہے جس کو ان سے پہلے کسی اور نے نہیں کہا ہے۔

امام ابن تیمیہ نے لکھا ہے کہ اس قسم کے خیالات کی نشوونما تاتاری حکومت کے غلبہ کی وجہ سے ہوئی ہے۔ اسلام سے پہلے نصرانیوں میں حلول اور اتحاد کے خیالات موجود تھے۔ اسلام کے بعد رافضیوں نے ان خیالات کو قبول کیا پھر جہمیوں نے حلول عام کا عقیدہ پیش کیا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اور یہ کہنا شروع کیا کہ خدا اپنی ذات سے ہر جگہ موجود ہے اور اب ان اتحادی ملحدوں نے اتحاد عام کی تبلیغ شروع کر دی ہے۔

امام موصوف نے یہ بھی لکھا ہے کہ ابن عربی، ابن سبعین، صدر الدین قونوی اور تلمسانی کے خیالات کے تین ذرائع ہیں۔ ایک جہمیوں کی سلب و تعطیل ہے، دوسرا صوفیوں کے مجمل اور متشابہ کلمات ہیں اور تیسرا فلسفیوں کے غلط خیالات اور دلائل ہیں۔ چنانچہ ابن عربی کے کلام پر صوفیہ کے مجمل کلمات اور اصطلاحات کا بڑا اثر ہے۔ قونوی اور ابن سبعین نے فلسفہ سے بہت فائدہ اٹھایا ہے اور تلمسانی نے ان سب کو ملا کر ایک معجون مرکب تیار کیا ہے۔

## امام ابن تیمیہ کی مخالفت

امام ابن تیمیہ کی تصنیفات سے واضح ہوتا ہے کہ انہوں نے اور علوم کے ساتھ ساتھ علم تصوف کا بھی گہرا مطالعہ کیا تھا اور وہ زمانہ بھی کچھ ایسا تھا کہ ہر طرف تکیے، زاوئے اور خانقاہیں قائم تھیں۔ جہاں بہت سے قوی اور تنومند نوجوان ذکر و اذکار اور اوراد و وظائف کے شغل کے بہانے سے گوشہ نشینی اختیار کر چکے تھے انہیں اپنی روزی کے لیے محبت اور مشقت کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ بلکہ ہر ایک کو حکومت کی طرف سے وظیفہ مقرر تھا۔ ظاہری شکل و صورت فقیرانہ تھی مگر ان میں سے اکثر کا دل سیاہ اور مکروہ تھا۔ اکثر تجرد کی زندگی بسر کرتے تھے۔ تجرد کی زندگی جتنی عمدہ اور پاکیزہ دکھائی دیتی ہے اتنی ہی اخلاقی حیثیت سے بہت خطرناک ہوتی ہے۔ بیشتر اشخاص اپنی خواہشات نفسانی سے مغلوب ہو کر اخلاقی مفاسد میں گرفتار ہو جاتے تھے۔ علمی و اخلاقی حیثیت سے بھی ان کا درجہ بہت پست ہوتا تھا۔ ان کی ظاہری شکل و صورت سے مرعوب ہو کر عوام ان کے معتقد ہو جاتے تھے۔ لوگ قرآن و حدیث کو چھوڑ کر صوفیہ کے بتائے ہوئے اوراد و وظائف کا ورد کرنے لگے تھے۔ غوث قطب، ابدال، اوتار، نجباء، امام اور حضرت خضر کی موہوم شخصیتوں کے ساتھ ان کی دلچسپی اور دل بستگی زیادہ ہو گئی تھی۔ اکثر لوگوں کو معجزانہ کمالات کے دیکھنے اور دکھانے کا شوق پیدا ہو گیا تھا۔ اور انہیں رجال غیب کے ساتھ تعلق پیدا کرنے کی خواہش بڑھ گئی تھی۔ پیروں اور مشائخ طریقت کے رتبوں کو بہت ہی بڑھا چڑھا کر پیش کیا جا رہا تھا، اس کی وجہ سے مسلمانوں کی ساری عملی قوتیں کمزور اور بیکار

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


ہوگئی تھیں۔ اور ان پر ضعف اور اضمحلال طاری ہوگیا تھا۔ عام مشائخ طریقت اور ان کے متبعین میں بہت سی اعتقادی اور عملی برائیاں پیدا ہوگئی تھیں جن کی اصلاح ضروری تھی۔ اسی جذبے کے ماتحت امام ابن تیمیہ نے شیخ عدی بن مسافر الاموی کے پیروؤں کے نام ایک کھلا تبلیغی خط لکھا جو ''الوصیۃ الکبریٰ'' کے نام سے امام ابن تیمیہ کے مجموعۃ الرسائل الکبریٰ میں چھپ گیا ہے۔ اس میں انہوں نے ان کے بعض فاسد اعتقادات اور اعمال پر گرفت کی ہے اور انہیں قرآن وحدیث پر عمل کرنے کی دعوت دی ہے۔

ابن عربی اور ابن فارض وغیرہ کے فلسفیانہ تصوف سے نہ صرف امام ابن تیمیہ کو اختلاف تھا بلکہ ان سے پہلے بھی علما کے اندر ان کے متعلق موافق یا مخالف بحثیں جاری تھیں۔ جب امام ابن تیمیہ اپنے والد ماجد کی وفات کے بعد استاد مقرر ہوئے تو وحدۃ الوجود اور دیگر نزاعی مسائل کے متعلق ان سے سوالات ہونے لگے۔ انہوں نے اپنی تقریروں اور تحریروں میں ان کی مخالفت شروع کی اور قرآن وحدیث کی روشنی میں انہیں غلط قرار دیا۔ ان کو قدماء صوفیہ سے کچھ زیادہ اختلاف نہیں تھا۔ وہ ان کے مداح تھے جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا ہے۔ ان کو صرف فلسفیانہ تصوف سے اختلاف تھا اور جیسے جیسے زمانہ گزرتا جارہا تھا ان کے اس اختلاف میں اور زیادہ شدت پیدا ہوتی جارہی تھی۔ وہ خود ایک جگہ لکھتے ہیں کہ اگر انہیں ان نام نہاد صوفیہ کی عام مضرت کا احساس نہ ہوتا تو انہیں ان کے خلاف قلم اٹھانے کی کوئی حاجت نہ ہوتی۔ ان کے الفاظ ہیں۔

ولولا ان اصحاب هٰذا القول كثروا وظهروا وانتشروا وهم عند كثير من الناس سادات الانام ومشائخ الاسلام واهل التوحيد والتحقيق وافضل اهل الطريق حتى يفضلوهم على الانبياء و المرسلين و اكابر مشائخ الدين لم يكن بنا حاجة الى بيان فساد هٰذه الاحوال وايضاح هٰذا الضلال ولكن يعلم بذٰلك ان الضلال لاحد له وانه اذا كدرت العقول لم يبق لضلالها حد معقول فسبحان من فرق فى

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



نوع الانسان فجعل منه من هو افضل العالمين وجعل منه من هو شرارا لشياطين ولكن تشبيه هولاء بالانبياء والاولياء كتشبيه مسيلمة الكذاب بسيد اولى الالباب هوالذى يوجب جهاد هولاء الملحدين الذين يفسدون الدنيا والدين۔ [1]

''اور اگر اس قول کے ماننے والے اتنے زیادہ نہ ہوتے اور بڑھ کر پھیل نہیں جاتے اور وہ اکثر لوگوں کے نزدیک سادات امام، مشائخ اسلام اور اہل توحید و تحقیق اور اہل طریق میں سب سے افضل گنے جاتے ہیں یہاں تک کہ ان کو انبیاء مرسلین اور اکابر مشائخ دین پر فضیلت دیتے ہیں تو ہم کو ان کے احوال کے فساد کے بیان کرنے اور ان کی گمراہی کی وضاحت کرنے کی کوئی حاجت نہیں ہوتی لیکن اس سے معلوم کیا جاسکتا ہے کہ گمراہی کی کوئی حد نہیں ہے اور جب عقلیں مکدر ہو جائیں تو اس کی گمراہی کی کوئی معقول حد نہیں ہوتی۔ پس پاک ہے وہ خدا جس نے انسان کی نوع میں فرق کیا۔ پس ان میں سے بعض کو عالم میں افضل قرار دیا اور بعض کو بدترین شیطانوں میں سے بتایا اور لیکن ان کو انبیا اور اولیاء کے ساتھ تشبیہ دینا اسی طرح ہے جیسا کہ مسیلمہ کذاب کو سید اولی الالباب سے تشبیہ دی جائے اور یہی ایک چیز ان ملحدوں کے خلاف جو دین و دنیا کو خراب کرتے ہیں جہاد کو واجب کرتی ہے۔

## شیخ نصر المنبجی کے نام خط

تصوف کے نزاعی مسائل کے متعلق یہ بحثیں جاری تھیں کہ لوگوں کی توجہ تاتاری لڑائیوں کی طرف منعطف ہوگئی اور جب اس سے فراغت ملی تو امام ابن تیمیہ نے اپنے زمانہ کی بدعات وسیئات کے خلاف زوردار جہاد شروع کر دیا۔ امام موصوف نے ان نام نہاد صوفیوں کو راہ راست پر لانے کی کوشش کی۔ جب انہیں معلوم ہوا کہ مصر میں شیخ نصر بن سلیمان المنبجی

[1] مجموعة الرسائل والمسائل لابن تيمية: ١/ ١١٦۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


(المتوفی:۷۱۹ھ) کی مجلس میں وحدۃ الوجود اور دوسرے نزاعی مسائل کا ذکر آیا اور انہوں نے امام ابن تیمیہ پر سخت تنقید کی تو انہوں نے ۷۰۴ھ میں ان کے نام ایک طویل خط لکھا۔ اس کے آخری جملوں سے پتہ چلتا ہے کہ یہ خط جلدی میں لکھا گیا تھا کیونکہ جن صاحب کے ذریعہ یہ خط دمشق سے مصر روانہ کیا جا رہا تھا وہ سفر کے لیے تیار ہو چکے تھے۔ یہ خط تیئس ۲۳ صفحوں میں پھیلا ہوا ہے۔ ہم ذیل میں اس خط کا محض خلاصہ پیش کرتے ہیں۔ [1]

احمد بن تیمیہ کی طرف سے شیخ عارف وقدوۂ سالک و ناسک ابو الفتح نصر بن سلیمان المنبجی کے نام۔ افاض اللّٰہ علینا ببرکات انفسہ۔

شیخ کے ظاہر و باطن پر اللہ تعالیٰ وہی اسرار کھولے جن کو اس نے اپنے اولیاء کے دلوں پر کھولا ہے۔ نیز جن وانس کے شیاطین کے خلاف اللہ تعالیٰ شیخ کی مدد کرے اور ان کو ایسے طریقے پر چلائے جو محمد ﷺ کی لائی ہوئی شریعت اسلامیہ کے مطابق ہو اور ان پر ایسی حقیقت دینیہ کا انکشاف کرے جس کی مدد سے شیخ خدا کی مخلوق اور اس کی اطاعت وارادت اور محبت کے درمیان فرق کر سکیں۔ تاکہ شیخ کلمات کونیہ وکلمات دینیہ اور صادق وصالح مومنین اور مشابہ منافقین کے درمیان اسی طرح تمیز کر سکیں جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اور اس کے رسول نے اپنی سنت میں تمیز کی ہے۔

امابعد۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے دین اور دنیا کی ظاہری اور باطنی نعمتوں سے شیخ کو نوازا ہے اور شیخ کا رتبہ ان برگزیدہ مسلمانوں کی نظر میں جو زمین کے اندر سرکشی اور فساد نہیں چاہتے بہت بڑھا دیا ہے اور نیز اس حسن معرفت اور نیک ارادے کی بنا پر جو شیخ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوا ہے ان برگزیدہ مسلمانوں کے دلوں میں شیخ کی محبت ڈال دی ہے۔ کیونکہ علم اور نیک ارادہ ہی ہدایت اور عبادت کی راہ میں اصل ہیں۔

ایمان کی محبت ہی سے ایمان کا ذوق پیدا ہوتا ہے اور ایمان کی مٹھاس اللہ اور اس کے رسول کی محبت اور خلاف ایمان چیزوں سے نفرت کرنے ہی پر موقوف ہے۔ اس دعوے کی

---

[1] امام ابن تیمیہ نے اس خط میں جا بجا آیتوں اور حدیثوں سے لطیف استدلال کیا ہے۔ ہم نے اکثر جگہ ان کے صرف بنیادی مفہوم کو لیا ہے اور ان کی تحریروں کا بعض جگہ خلاصہ اور بعض جگہ آزاد ترجمہ دیا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



صداقت پر کئی حدیثیں دلالت کرتی ہیں۔ ذوق اور وجد اعمال ظاہرہ کی اصل اور اعمال باطنہ کا ثمرہ اور پھل ہیں۔ ان دونوں کی مدد سے خدا اور اس کے رسول کی پسندیدہ اور ناپسندیدہ باتوں کے درمیان تمیز کرنی چاہیے۔ اسی لیے حضرت سہل بن عبداللہ تستری نے فرمایا۔ ہر وہ وجد جو کتاب وسنت کے مطابق نہ ہو باطل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کئی جگہ اس کا ذکر کیا ہے کہ جو لوگ اللہ سے محبت کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں وہ پہلے نبی کی کامل پیروی کریں۔

اللہ تعالیٰ نے شیخ کو معرفت کا وہ نور بخشا ہے جس سے کام لے کر وہ ایمانی اور مجمل و مشترک محبت کے درمیان فرق کر سکتے ہیں۔

سالکین میں سے اکثر ایسے لوگ ہیں جو اپنے سلوک میں اللہ تعالیٰ کی کامل ربوبیت اور قیومیت کا مشاہدہ کرتے ہیں اور اسی ربانی توحید میں فنا ہو جاتے ہیں۔ ایسے لوگ اللہ اور اس کے رسول کی پوری پوری اطاعت کرتے ہیں اور ان چیزوں سے بالکل بچتے رہتے ہیں جن سے بچنے کی اللہ اور اس کے رسول نے تاکید کی ہے۔ مگر بعض سالکین ایسے بھی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول کے اوامر و نواہی کی پابندی میں اپنے آپ کو آزاد تصور کرتے ہیں۔

جامع توحید میں بندے کے تین مقام ہیں۔ پہلا مقام فرق و کثرت کا ہے۔ دوسرا مقام جمع و فنا کا ہے۔ تیسرا مقام جمع میں تفرقہ اور وحدت میں کثرت کے مشاہدہ کرنے کا ہے۔ اور یہی تیسرا مقام فناء کامل کا مقام ہے۔ ایسا شخص ہرگز ماسوی اللہ کی عبادت یا اس سے استعانت نہیں کرتا اور ہرگز غیر اللہ کا قصد نہیں کرتا وہ یہی سمجھتا ہے کہ خدا ایک ہے اور وہی ساری کائنات کا خالق اور پروردگار ہے اور اسی کی وجہ سے یہ ساری دنیا قائم ہے۔ آنحضرت ﷺ اور تمام انبیا نے اسی دین اور توحید کی تعلیم دی ہے۔ اور تمام قدیم مشائخ طریقت اور علمائے دین اسی کی تعلیم دیتے رہے ہیں لیکن بعض ذوی الاحوال مشائخ کو فناء قاصر کی حالت میں سکر پیدا ہوا اور ان کی زبان سے سبحانی ما اعظم شانی (پاک ہوں میری شان کتنی بڑی ہے) یا مافی جبتی الا اللّٰہ (میرے جبے میں اللہ کے سوا کچھ نہیں ہے) کہ فقرے سرزد ہوئے جیسا کہ حضرت بایزید بسطامی رحمہ اللہ کے متعلق روایت کی جاتی ہے۔ سکر والے آدمیوں کے کلمات کو لپیٹ کر بالائے طاق رکھ دیا جاتا ہے۔ اور ان کو کسی کے سامنے بیان

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



نہیں کیا جاتا کیونکہ جسمانی اور روحانی سکر کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ جسم کا سکر کھانے پینے سے اور نفوس کا سکر تصویروں سے اور روح کا سکر آوازوں سے ہوتا ہے۔ اسی سکر کی بنا پر بعض لوگوں نے عینی حلول و اتحاد کا غلط دعویٰ کیا تھا۔ جیسا کہ نصاریٰ نے حضرت مسیح کے بارے میں یا غالی شیعوں نے حضرت علی اور دیگر اہل بیت کے بارے میں یا حلاج اور مصر کے سلطان حاکم بامر اللہ نے خود اپنے بارے میں دعویٰ کیا تھا۔ انہیں درحقیقت نوعی و حکمی اتحاد اور عینی و ذاتی اتحاد کے درمیان ایک غلط اشتباہ ہو گیا تھا۔

انجیل میں بعض کلمات ایسے ہیں جن کی وجہ سے نصاریٰ کو اشتباہ ہوا۔ جیسے حضرت مسیح کا یہ قول کہ میں اور میرا باپ دونوں ایک ہیں۔ جس نے مجھے دیکھا اس نے گویا میرے باپ کو دیکھا، نصاریٰ اس قول کے ظاہری معنی مراد لے کر گمراہ ہو گئے۔ اسی طرح بعض مسلمان تقرب الی اللہ کی مشہور حدیث قدسی کے ظاہری معنی مراد لے کر گمراہ ہو گئے۔ اس حدیث میں خدا کی زبان سے یہ بیان کیا گیا ہے۔ کہ میرا بندہ نوافل کے ذریعے میری قربت اور نزدیکی حاصل کرتا جاتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں اور جب میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سننے لگتا ہے میں اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھنے لگتا ہے۔ میں اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑنے لگتا ہے میں اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلنے لگتا ہے پس وہ میرے ہی ذریعے سنتا ہے۔ میرے ہی ذریعے دیکھتا ہے، میرے ہی ذریعے پکڑتا ہے اور میرے ہی ذریعے چلتا ہے۔

مجھے خبر ملی ہے کہ بعض لوگوں نے آپ کے حضور میں اتحادی مذہب کے متعلق کچھ گفتگو کی ہے۔ اس سے پہلے میں نے آپ کی خدمت میں ایک خط لکھا تھا جس میں ان اتحادیوں کی طرف بلا قصد و ارادہ ضمنی اشارہ ہو گیا تھا۔ میرا مقصد خصوصیت کے ساتھ ان کا ذکر کرنا نہیں تھا، چونکہ شیخ پر تمام مومنین کا اجماع ہے۔ اس لیے ہمارا فرض ہے کہ تمام دینی اور دنیاوی امور میں شیخ کی امداد و اعانت کریں۔

بعض لوگ ان اتحادیوں کی حقیقت معلوم کرنا چاہتے تھے۔ انہوں نے داعی (یعنی امام ابن تیمیہ) کو خط لکھا۔ میں نے اس بارے میں اس سے پہلے بھی ایک مراسلہ لکھا تھا۔ جس کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



نقل عنقریب شیخ کی خدمت میں روانہ کی جائے گی۔ سیدنا عماد الدین [1] نے بھی اس بارے میں کئی رسائل لکھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس بات کو اچھی طرح جانتا ہے کہ اگر اہل طریقت اور سالکین الی اللہ کی طرف سے ان اتحادیوں کے ضرر اور نقصان کا دفع کرنا بے حد ضروری نہ ہوتا تو مجھے ان کے طریقت کے اسرار کے کھولنے اور ان کی پوشیدہ باتوں کے برملا کرنے کی کوئی حاجت نہ ہوتی۔ ان کے ضرر اور نقصان کا دفع کرنا ایسا ہی ضروری ہے جیسا کہ مومنین سے تاتاریوں کے ضرر اور نقصان کو دفع کیا گیا ہے۔ شیخ اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ دعوت نبوی بلکہ لوگوں کے پیدا کرنے، کتابوں کے اتارنے اور رسولوں کے بھیجنے کا مقصد ہی یہ تھا کہ دین پورے کا پورا اللہ ہی کا ہو اور لوگوں کو خدا کی طرف بلایا جائے۔ لیکن ان اتحادیوں کی وجہ سے سالکین پر وہ توحید مشتبہ ہوگئی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتابوں اور اپنے رسولوں کے ذریعہ واضح کیا تھا۔ ان اتحادیوں کی توحید در حقیقت صانع کو معطل کرنا اور خالق کا انکار کرنا ہے۔

مجھے ابن عربی کے متعلق ابتداء میں بہت ہی حسن ظن تھا۔ کیونکہ ان کی فتوحات مکیہ، الکنہ المحکم المربوط، الدرۃ الفاخرہ اور مطالع النجوم جیسی کتابوں میں بہت سی مفید باتیں پائی جاتی ہیں۔ لیکن جب میں نے ان کی کتاب فصوص الحکم پڑھی تو اندرونی حقیقت ظاہر ہوگئی۔ جب ہم لوگ آپس میں مل بیٹھتے ہیں تو حقیقت کی تلاش اور جستجو کرتے رہتے ہیں اور حق کے اتباع کی کوشش کرتے رہتے ہیں اور جب ہم پر حقیقت واضح ہوگئی تو ہمیں اپنی ذمہ داری محسوس ہونے لگی۔ اور جب مشرق کے شہروں سے معتبر مشائخ تشریف لائے اور ہم سے اسلام کا حقیقی اور سچا راستہ دریافت کیا تو ہم پر ان اتحادیوں کی حقیقت کا ظاہر کرنا ضروری ہوگیا، ہم نے ان کی وضاحت کی اور جب ملک شام کے اطراف کے ایسے لوگوں نے جن کا شمار صادق وطالب سالکین میں سے ہے ہمیں خطوط لکھے تو ہم نے وہ تمام باتیں بیان کیں جن کا بیان کرنا ضروری تھا۔ اور جو ان کے تمام مقاصد کے جامع تھے۔ اللہ تعالیٰ سے ہماری دعا ہے کہ وہ ان مسائل

---

[1] یعنی شیخ عماد الدین واسطی جو ایک زمانہ تک صوفیہ کے ساتھ رہے اور پھر ان کے مخالف ہو گئے تھے آخر میں امام ابن تیمیہ کی صحبت اختیار کی اور ۷۱۱ھ میں دمشق کے اندر وفات پائی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



میں شیخ کی رہنمائی کرے۔ شیخ سے ہماری درخواست ہے کہ وہ اپنے دل کی روشنی، نفس کی ذکاوت اور اسلام اور اہل اسلام اور اخوان صالحین کی نصیحت کے نیک ارادے کے پیش نظر وہی کام کریں جس سے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہو اور اس کی وجہ سے دنیا و آخرت میں شیخ کو نجات ملے۔

تاتاریوں کے ظہور سے پہلے کسی کو ان اتحادیوں کے متعلق کوئی اطلاع نہیں تھی۔ قدیم زمانے میں اتحاد سے مراد اتحاد معین ہی ہوتا تھا جیسے نصاریٰ کا یہ قول کہ اللہ تعالیٰ اور حضرت مسیح دونوں ایک ہی ہیں۔ یا غالی شیعوں کا یہ عقیدہ کہ اللہ تعالیٰ کی ذات حضرت علی یا اہل بیت کے بعض افراد میں حلول کیے ہوئے ہے یا بعض جاہل فقیروں اور صوفیوں کا یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ کسی مخصوص بزرگ یا ولی کے جسم میں ہوتا ہے۔ اب رہا حلول مطلق کا عقیدہ کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ساری کائنات میں پھیلی ہوئی ہے۔ صرف قدیم جہمیہ کا تھا جن کو علمائے اسلام کافر کہا کرتے تھے آج کل کے اتحادی اسی مطلق حلول کے عقیدے کی تبلیغ کر رہے ہیں۔ ان سے پہلے اس قسم کا عقیدہ یا تو فرعون جیسے منکر خدا کے دعاوی میں ملتا ہے یا قرامطہ کے خیالات میں پایا جاتا ہے۔ ان اتحادیوں کا یہ بھی خیال ہے کہ خالق کا وجود مخلوق کے وجود کا عین ہے اس خیال کے مطابق ہرگز یہ تصور نہیں کیا جا سکتا کہ خدا نے اپنی ذات کے سوا کوئی اور چیز پیدا کی ہو یا کسی دوسری کائنات کا پروردگار رہا ہو۔ ان اتحادیوں کی باتیں اتنی مبہم ہیں کہ بسا اوقات کوئی ان کا صحیح مفہوم معلوم نہیں کر سکتا۔

ان اتحادیوں کا کہنا یہ ہے کہ تمام ذوات کل کی کل عدم میں ثابت ہیں اور وہ ازلی اور ابدی ہیں۔ یہ لوگ حیوانات و نباتات و معدنیات بلکہ حرکات و سکنات کی ذوات تک کو ازلی و ابدی اور انہیں عدم میں ثابت مانتے ہیں۔ اور یہ کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ کا وجود ان پر فائض ہے۔ اسی لیے ان ذوات کا وجود گویا حق کا وجود ہے۔ اس کے باوجود ان کی ذوات حق کی ذات نہیں ہوتیں۔ اس طرح وہ وجود اور ثبوت کے درمیان فرق کرتے ہیں۔

یہ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ اللہ جل شانہٗ نے کسی کو کچھ نہیں دیا۔ نہ تو اس نے کسی کو غنی بنایا اور نہ کسی کو شقی یا سعید قرار دیا۔ اگر تعریف کرو تو اپنے ہی نفس کی تعریف کرو اور اگر مذمت کرو تو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اپنے ہی نفس کی مذمت کرو۔ یہ لوگ اسی کو تقدیر کا راز بتاتے ہیں۔

ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اشیاء کے دیکھنے کے بعد ان کا علم حاصل ہوتا ہے۔ یہ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عالم کے ایک ذرے کو بھی بدلنے کی قدرت نہیں رکھتا۔ یہ لوگ یہ بھی سمجھتے ہیں کہ وہ چیزوں کو اسی حیثیت سے جانتے ہیں جس حیثیت سے کہ خدا ان کو جانتا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ ان کے اور خدا کے علم کا سرچشمہ ایک ہے اس لحاظ سے وہ بعض صورتوں سے خاتم الرسل پر فضیلت رکھتے ہیں کیونکہ رسولوں کا علم صوفیوں کی طرح براہ راست نہیں ہے بلکہ ان کا سرچشمہ اس سے ہے جس سے فرشتے فیض پاتے ہیں۔

یہ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ کوئی شخص غیر اللہ کی عبادت نہیں کرتا کیونکہ جب غیر اللہ کا وجود ہی نہ ہو تو پھر غیر اللہ کی عبادت کیونکر متصور ہو سکتی ہے۔ بتوں کے پجاری بھی اللہ ہی کی عبادت کرتے ہیں۔

﴿ وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ﴾ [1]

''اور تیرے پروردگار نے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ تم اس کے سوا کسی کی پرستش نہ کرنا۔''

کیونکہ وہ اللہ ہی کے فیصلہ پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ [2] نوح علیہ السلام کی قوم نے بتوں کی پرستش پر جو اصرار کیا وہ ٹھیک تھا۔ پتھروں اور درختوں کی پوجا کو دیکھ کر ایک جاہل یہی تصور کرتا ہے کہ وہ پتھر اور درخت ہیں مگر ایک عارف انہی میں جلوہ و جمال الٰہی دیکھتا ہے ان لوگوں کا کہنا یہ ہے کہ نصرانیوں نے ایک شخص واحد کی پرستش کر کے کفر کیا اور بت پرستوں کی خطا یہ ہے کہ انہوں نے صرف چند مظاہر کی پرستش پر اکتفا کیا۔ مگر ایک عارف باللہ ہر چیز کی پرستش کرتا ہے اس لیے کہ اس میں جلوہ و جمال الٰہی نظر آتا ہے۔ ان کے اس خیال کے مطابق خود خدا بھی ہر ایک چیز کی پرستش کرتا ہے۔ کیونکہ تمام چیزیں اس کے اسماء و احکام کے لیے بمنزلہ غذا کے ہیں اور خود خدا ان اشیاء کے وجود کے لیے غذا کا کام دیتا ہے گویا اللہ تعالیٰ ان

---

[1] ۱۷/بنی اسرآءیل:۲۳۔

[2] حسن سنجری فرماتے ہیں کافراں سجدہ کہ بر روئے بتاں میں کردند ہمہ روسوئے تو بود و ہمہ سوروئے تو بود۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



چیزوں کا محتاج ہے اور یہ چیزیں بھی اللہ تعالیٰ کی محتاج ہیں۔ اس لیے ہر ایک چیز خدا کی دوست ہے۔ یہ لوگ اللہ کے نیک ناموں کو ان کے وجود اور ثبوت کے درمیان محض ایک نسبت اور اضافت قرار دیتے ہیں۔ ان کے پاس یہ عدمی امور نہیں ہیں۔ خدا کے ناموں میں سے ایک علی ہے جس کے معنی بلند و بالا کے ہیں لیکن جب یہاں خدا کے سوا کسی اور کا کوئی وجود ہی نہیں ہے تو سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کس پر بلندی رکھتا ہے۔

جب حضرت ہارون علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو گوسالہ پرستی سے منع کیا تو حضرت موسیٰ نے انہیں بہت برا بھلا کہا۔ یہ لوگ اس کے معنی یہ لیتے ہیں کہ حضرت موسیٰ حضرت ہارون سے زیادہ علم رکھتے تھے۔ بنی اسرائیل نے گوسالہ کی جو پرستش کی تو گویا انہوں نے خدا ہی کی پرستش کی۔ چونکہ حضرت ہارون میں حضرت موسیٰ کی سی وسعت نظر نہیں تھی اس لیے انہوں نے بنی اسرائیل کو گوسالہ پرستی سے منع کیا۔ ان کے نزدیک فرعون سب سے بڑا عارف تھا۔ یہی وجہ ہے جادوگروں نے فرعون کے اس دعوے کو تسلیم کر لیا کہ وہ ان سب کا بڑا پروردگار ہے۔ [1]

میں بعض علما و فضلاء کے سامنے ان اتحادیوں کی حقیقت کو ظاہر کر رہا تھا کہ ان میں سے بعض نے مجھے بتایا کہ بڑے بڑے اتحادی فرعون ہی کے قول پر ہونے کا اعتراف کرتے ہیں۔

یہ تمام مذکورہ بالا نظریے صاحب فصوص الحکم ہی کے ہیں۔ خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ کس عقیدے پر اس شخص کی موت ہوئی ہے۔ خدا ہم سب زندوں اور مردوں کی مغفرت کرے۔

صاحب فصوص الحکم کا دعویٰ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ کتاب عنایت کی۔ مگر اس میں بہت سی باتیں ایسی ہیں جن کا انبیاء و مرسلین اور اولیاء و صالحین تو کیا یہود و نصاریٰ اور صابی لوگ ان کے قائل نہیں ہو سکتے بت پرست مشرکین اور کافر اہل کتاب بھی ایک صانع کا اعتراف کرتے ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی یہ نہیں کہتا کہ خالق مخلوقات کا عین ہے۔

ان اتحادیوں کا یہ قول دو اصل پر مبنی ہے۔

---

[1] اس تفصیل کے لیے دیکھو فصوص الحکم فص ہارونیہ و فص موسویہ۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ایک یہ ہے کہ معدوم عدم میں ایک ثابت شے ہے جیسا کہ اکثر معتزلہ اور رافضہ کا خیال تھا۔ یہ مذہب عقل کی رو سے باطل اور کتاب وسنت اور اجماع صحابہ کے مخالف ہے۔ ان لوگوں نے درحقیقت اس حیثیت سے غلطی کی ہے کہ انہوں نے خدا کے اس علم کے درمیان جو چیزوں کے وجود میں آنے سے پہلے ہوتا ہے اور اس علم کے درمیان جو چیزوں کے وجود میں آنے کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ کوئی فرق نہیں کیا ہے۔ اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے پیدا کرنے سے پہلے ان کی تقدیر لکھ دی ہے لیکن اہل سنت و جماعت وجود علمی خارجی کے درمیان فرق کرتے ہیں۔

یہ اصل اور یہ قول کہ معدوم عدم میں ایک ثابت شئ ہے اگرچہ باطل ہے مگر چار سو سال سے اس کا عقیدہ چلا آرہا ہے۔ ابن عربی نے اس عقیدے والوں کی موافقت کی ہے۔

دوسری اصل یہ ہے کہ احادیث و محدث مخلوقات کا وجود عین خالق کا وجود ہے نہ تو وہ خالق کا غیر ہیں اور نہ ہی اس کے سوا کچھ اور ہیں۔ اس اصل کو سب سے پہلے ابن عربی ہی نے پیش کیا۔ وہ اس معاملے میں بالکل منفرد ہیں۔ ان سے پہلے کسی شیخ اور عالم نے یہ نظریہ پیش نہیں کیا۔ آج کل کے تمام اتحادی اسی نظریے کی پیروی کر رہے ہیں لیکن ان سب میں ابن عربی اسلام سے قریب تر ہیں۔ اکثر جگہوں پر ان کا کلام بہتر ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ ظاہر اور مظاہر کے درمیان فرق کرتے ہیں۔ اور اوامر و نواہی اور امور شریعت کو اپنی جگہ پر برقرار رکھتے ہیں اور مشائخ امت نے جن اخلاق و عبادات کی تعلیم دی ہے ان پر عمل کرنے کا حکم دیتے ہیں۔ اسی لیے وہ عابد و زاہد لوگ جو ان کے کلام کو اپنا رہنما اور رہبر بناتے ہیں اپنے سلوک کی منزلوں کے طے کرنے میں ان کے کلام سے بہت زیادہ فائدہ اٹھاتے ہیں۔ حالانکہ یہ لوگ ابن عربی کے پیش کردہ حقائق کو نہیں سمجھ سکتے ہیں۔ اور جو لوگ سمجھ سکتے ہیں ان پر ان کے خیالات و نظریات کی حقیقت کھل جاتی ہے۔

اب رہے ابن عربی کے ساتھی صدر الدین رومی قونوی تو وہ متفلسف (فلسفہ جاننے کے مدعی) تھے اور شریعت اور اسلام سے دور تھے۔ اسی لیے فاجر عفیف الدین تلمسانی کہا کرتا تھا کہ میرا پرانا شیخ متروحن (روحانیت کا مدعی) اور متفلسف (فلسفہ جاننے کا مدعی) تھا اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



دوسرا فیلسوف اور متروحن تھا اس سے ان کی مراد صدالدین رومی سے تھی کیونکہ انہوں نے ان سے علم حاصل کیا تھا۔ عفیف الدین کی ملاقات ابن عربی سے نہیں ہوئی تھی۔

صدر الدین رومی نے اپنی کتاب مفتاح غیب الجمع والوجود وغیرہ میں لکھا ہے۔ کہ اللہ بے شک وہی ہے جس کا وجود مطلق ہے اور یہ ایک بدیہی بات ہے کہ مطلق کا خارج میں کوئی وجود نہیں ہوتا۔ جب بھی کوئی وجود پایا جائے گا وہ معین ہی پایا جائے گا۔ ان کے قول کے مطابق اللہ تعالیٰ کا اصل میں کوئی وجود ہی نہیں ہے۔ اگر اس کا وجود پایا جائے گا تو وہ مخلوقات ہی کے وجود میں پایا جائے گا۔ اسی لیے ان کا اور ان کے شیخ کا کہنا یہ ہے کہ خدا کسی کو دکھائی نہیں دے سکتا اور وہ جب بھی دکھائی دے گا تو کسی خاص معین چیز ہی کی شکل میں دکھائی دے گا۔

اب رہا فاجر تلمسانی تو وہ ان لوگوں میں سب سے زیادہ خبیث تھا۔ اس کا کفر سب سے زیادہ گہرا تھا۔ وہ وجود اور ثبوت کے درمیان اس طرح کا کوئی فرق نہیں کرتا جس طرح ابن عربی کرتے ہیں اور مطلق اور معین کے درمیان اس طرح کی کوئی تمیز نہیں کرتا جس طرح صدر الدین قونوی کرتے ہیں۔ اس کے نزدیک تو اللہ کے سوا کسی اور چیز کا کوئی وجود ہی نہیں ہے۔ وہ یہ کہا کرتا تھا کہ جب تک بندے پر حجاب طاری رہتا ہے وہ ماسوی اللہ کا مشاہدہ کرتا رہتا ہے اور جب یہ حجاب اٹھ جاتا ہے تو پھر اس کو اللہ کے سوا کوئی اور چیز نظر نہیں آتی۔ اسی بنا پر وہ تمام محرمات کو حلال سمجھتا تھا۔ یہاں تک کہ بعض معتبر لوگوں کا بیان ہے کہ وہ اپنی لڑکی، اپنی ماں اور ایک اجنبی عورت کے درمیان کوئی فرق نہیں کرتا تھا۔ وہ یہ کہا کرتا تھا کہ ان میں سے کوئی بھی ہم پر حرام نہیں ہے اور چونکہ یہ محجوب لوگ ان کو حرام سمجھتے ہیں اس لیے ہم بھی ان کو ان پر حرام قرار دیتے ہیں۔ لیکن یہ ہم پر حرام نہیں ہیں۔ تلمسانی یہ بھی کہا کرتا تھا کہ قرآن پورے کا پورا شرک سے بھرا ہوا ہے۔ اگر توحید کہیں پائی جاتی ہے تو وہ صرف ہمارے ہی کلام میں پائی جاتی ہے۔ وہ یہ بھی کہا کرتا تھا کہ وہ کسی شریعت کا پابند نہیں ہے۔ اگر کبھی قرآن کی تعریف کرتا تو اتنا کہتا کہ قرآن جنت کی راہ دکھاتا ہے اور خود اس کا (تلمسانی کا) کلام اللہ تک پہنچاتا ہے۔ اس نے اسی بنیاد پر اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ کی تشریح کی ہے۔ اس کا ایک دیوان

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



بھی ہے جو شاعری کے لحاظ سے اچھا ہے مگر اس کے کلام پر عربی کی یہ مشہور مثل صادق آتی ہے۔ لحم خنزیر فی طبق صینی (چینی طبق میں سور کا گوشت) اس نے نصیری شیعوں کے لیے ایک عقیدہ بھی لکھا تھا۔ تلمسانی کے نزدیک حق تعالیٰ کی حیثیت ایک سمندر کی سی ہے۔ اور دوسرے تمام موجودات موجوں کی حیثیت رکھتے ہیں۔

اب رہا ابن سبعین تو وہ بھی وحدۃ الوجود کا قائل تھا۔ وہ یہ کہا کرتا تھا کہ اللہ کے سوا کسی اور چیز کا کوئی وجود نہیں ہے۔ ابن الفارض کا بھی کم وبیش یہی عقیدہ تھا، جیسا کہ اس کے قصیدۂ تائیہ نظم السلوک سے ظاہر ہوتا ہے۔ لیکن اس کی کوئی تصریح نہیں ملتی کہ آیا یہ دونوں اس عقیدے میں تلمسانی کے حامی تھے یا صدر الدین قونوی اور ابن عربی کے مگر ان سب میں تلمسانی سے بڑھ کر میں کسی کو کافر نہیں پاتا۔

مشائخ شیراز میں سے ایک شرف الدین عبداللہ البلبانی ہے جس کا یہ شعر ہے۔

وفی کل شئ له آیة
تدل علٰی انه عینه

اور ہر چیز میں اسی کی نشانی ہے جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ وہ اس کا عین ہے۔

اسی کا یہ دوسرا شعر بھی ہے:

وما انت غیر الکون بل انت عینه
ویفهم هٰذا السر من هو ذائقه

اور تو کون کے سوا نہیں ہے بلکہ تو اس کا عین ہے۔ اس راز کو وہی سمجھتا ہے جو اس کا ذوق رکھتا ہے۔

اس قسم کے بہت سے اشعار میں اور نثر میں تو اتنی چیزیں ہیں کہ جن کو کوئی شمار نہیں کر سکتا اس کے باوجود یہ لوگ عوام کو اس وہم میں ڈالتے ہیں کہ یہ لوگ مشائخ اسلام اور ائمہ ہدایت میں سے ہیں جن کی زبان کو اللہ تعالیٰ نے لسان صدق (سچی زبان) قرار دیا ہے۔ یہ لوگ اپنے آپ کو سعید بن المسیب رحمہ اللہ، حسن بصری رحمہ اللہ، عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ، مالک ابن

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



انس رحمہ اللہ، اوزاعی رحمہ اللہ، ابراہیم ابن ادہم رحمہ اللہ، سفیان ثوری رحمہ اللہ، فضیل بن عیاض رحمہ اللہ، معروف الکرخی رحمہ اللہ، امام شافعی رحمہ اللہ، ابوسلیمان دارانی رحمہ اللہ، احمد بن حنبل رحمہ اللہ، بشر الحافی رحمہ اللہ، عبداللہ بن المبارک رحمہ اللہ، شقیق بلخی رحمہ اللہ وغیرہ جیسے بے شمار مشائخ متقدمین اور جنید بن محمد القواریری، سہیل بن عبداللہ تستری رحمہ اللہ، عمرو بن عثمان مکی رحمہ اللہ، ابوطالب مکی رحمہ اللہ، شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ شیخ عدی بن مسافر الاموی رحمہ اللہ شیخ ابوالبیان رحمہ اللہ، شیخ ابومدین مغربی رحمہ اللہ، شیخ عقیل المنبجی رحمہ اللہ، شیخ ابوابو فاء رحمہ اللہ، شیخ رسلان رحمہ اللہ، شیخ عبدالرحیم رحمہ اللہ، شیخ عبداللہ الیونینی رحمہ اللہ وغیرہ جیسے مشائخ متاخرین کے مانند سمجھتے ہیں۔ حالانکہ یہ سب حضرات متفقہ طور پر اس عقیدے کے لوگوں کو کافر سمجھتے تھے۔ ان سب کا یہی خیال تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوقات کا عین نہیں ہے اور نہ وہ اپنی مخلوقات کا جز ہے بلکہ اللہ تعالیٰ اوروں سے ممتاز ہے اور اپنی مخلوقات سے بالکل الگ اور نہ ان سب پر ارفع اور اعلیٰ ہے۔ چاروں آسمانی کتابیں یعنی زبور، تورات، انجیل، اور قرآن مجید اسی پر گواہی دے رہی ہیں اور لوگوں کی فطرت بھی اسی پر شہادت دے رہی ہے۔

اکثر میں یہی خیال کرتا رہتا ہوں کہ تاتاریوں کے ظہور اور غلبہ اور شریعت اسلام کے مٹنے کا ایک بہت بڑا سبب اس قسم کے لوگوں کی پیدائش ہے۔ یہ لوگ درحقیقت کانے دجال کے پیشرو ہیں کیونکہ یہ لوگ ہر چیز کو اللہ تصور کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک دجال بھی فرعون کی طرح ایک بڑا عارف ہے اور آنحضرت ﷺ کے بعد سب سے بڑا پیغمبر ہے۔

بہت زمانے پہلے ہمارے ساتھیوں میں سے ایک جو وحدۃ الوجود کے قائل تھے مگر بعد میں توبہ کر لی ہم سے کہا کہ ہمارے پاس ایک ایسا شخص آیا ہے جو یہ کہتا ہے کہ وہ خاتم الاولیاء ہے۔ وہ یہ کہتا ہے کہ جب حلاج نے انا الحق کہا تو وہ اللہ ہی تھا جس نے حلاج کی زبان پر کلام کیا۔ اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کہ کوئی جن ایک پاگل کی زبان سے بولنے لگتا ہے۔ اس کے دوسرے معنے یہ ہوئے کہ صحابہ کرام نے آنحضرت ﷺ کی زبان سے جو کلام سنا وہ آنحضرت کا نہیں تھا بلکہ اللہ کا کلام تھا۔ میں نے اس قول کا فساد ظاہر کیا اور کہا کہ اگر واقعی ایسا ہوتا جیسا کہ دعویٰ کیا جاتا ہے۔ تو صحابہ کرام بھی موسیٰ بن عمران کے مرتبے پر ہوتے یہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اتحادی موسیٰ بن عمران سے بھی بڑھ کر نکلے کیونکہ حضرت موسیٰ نے درخت سے کلام الٰہی سنا مگر یہ لوگ براہ راست خدا سے ہم کلام ہوتے ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ان اتحادیوں میں سے اکثر اتنے جاہل ہیں کہ وہ تلمسانی کے پیش کئے ہوئے اتحاد عام اور نصاریٰ اور غالی شیعوں کے اتحاد معین کے درمیان کوئی تمیز اور فرق نہیں کر سکتے۔

ائمہ سادات اور سلف امت کے لوگ جہمیوں کے کفر کو یہودیوں کے کفر سے بھی بڑھ کر خیال کرتے تھے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن المبارک اور حضرت امام بخاری رحمہ اللہ وغیرہ نے تصریح کی ہے مگر یہ اتحادی ان جہمیوں سے بھی بڑھ کر کافر ہیں۔ یہ ان باتوں کو بھی سمجھنے کی اہلیت نہیں رکھتے جو علمائے اسلام نے جہمیوں کی تردید میں کہی ہیں۔ بعض لوگوں نے ٹھیک لکھا ہے کہ متکلمین جہمیہ کسی چیز کی بھی پرستش نہیں کرتے۔ لیکن ان کے عابد و زاہد ہر چیز کی پرستش کرتے ہیں۔ کیونکہ متکلمین جہمیہ کے دل میں نہ تو خدا ہی کا خیال ہوتا ہے اور نہ ہی اس کی عبادت کرنے کا جذبہ ہوتا ہے۔ وہ اپنے رب کو سلبی صفات سے متصف کرتے ہیں۔ مگر عابد و زاہد لوگوں کے دل میں خدا پرستی اور عبادت کا جذبہ ہوتا ہے اور ان کا دل ہمیشہ کسی موجود شے کی پرستاری کا طلبگار رہتا ہے اسی لیے وہ مخلوقات کی پرستش کرنے لگ جاتے ہیں۔ یہ اتحادی درحقیقت اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی پرستش نہیں کرتے بلکہ اسی قدر مشترک کی پرستش کرتے ہیں جو اللہ اور اس کی مخلوقات کے درمیان پایا جاتا ہے۔ اسی طرح وہ اب رب کو دوسروں کے برابر قرار دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ابن سبعین ہندوستان چلے جانے کا ارادہ رکھتا تھا کیونکہ اس کا خیال تھا کہ اسلامی سرزمین ان خیالات کی متحمل نہیں ہوسکتی۔ ہندوستان جیسی سرزمین ہی میں جہاں ہر چیز کی پوجا ہوتی ہے۔ اس کے خیالات فروغ پا سکتے ہیں۔

یہ ہے اتحادیوں کے قول کی حقیقت، میں ایسے لوگوں کو جانتا ہوں جنہیں فلسفہ اور کلام سے غیر معمولی دلچسپی ہے اور جن کو ان اتحادیوں کے بتائے ہوئے طریقہ پر چلنے کی بڑی خواہش ہے۔

یہ لوگ رب کے لیے ایسی صفتیں پیش کرتے ہیں جو اس کے لیے مناسب اور موزوں نہیں ہوسکتیں۔ اور جب اس پر کوئی معقول اعتراض کیا جاتا ہے تو فوراً یہ کہہ اٹھتے ہیں کہ ہمارا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ذوق اور وجدان اس کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ ایسے گمراہوں کا جواب یہی ہے کہ ہر وہ ذوق اور وجد جو اسلامی معتقدات و خیالات کے مطابق نہ ہو یا تو ان میں سے ایک باطل ہوگا یا دونوں باطل ہوں گے کیونکہ ذوق اور وجد معارف اور اعتقادات کا نتیجہ ہوتا ہے اس لیے کہ دل کا علم اور اس کا حال دونوں ایک دوسرے کے لیے لازم اور ملزوم ہیں۔ علم اور معرفت کے مطابق ہی وجد یا حال پیدا ہوسکتا ہے۔ اگر یہ لوگ انبیائے مرسلین کے بتائے ہوئے راستے پر چلتے جنہیں اللہ وحدہٗ لاشریک کی عبادت کرنے کا حکم ملا تھا اور اپنے رب کے وہ اوصاف بیان کرتے جو خود اللہ نے اپنے متعلق بیان کئے ہیں یا جن کو رسولوں نے بیان کیا ہے اور پھر وہ اگلے مسلمانوں کے راستے کی پیروی کرتے تو وہ ضرور ہدایت کا رستہ پاتے اور یقین کی ٹھنڈک حاصل ہوتی جس سے ان آنکھوں کو بھی ٹھنڈک اور سیری ملتی۔ رسولوں نے تفصیلی طور پر صفات الٰہی گنائے ہیں اور چند مجمل اوصاف کی نفی کی ہے مگر ان اتحادیوں نے صابی لوگوں کی طرح الٹا طریقہ اختیار کیا ہے۔ یہ زیادہ تر سلبی صفات سے اللہ کو متصف کرتے ہیں۔ اور محض چند ایجابی اوصاف بیان کرتے ہیں۔

خدا شیخ کو اسلام کی تائید کا ذریعہ بنائے اور ان کی سانسوں کی برکت اور ان کے نیک ارادوں اور ان کے دل کی روشنی سے مسلمانوں کو نفع پہنچائے۔ یہ مراسلہ بہت زیادہ طویل ہوگیا ہے۔ اس میں صرف چند نکات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جن کی تشریح ایک خط میں نہیں ہوسکتی۔ میں نے اس وقت وہی باتیں لکھ دی ہیں جو میری نظر میں ضروری معلوم ہو رہی تھیں۔ اس کے علاوہ یہ خط جلدی میں لکھا گیا ہے کیونکہ اس کا لے جانے والا سفر کے لیے تیار ہو چکا تھا۔ خدا سے میری یہی دعا ہے کہ وہ عام اور خاص مسلمانوں کی اصلاح کرے اور انہیں ایسی باتوں کی ہدایت دے جو انہیں خدا سے قریب کرنے والی ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے میری یہ بھی دعا ہے کہ وہ شیخ کو بھلائی اور نیکی کی طرف بلانے والوں میں سے بنائے۔

## اس خط کا ردعمل

یہ نہیں معلوم ہے کہ شیخ نصر بن سلیمان المنبجی نے اس خط کا کیا جواب دیا مگر بعد کے واقعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے امام ابن تیمیہ کے اس خط کا بالکل الٹا اثر لیا۔ انہیں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ان سے ایک طرح کی دشمنی پیدا ہوگئی تھی اور جب کچھ مہینوں کے بعد امیر افرم نائب السلطنت شام کی موجودگی میں فقرائے رفاعیہ کے ساتھ وہ مشہور مناظرہ پیش آیا جس کی تفصیل اوپر دی جا چکی ہے۔ تو ان کا رویہ اور زیادہ سخت ہوگیا۔ شیخ نصر بن سلیمان المنبجی نے امام ابن تیمیہ کو احتساب عقائد کے شکنجے میں کسنے کی کوشش کی جس کی پوری تفصیل ''فتنۂ عقائد'' کے عنوان سے دی جا چکی ہے۔

## سلسلۂ تردید

امام ابن تیمیہ نے اس مدت میں کئی رسالے لکھے ہیں جن میں صوفیہ کے عقائد و اعمال باطلہ کی پرزور تردید کی ہے۔ وحدۃ الوجود کے ابطال پر "حقيقة مذهب الاتحاديين او وحدة الوجود وبيان بطلانه بالبراهين النقليه والعقليه" کے نام سے ایک مستقل رسالہ لکھا ہے جس میں کم و بیش انہی دلائل کو دہرایا ہے جن کو اوپر پیش کیا جا چکا ہے۔ اصحاب صفہ کے متعلق ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے ان کے حقیقی تاریخی حالات پیش کئے ہیں اور ان کی تعداد بتائی ہے اور یہ لکھا ہے کہ اصحاب صفہ ہرگز عشرۂ مبشرہ سے افضل نہیں تھے اور نہ انہوں نے کوئی سماع کی محفل منعقد کی تھی۔ ان لوگوں کی فضیلت ان کے فقر و فاقہ کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ مضبوط ایمان اور نیک اعمال کی وجہ سے ہے۔ اس کے بعد قرآن مجید کی آیتوں سے اولیاء اللہ کی تشریح کی ہے۔ اور یہ بتایا ہے کہ ولایت کا حصول اطاعات کی بدولت ہوتا ہے۔ انہوں نے فقراء اور اغنیاء کا مقابلہ کر کے اس مشہور عوام حدیث کی تردید کی ہے کہ فقراء اغنیاء سے آدھے دن پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ اگر اغنیاء شریعت کی کلی اتباع کے ساتھ ساتھ اپنے مالوں کو خدا کی راہ میں خرچ کریں تو ان کا درجہ ان فقراء سے بھی بڑھ جاتا ہے۔

انہوں نے غوث، قطب، ابدال، اوتاد، نجباء، رجال الغیب اور خاتم الانبیا و خاتم الاولیاء کی غیر شرعی اصطلاحات کو بھی واضح کیا ہے اور لکھا ہے کہ قرآن و سنت سے ان کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں جتنی حدیثیں بھی پیش کی جاتی ہیں سب کی سب ضعیف اور موضوع ہیں۔ اصل میں صوفیہ نے باطنیت کے فلسفہ سے متاثر ہو کر اس قسم کی اصطلاحیں گھڑ لی ہیں اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


یہ لکھ دیا ہے کہ غوث ایک ہے جو مکہ میں ہوتا ہے۔ سات اقلیموں کا لحاظ کرتے ہوئے ہر ایک اقلیم کے لیے ایک قطب قرار دیا ہے جس پر دین و دنیا کے ظاہری و باطنی امور کا دار و مدار ہوتا ہے۔ اس طرح ابدال و اوتاد و نجباء کی جو تعداد چالیس سے لے کر تین سو تک کی بتائی جاتی ہے۔ وہ بھی غلط ہے۔ رجال غیب کا نظریہ درحقیقت رافضیوں کا تھا جو یہ سمجھتے تھے کہ حضرت علی بادل میں غائب ہیں۔ محمد بن الحسنیفہ رضوی کے پہاڑوں میں روپوش ہیں۔ محمد بن الحسن سامر کے سرنگ میں جا کر غائب ہو گئے ہیں اور فاطمی خلیفہ حاکم بامر اللہ مصر کے پہاڑ میں روپوش ہو گیا ہے۔ اسی نقطۂ نظر کے مطابق یہ خیال کیا جانے لگا کہ ابدال لبنان کی پہاڑوں میں روپوش ہو گئے ہیں اور صوفیہ اور اولیاء کو دکھائی دیتے ہیں۔ امام ابن تیمیہ نے لکھا ہے کہ پرہیز گار اولیاء اللہ بلکہ انبیا مرسلین میں سے کوئی بھی ایسا نہیں گزرا جس کا جسم ہمیشہ ہمیشہ کے لیے لوگوں کی نظروں سے غائب رہا ہو یا رہتا ہو۔

انہوں نے عبادات شرعیہ و عبادات بدعیہ پر بھی بحث کی ہے اور لکھا ہے کہ مراقبے کی مروجہ شکل غیر مفید اور غیر شرعی ہے اور اسم مفرد کے ساتھ ذکر یعنی صرف ''ہو ہو'' کہتے جانا بدعت ہے۔ آنحضرت ﷺ یا صحابہ کرام سے اس قسم کا ذکر ہرگز مروی نہیں ہے۔

انہوں نے خرقۂ تصوف پر بھی بحث کی ہے اور لکھا ہے کہ حضرت علی کے متعلق یہ روایت کہ آنحضرت ﷺ نے انہیں اپنے ہاتھ سے خرقۂ خلافت پہنایا بالکل جھوٹ ہے۔ یہ سب چیزیں بعد کی پیداوار ہیں۔ اسی طرح ظاہر و باطن کے متعلق جو مشہور حدیث پیش کی جاتی ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے یہ فرمایا ہے کہ قرآن کا باطن ہے اور اس باطن کا ایک باطن ہے اس طرح اس کا سلسلہ سات باطن تک پہنچتا ہے بالکل جھوٹ ہے۔ اہل علم میں سے کسی نے بھی اس کو روایت نہیں کیا ہے۔ البتہ ایک موقوف اور مرسل حدیث حضرت حسن بصری سے بیان کی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''بے شک ہر آیت کا ایک ظاہر و باطن اور حد و مطلع ہوتا ہے۔'' مگر اس کی تشریح میں علوم ظاہری اور علوم باطنی کے درمیان جو تفریق کی جاتی ہے وہ غلط ہے۔ آنحضرت ﷺ نے لوگوں سے اپنی کوئی بات نہیں چھپائی۔ اب رہی حضرت ابوہریرہ کی یہ حدیث کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے دو تھیلیاں حاصل

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کیں۔ ایک کو تمہارے اندر بکھیر دیا ہے اور دوسری کو اگر بکھیروں تو تم میرا گلا کاٹ دو گے۔ اس حدیث کے صحیح ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے مگر اس کو علوم ظاہری اور علوم باطنی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ بلکہ یہ آیندہ ہونے والے ملاحم وفتن کے واقعات کے متعلق ہے۔ صوفیہ عام طور پر قرآن مجید کی آیتوں اور حدیث کے ارشادات کی جو باطنی تشریح کرتے ہیں وہ صحیح نہیں ہے۔ ان کی تمام تحریروں پر باطنیت کا کھلا ہوا اثر ہے۔

انہوں نے مسئلہ سماع کے متعلق بھی ایک مستقل رسالہ لکھا ہے اور صوفیہ کے گانے بجانے اور وجد وحال پیدا کرنے کے جواز کی سخت تردید کی ہے اپنی اوائل عمر کا ایک واقعہ بھی بیان کیا ہے۔ کہ انہیں ایک مرتبہ زاہدوں اور عابدوں کے ساتھ رہنے کا اتفاق ہوا جو سماع کے شائق اور حامی تھے۔ انہوں نے ایک مجلس سماع منعقد کرنی چاہی۔ امام موصوف کو اس میں شرکت کی دعوت دی مگر انہوں نے شریک ہونے سے انکار کر دیا۔ آخر انہیں ایک علیحدہ کمرے میں چھوڑ کر سماع کی مجلس منعقد کی۔ جب قوال ساز اور طنبورے پر گانے گئے تو ان صوفیہ پر وجد وحال طاری ہو گیا۔ صوفیہ کے سرگروہ نے ابن تیمیہ کا نام لے لے کر پکارنا شروع کیا آؤ اور اپنا حصہ حاصل کرو۔ امام موصوف اس سے ذرا بھی متاثر نہ ہو سکے۔ انہوں نے صاف کہہ دیا کہ انہیں کسی ایسی چیز میں حصہ پانے کی ہرگز خواہش نہیں ہے جو محمد بن عبداللہ کی لائی ہوئی شریعت کے مطابق نہ ہو۔ [1]

انہوں نے اپنے رسالہ العبودیۃ میں فنا کے مسئلہ پر بھی ایک عالمانہ بحث کی ہے اور اس کی تین قسمیں قرار دی ہیں۔ ایک وہ ہے جو انبیا کاملین اور اولیاء صالحین کو حاصل ہوتا ہے۔ اس میں بندے کا کمال یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو رضائے الٰہی کا تابع بنائے اور اپنی خواہش اور اپنے ارادے کو بالکل مٹا دے یہ فنا کا بلند ترین مقام ہے۔ فنا کی دوسری قسم وہ ہے جو بعض سالکین کو پیش آتی ہے۔ ایک سالک ذات الٰہی کے مشاہدے میں اتنا مستغرق ہو جاتا ہے کہ یہ تمام مخلوقات حقیقت میں معدوم اور فنا ہو جاتی ہیں۔

بلکہ وہ صرف ان کے مشاہدے سے قاصر ہوتا ہے۔ اس مقام میں پہنچ کر بہت سے

---

[1] مجموعۃ الرسائل والمسائل ۵/ ۱۰۳۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

سالکوں کو لغزش ہوئی ہے اور انہوں نے یہ خیال کیا ہے کہ محبوب سے ان کا کلی وصال حاصل ہو گیا ہے۔ یہ بالکل غلط ہے۔ دو چیزیں متحد ہو کر ایک نہیں ہو جاتیں تاوقتیکہ ان کی نوعیت ایک نہ ہو۔ پانی پانی سے مل سکتا ہے۔ دودھ دودھ سے مل سکتا ہے۔ لیکن پانی اور دودھ مل کر خالص پانی یا خالص دودھ نہیں ہو سکتا۔ وہ کوئی تیسری چیز بن جاتی ہے حضرت ابوبکر و عمر اور صحابہ کرام کو یہ مقام کبھی حاصل نہیں ہوا۔ ان میں حجاب، ضعف، سکر، بے خودی، بیہوشی، مستی، دیوانگی کی کیفیتیں کبھی پیدا نہیں ہوئیں۔ اس قسم کے واقعات تابعین کے دور اخیر میں پیش آئے۔ جبکہ بصرہ کے مرتاض اور کثیر العبادۃ لوگوں نے اپنے اندر اس قسم کی کیفیتیں پیدا کر لیں۔ اسی وجہ سے ان کی زبان سے سکر کی حالت میں ایسے کلمے صادر ہوئے جن کو ہوش میں آنے کے بعد خود ہی غلط سمجھنے لگے تھے چنانچہ حضرت یا یزید بسطامی، شیخ ابوالحسن نوری اور شیخ ابوبکر شبلی کے متعلق اس قسم کی روایتیں پیش کی جاتی ہیں کہ انہوں نے خدا کے ساتھ اتحاد کا دعوی کیا۔ مگر ابوسلیمان دارانی، معروف کرخی، فضیل بن عیاض اور جنید بغدادی میں اس قسم کی غلط کیفیتیں پیدا نہیں ہو سکیں کیونکہ فنا و سکر کی حالت میں بھی ان کی عقل اور قوت تمیز ان کا ساتھ نہیں چھوڑتی تھی۔

فنا کی تیسری قسم وہ ہے جس میں سالک یہ دعویٰ کرے کہ وہ خدا کے سوا کسی اور چیز کو نہیں دیکھتا کیونکہ اس کے نزدیک رب اور عبد کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ خالق کا وجود ہی مخلوقات کا وجود ہے۔ یہ ان اہل ضلال والحاد کا فنا ہے جو حلول و اتحاد میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اس سلسلے میں صاحب استقامت مشائخ کے اقوال بطور سند کے پیش کیے جاتے ہیں۔ مگر ان کی مراد در حقیقت یہ ہوتی تھی کہ خدا کی ایک ذات کے سوائے کوئی دوسرا حقیقی معنی میں رب یا خالق یا معبود یا مدبر نہیں ہے۔ وہ کسی اور سے محبت یا خوف نہیں کرتے تھے اور کسی دوسرے سے کوئی چیز طلب نہیں کرتے تھے۔ ان مشائخ صالحین کا مقصد یہ تھا کہ بندہ خدا کے سوا کسی اور طرف متوجہ نہ ہو اور نہ ماسوا پر محبت یا خوف یا امید کے جذبے سے نظر ڈالے۔ اس سے مراد ہرگز فنا فی الوجود، وحدۃ الوجود یا توحید وجودی نہیں تھی۔ یہ تو قرامطہ جیسے آل فرعون کی تحقیق و توحید کی معرفت تھی۔ مخلوقات میں سے جس چیز پر نظر ڈالی جائے وہی آسمان و زمین کا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



پروردگار ہے۔ یہ بات تو وہی کہہ سکتا ہے جو پرلے درجے کا بے علم یا گمراہ ہو، سلف امت کے مقتدر پیشوا خالق کو مخلوق سے اور معبود کو عابد سے اور قدیم کو حادث سے بالکل ممتاز سمجھتے تھے اور یہ گواہی دیتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا رب اور اس کا مالک و خالق ہے اور یہی حقیقی توحید کا مشاہدہ کرنا ہے۔

## دشمنوں کا اعتراف

امام ابن تیمیہ کی یہ تمام تر دیدی تحریریں اس زور کی تھیں کہ نام نہاد صوفیہ کے اندر ان کی وجہ سے ایک کھلبلی مچ گئی تھی۔ ان کے دشمنوں سے بھی امام موصوف کے قرآن وسنت کے کھلے ہوئے دلائل کا کوئی جواب نہیں ہوسکتا تھا۔ وہ ان کی تحریروں کی غیر معمولی قوت کو محسوس کر رہے تھے اور دل سے ان کے کمال اور قابلیت کا اعتراف کر رہے تھے۔ اگر ان کی شدت اور سختی نہ ہوتی تو یہ لوگ ان کو اپنا امام ماننے کے لیے بھی تیار تھے۔ چنانچہ خود امام ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

ولهذا لما بينت لطوائف من اتباعهم ورءساءهم حقيقة قولهم وسر مذهبهم صاروا يعظمون ذلك ولولا ما اقرنه بذلك من الذم والرد لجعلونى من ائمتهم وبذلوا لى من طاعة نفوسهم واموالهم مايجل عن الوصف كما تبذله النصارى لروساءهم والاسماعيلية لكبراء هم۔ [1]

''اور اس لیے جب میں نے ان کے پیردوں اور رئیسوں کی چند جماعتوں کے سامنے ان کے قول کی حقیقت اور ان کے مذہب کا راز بتایا تو وہ کوئی بڑی چیز تصور کرنے لگے اور اگر میں اس کے ساتھ ساتھ ان کی مذمت اور تردید نہیں کرتا تو وہ مجھ کو اپنا امام بنا لیتے اور میرے لیے اپنی جانوں اور اپنے مالوں کو اتنا خرچ کرتے کہ کچھ بیان نہیں کیا جاسکتا بالکل اسی طرح جس طرح کہ نصاری اپنے رؤسا کے لیے اور اسماعیلیہ اپنے بڑوں کے لیے اپنی جانوں اور مالوں کو خرچ

---

[1] مجموعة الرسائل والمسائل ٤/ ٤۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کرتے ہیں۔''

## مصر میں پہلا وعظ

اوپر تفصیل دی جا چکی ہے کہ امام ابن تیمیہ کس طرح دمشق سے بلائے گئے تھے اور قاہرہ میں قید کر دیئے گئے تھے۔ تقریباً دو سال بعد ۲۳ ربیع الاول ۷۰۷ھ کو رہائی ملی۔ عام لوگوں میں ان کی کافی شہرت ہو چکی تھی۔ جب ۳۰ ربیع الاول ۷۰۷ھ کو قاہرہ کی جامع حاکمی میں پہلا جمعہ ادا کیا۔ تو لوگ ان کے گرد جمع ہو گئے اور ان سے تقریر کی درخواست کی۔ مگر وہ چپ رہے۔ دائیں اور بائیں لوگوں کو دیکھتے جاتے تھے اتنے میں کسی نے بلند آواز سے یہ آیت پڑھی۔

﴿وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَ لَا تَكْتُمُوْنَهٗ﴾ [1]

''اور جبکہ اللہ نے کتاب والوں سے وعدہ لیا کہ تم ضرور لوگوں کو اس کے متعلق بیان کرو گے اور اس کو نہیں چھپاؤ گے۔''

اتنا سننا تھا کہ امام موصوف کھڑے ہوئے اور حمد و ثنا کے بعد سورۂ فاتحہ پڑھی اور اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ پر عصر کی نماز تک ایک دلچسپ اور مبسوط تقریر کی اور عبادت و استعانت کے متعلق بہترین تشریح کی۔

مصر میں ان کا یہ پہلا وعظ تھا۔ انہوں نے اس وعظ میں صرف قرآن مجید کی مختلف آیات اور صحیح احادیث و آثار سے استدلال کیا تھا وہ تقریر کی دلچسپی کو برقرار رکھنے کے لیے موضوع یا جھوٹی یا ضعیف روایتوں کو کبھی پیش نہیں کرتے تھے۔ ان کا طرز بیان اتنا دلچسپ ہوتا تھا کہ سننے والوں کو محو کر دیتا تھا۔

## ہر جمعہ کو تقریر کی درخواست

اس پہلی تقریر کے ساتھ لوگوں کی شیفتگی اور عقیدت اتنی بڑھی کہ اس کے بعد ہر جمعہ کو ان سے تقریر کی درخواست کی جانے لگی۔ وہ ہر جمعہ کو تقریر کرتے تھے اور مختلف جگہوں سے

---

[1] ۳/آل عمران:۱۸۷۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



جو سوالات آتے تھے۔ ان کا جواب دیا کرتے تھے۔ اس طرح چھ مہینے وعظ وارشاد اور فتووں کے جوابات میں گزر گئے۔

## مدعیان وحدۃ الوجود پر بے لاگ تنقید

آخر ۶ شوال ۷۰۷ھ کو امام ابن تیمیہ نے جمعہ کی نماز کے بعد حسب دستور ایک تقریر کی جو عصر تک جاری رہی۔ اور اس تقریر میں جب وحدۃ الوجود اور دوسرے مسائل کا ذکر آیا تو انہوں نے اپنے پورے زور بیان اور قوت استدلال کے ساتھ صوفیوں کے غلط عقائد و نظریات وخیالات کی سخت تردید کی اور ابن عربی، ابن فارض، صدرالدین قونوی، ابن سبعین اور تلمسانی پر بے لاگ تنقید کی۔ اس کا یہ نتیجہ یہ ہوا کہ کچھ صوفی بگڑ بیٹھے اور مسجد ہی میں ایک ہنگامہ برپا کر دیا اور پھر سلطان سے جا کر شکایت کی۔ اس زمانہ میں قاہرہ کے اندر صوفیہ کے دو سرگروہ ایسے تھے جن کا عوام پر بڑا اثر اور رسوخ تھا ان میں سے ایک شیخ عبدالکریم آملی تھے اور دوسرے ابن عطاء اللہ الاسکندرانی تھے۔

## عبدالکریم آملی

شیخ عبدالکریم کی کنیت ابوالقاسم اور لقب کریم الدین تھا وہ حسین بن عبداللہ الآملی الطبری کے لڑکے تھے۔ ان کا اعیان وامرائے دولت پر بڑا اثر تھا۔ قاہرہ کی مشہور عام خانقاہ سعیدیہ کے شیخ الشیوخ تھے۔ امام ابن تیمیہ ان پر سخت تنقیدیں کیا کرتے تھے۔ خود صوفیہ کا ایک گروہ ان کا سخت مخالف تھا۔ چنانچہ ایک مرتبہ ان کی مخالف جماعت نے سولہ صورتوں سے ان کی زندیقیت ثابت کی تھی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اپنے عہدے سے معزول کر دیے گئے مگر بعض اعیان دولت کی سفارش سے اپنے عہدے پر بحال کر دئے گئے۔ شوال ۷۱۰ھ میں انتقال کیا۔ ان کی وفات کے بعد ان کی جگہ پر شیخ علاء الدین قونوی کو شیخ الشیوخ مقرر کیا گیا۔ [1]

## ابن عطاء اللہ الاسکندرانی

عبدالکریم آملی سے زیادہ ابن عطاء اللہ الاسکندرانی کی شہرت تھی۔ وہ صوفی اور مصنف دونوں تھے۔ اور ابن عربی وغیرہ کے کلام کے بہترین شارح تصور کیے جاتے تھے۔ ان کا نام

---

[1] الدرر الکامنۃ: ۲/ ۳۹۷۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



احمد کنیت ابوالفضل اور لقب تاج الدین تھا۔ ان کا سلسلہ نسب یہ ہے تاج الدین ابوالفضل احمد بن محمد بن عبدالکریم بن عطاء اللہ الاسکندرانی۔ یہ شیخ ابوالعباس مرسی کے شاگرد تھے جو اسکندریہ میں مدفون ہیں۔ شیخ ابوالعباس مرسی شاذلی طریقہ کے بانی شیخ ابوالعباس مرسی شاذلی طریقہ کے بانی شیخ ابوالحسن علی بن عبداللہ المعتزلی الشاذلی الاسکندرانی (المتوفی: ۶۵۴ھ) کے شاگرد اور مرید تھے۔ ابن عطاء اللہ الاسکندرانی نے اپنا وطن ترک کر کے قاہرہ میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ تصوف میں امام مانے جاتے تھے۔ ازہر کی جامع مسجد میں ان کے لیے کرسی رکھی جاتی تھی۔ جس پر بیٹھ کر وہ ہر ہفتہ وعظ کہا کرتے تھے۔ انہوں نے کئی کتابیں لکھیں جو شاذلی طریقے کے صوفیوں میں بہت مقبول ثابت ہوئیں ان کے بعض فقرے اور جملے صوفیانہ حقائق کی معجزانہ تعبیر کی بہترین مثال سمجھے جاتے ہیں۔ اس قسم کے چند جملے شیخ تاج الدین سبکی نے اپنی کتاب طبقات الشافعیہ [1] میں نقل کئے ہیں مثلاً:

کیف یتصور ان یحجبه شئ وهو الذی اظهر کل شئ

یہ کیسے تصور کیا جا سکتا ہے کہ اس کو کوئی چیز چھپائے گی جبکہ اسی نے ہر چیز کو ظاہر کیا ہے۔

کیف یتصور ان یحجبه شئ وهو الذی ظهر فی کل شئ

یہ کیسے تصور کیا جا سکتا ہے کہ اس کو کوئی چیز چھپائے گی جبکہ وہ ہر چیز میں ظاہر ہوا ہے۔

کیف یتصور ان یحجبه شئ وهو الذی یظهر لکل شئ

یہ کیسے تصور کیا جا سکتا ہے کہ اس کو کوئی چیز چھپائے گی جبکہ وہ ہر چیز کے لیے ظاہر ہوا ہے۔

کیف یتصور ان یحجبه شئ وهو الظاهر قبل وجود کل شئ وهو اظهر من کل شئ

یہ کیسے تصور کیا جا سکتا ہے کہ اس کو کوئی چیز چھپائے گی جبکہ وہ ہر چیز کے وجود سے

---

[1] طبقات الشافعیة: ۵/ ۱۷۶، ۱۷۷۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



پہلے ظاہر ہوا ہے اور وہ ہر چیز سے بڑھ کر ظاہر ہے۔

ان جملوں میں زیادہ تر الفاظ اور فقروں کا الٹ پھیر ہے مگر ایسے ہی جملے ہوتے ہیں جن سے عوام میں غیر معمولی عقیدت پیدا ہوتی ہے۔ ابن عطاء اللہ الاسکندرانی کی الحکم العطائیہ اب تک صوفیہ کے گروہ میں بڑی اہمیت کی نظر سے دیکھی جاتی ہے۔ شیخ ابن عطاء اللہ الاسکندرانی نے جمادی الآخرہ ۷۰۹ھ میں وفات پائی۔

## سلطان سے شکایت

ان مذکورہ بالا دونوں بزرگوں نے اپنے پیروؤں کو لے کر جن کی تعداد پانچ سو بتائی جاتی ہے قلعہ پہنچ کر سلطان سے شکایت کی۔ سلطان ناصر نے قصر شاہی کے اندر ہی سے ان لوگوں کا شور وغوغا سنا تو دریافت کروایا کہ کیا معاملہ ہے۔ خدام شاہی نے خبر دی کہ یہ سب امام ابن تیمیہ کی شکایت لے کر آئے ہیں کہ وہ ابن عربی وغیرہ جیسے صوفیہ کو برا بھلا کہہ رہے ہیں اور ان کی قدر و منزلت کو گھٹا رہے ہیں۔ سلطان قاضی القضاۃ بدرالدین بن جماعہ شافعی کو حکم دیا گیا کہ وہ اس معاملہ کی تحقیق کریں اور فیصلہ دیں، چنانچہ قاضی موصوف کے حکم سے ۱۰ شوال ۷۰۷ھ کو منگل کے دن دارالعدل قاہرہ میں ایک مجلس منعقد ہوئی جس میں بہت سے علما مدعو کیے گئے تھے۔ شافعی عدالت کے سامنے ابن عطاء اللہ الاسکندرانی نے امام ابن تیمیہ کے خلاف الزامات لگائے اور عدالت سے انصاف کا مطالبہ کیا۔ امام موصوف نے ان الزامات کی ایک ایک کر کے پرزور تردید کی۔ ہر ایک مسئلہ کے متعلق قرآن وحدیث کے اتنے واضح اور صاف دلائل تھے کہ خود مدعی سے ان کا کوئی جواب نہیں ہو سکا۔ جرح کے سلسلہ میں مسئلہ استغاثہ پر بھی بحث ہوئی۔ ان پر یہ الزام لگایا گیا تھا کہ وہ آنحضرت ﷺ سے استغاثہ کرنے کو ناجائز سمجھتے ہیں۔ امام موصوف نے اس مسئلہ پر مدلل تقریر کی اور اپنا نقطہ نظر واضح کیا۔ تمام علما اور فقہاء نے کہا کہ اس میں تو کوئی بات ایسی نہیں ہے جس پر شرعی حیثیت سے گرفت ہو سکے۔ قاضی القضاۃ بدرالدین ابن جماعہ نے کہا: اس میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ سوء ادب ہے اور انہیں اس سوء ادب کی سزا ملنی چاہیے۔ مگر دوسرے علما و فقہاء ان کی اس رائے کو ماننے کے لیے تیار نہیں تھے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مجلس میں امام ابن تیمیہ کے متعلق

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کوئی خاص فیصلہ نہ ہو سکا۔

## دوبارہ شکایت

جب مخالفین نے دیکھا کہ انہیں کوئی سزا نہیں دی جا رہی ہے تو دوبارہ سلطان سے شکایت کی اور ان امیروں کو جو ان کے معتقد تھے۔ امام موصوف کے خلاف ابھارا۔ حکومت نے مجبور ہو کر ان کے سامنے تین شرطیں پیش کیں ایک یہ کہ وہ مصر سے دمشق چلے جائیں اور وہاں چند شروط کے ساتھ زندگی بسر کریں۔ دوسرے یہ کہ قاہرہ سے اسکندریہ چلے جائیں اور وہاں چند شروط کے ساتھ زندگی بسر کریں۔ اگر یہ دونوں شرطیں منظور نہیں ہیں تو قید خانے میں رہنے کے سوا دوسرا کوئی چارہ نہیں ہے۔ یہ چند شرطیں ان کی زبان بندی سے تعلق رکھتی تھیں۔ امام ابن تیمیہ ہرگز اپنی زبان اور اپنے قلم پر پابندی لگانا منظور نہیں کر سکتے تھے اس لیے انہوں نے قید خانے کی زندگی ہی کو ان دونوں شرطوں پر ترجیح دی۔

## دمشق لے جانے پر دوستوں کا اصرار

امام ابن تیمیہ کے چند دوستوں نے انہیں دمشق چلنے پر اصرار کیا ان لوگوں نے اپنی طرف سے یہ ذمہ داری لی کہ آئندہ دمشق میں ان سے خلاف قانون کوئی حرکت سرزد نہ ہوگی۔ چنانچہ ان کی درخواست پر حکومت نے انہیں دمشق واپس بھیجنے کا انتظام کیا اور وہ ۱۲ شوال ۷۰۷ھ کو جمعرات کے دن سرکاری ڈاک گاڑی میں بیٹھ کر دمشق روانہ ہوئے۔ ابھی پہلی منزل بلبیس پہنچے تھے کہ پیچھے سے سرکاری ہرکارہ گھوڑا دوڑاتا ہوا آیا اور انہیں قاہرہ لوٹنے کا حکم دیا چنانچہ وہ وہیں سے قاہرہ لوٹ آئے۔

## قید کی سزا

امام ابن تیمیہ کے قاہرہ لوٹانے کی وجہ یہ تھی کہ قاضی زین الدین بن مخلوف مالکی کو ان کے متعلق یہ ڈر پیدا ہو گیا تھا کہ کہیں وہ دمشق پہنچ کر ان تنگ نظر علما کے خلاف کوئی زبردست ہنگامہ نہ کھڑا کر دیں اور امیر بیرس جاشنگیر کے آئندہ سلطان بننے کے راستہ میں روڑا نہ اٹکائیں۔ کیونکہ وہ سلطان ملک ناصر کے حامی تھے اور اس کی جگہ پر امیر بیرس جاشنگیر کی تخت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



نشینی کے فتوے پر کبھی دستخط نہیں کر سکتے تھے جیسا کہ آئندہ آئے گا۔ حکومت کی طرف سے جس وقت انہیں دمشق بھیجنے کا انتظام کیا گیا تو قاضی موصوف کو اس کی بروقت اطلاع نہ ہو سکی کیونکہ وہ بیمار تھے اور فریش تھے۔ جیسے ہی انہیں اس کی اطلاع ملی۔ نائب السلطنت مصر امیر بیبرس جاشنگیر سے کہہ کر امام ابن تیمیہ کو راستہ ہی سے لوٹا لیا اور جب وہ قاضی موصوف کے سامنے پیش کیے گئے تو کہا حکومت انہیں قید ہی میں رکھنا چاہتی ہے اور اسی میں ان کی بھلائی ہے۔ قاضی موصوف نے شیخ شمس الدین تونسی مالکی کو حکم دیا کہ وہ امام ابن تیمیہ کے لیے قید کا حکم سنائیں۔ وہ سخت متحیر تھے کہ کیا کریں اور کیا نہ کریں۔ جب امام ابن تیمیہ نے علما کا یہ اختلاف دیکھا تو خود ہی کہا کہ اگر قید ہی میری بھلائی ہے تو میں خود قید خانہ جانے کے لیے تیار ہوں۔ اس پر شیخ نورالدین زدادی مالکی نے کہا کہ اگر ان کو قید ہی کرنا ہے تو پھر انہیں ایسی جگہ رکھا جائے جو ان کے مرتبہ اور شان کے شایان اور مناسب ہو۔ قاضی القضاۃ زین الدین مخلوف مالکی نے جواب دیا کہ حکومت کا مقصد صرف قید ہے اس سے زیادہ ان پر کوئی سختی نہ ہوگی۔ چنانچہ انہیں اسی دن یعنی ۱۹ شوال ۷۰۷ھ کو جمعہ کے دن حارۃ الدیلم کے قید خانے میں بھیج دیا گیا۔ جہاں کچھ زمانہ پہلے قاضی القضاۃ شیخ تقی الدین ابن بنت الاعز کو قید کیا گیا تھا۔ ان کے ساتھ کچھ خدمتگار بھی مقرر کر دیے گئے تاکہ انہیں ہر طرح کا آرام حاصل ہو۔ ہر شخص کو ان سے ملنے کی اجازت تھی۔ لوگ یہاں بھی سوالات لے کر پہنچتے تھے اور جوابات لکھوا لے جاتے تھے۔

## قیدیوں کی اصلاح

حارۃ الدیلم کا یہ قید خانہ اونچے درجے کے قیدیوں کے لیے مخصوص تھا۔ ان سے کوئی کام نہیں لیا جاتا تھا۔ اکثر قیدی سرکاری کھانا کھاتے تھے اور سرکاری کپڑا پہنتے تھے۔ دن رات شطرنج وغیرہ کھیل کر اپنا وقت کاٹتے تھے۔ بہت سوں کو نماز روزے کی پابندی کا بھی کوئی خیال نہیں ہوتا تھا۔ قید خانے میں داخل ہوتے ہی امام ابن تیمیہ نے تمام قیدیوں کو محنت مشقت اور احکام شریعت کی پابندی کی طرف توجہ دلائی اور کاہلی اور سستی سے منع کیا۔ انہوں نے قید خانے کی چہار دیواری کے اندر ہی درس و تدریس کی مسند بچھائی اور ان کو کتاب و سنت کی تعلیم

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



دینی شروع کی ان کے فیض صحبت سے چند دنوں کے اندر ان قیدیوں کی مذہبی اور اخلاقی حالت بہت بلند ہوگئی۔ ان میں سے بہت سے قیدیوں کو امام موصوف کے ساتھ اتنی محبت اور عقیدت ہوگئی تھی کہ میعاد ختم ہونے کے بعد بھی وہ قید سے رہا ہو کر گھر جانا پسند نہیں کرتے تھے بلکہ وہ انہی کے ساتھ رہنے کو ترجیح دیا کرتے تھے۔

## چھوٹے بھائی کو قید کرنا

ایک سال اسی طرح گزرا۔ امام ابن تیمیہ کے دونوں بھائی شیخ زین الدین عبدالرحمٰن ابن تیمیہ اور شیخ شرف الدین عبداللہ ابن تیمیہ آزاد رہ کر اپنے عزیز بھائی کے قابل قدر خیالات کو عوام کے کانوں تک پہنچا رہے تھے۔ جب مخالفین نے یہ محسوس کیا تو قاضیوں کو ان دونوں کی گرفتاری پر آمادہ کیا۔ چنانچہ ۲۰ شوال ۷۰۸ھ یعنی چہار شنبہ کی رات کو ان دونوں کی گرفتاری کا حکم جاری ہوا۔ شیخ شرف الدین عبداللہ ابن تیمیہ تو ہاتھ نہ آسکے۔ البتہ ان کے بڑے بھائی زین الدین عبدالرحمٰن ابن تیمیہ کو اور ان کے چند ساتھیوں کو گرفتار کر لیا گیا۔ دوسرے دن ان کے ساتھیوں کو رہا کر دیا گیا۔ مگر زین الدین عبدالرحمٰن کو امام موصوف کے ساتھ ایک ہی کمرے میں قید کر دیا گیا۔

## بیبرس جاشنگیر کی تخت نشینی اور تشویش

اس اثناء میں مصر کے سیاسی حالات نے ایک کروٹ لی۔ سلطان ناصر اپنے نائب السلطنت امیر بیبرس جاشنگیر کے سامنے بالکل بے بس ہوگیا تھا۔ وہ کوئی کام بھی اپنے اختیار سے نہیں کرسکتا تھا اس لیے اس نے ملک شام کے مشہور مقام کرک میں جا کر اقامت اختیار کر لی اور وہاں سے خود اپنی معزولیت کا خط لکھ کر مصر روانہ کر دیا۔ امیر رکن الدین بیبرس جاشنگیر نے سلطنت کی باگ اپنے ہاتھ میں لی اور ۲۳ شوال ۷۰۸ھ کو ہفتے کے دن اپنے باقاعدہ سلطان ہونے کا اعلان کیا۔ مصر کے تمام قاضیوں نے اس کے برحق سلطان ہونے پر فتوے جاری کیے اور اس اعلان نامے پر بھی اپنے دستخط کر دیے۔ امیر بیبرس نے ملک شام کے امیروں اور قاضیوں کے نام یہ فتوے بھیجے اور انہیں وہاں کے لوگوں سے اپنی بیعت لینے کا حکم دیا۔ اس کی وجہ سے امام ابن تیمیہ کے بہی خواہوں کو تشویش شروع ہوگئی۔ بعض لوگوں کو یہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



یقین ہو چلا تھا کہ اب امام موصوف کا پیمانۂ حیات لبریز ہو چکا ہے اور ان کے بچنے کی کوئی صورت نہیں ہے۔ کیونکہ امام ابن تیمیہ ملک ناصر کے زبردست حامی تھے۔ تمام تاتاری جنگوں میں اس کی مدد کی تھی۔ وہ امیر بیبرس جاشنگیر کے سخت مخالف تھے۔ ان کے مخالفین کے لیے اس سے بہتر کوئی اور موقع نہیں ہو سکتا تھا کہ اس سیاسی مخالفت کی آڑ لے کر انہیں قتل کر دیں مگر بعد کے حالات سے اندازہ ہوتا ہے کہ حکومت مصر انہیں قتل کر کے کسی نئے فتنے کا باعث نہیں بننا چاہتی تھی۔ حکومت کے لیے اتنا کافی تھا کہ امام موصوف قید خانے کی چار دیواری میں رہیں اس لیے کہ وہ عوام کو امیر بیبرس کے خلاف ورغلا نہیں سکتے تھے۔

## اسکندریہ میں قید

جب ملک کے سیاسی حالات زیادہ پیچیدہ ہوتے گئے اور امام ابن تیمیہ کے علم و فضل اور تقویٰ کی شہرت زیادہ پھیلنے لگی تو امام ابن تیمیہ کو قاہرہ سے دور کرنے کی کوشش کی گئی۔ اس زمانہ میں اسکندریہ شاذلی صوفیہ کا بہت بڑا مرکز تھا۔ لوگ زیادہ تر ابن عربی اور ابن سبعین کے معتقد تھے۔ امیر بیبرس جاشنگیر اور دوسرے مخالفین کو خیال ہوا کہ اگر امام موصوف کو قاہرہ کے بجائے اسکندریہ میں نظر بند کیا جائے تو ابن عربی اور ابن سبعین کے پیروؤں میں سے کوئی ان کا خاتمہ کر دے گا اور اس طرح امام موصوف اپنے کیے کی سزا پا جائیں گے۔ اور ان کے قتل کی ذمہ داری حکومت کے سر نہ رہے گی۔ مگر کسی کو یہ اندازہ نہیں تھا کہ امام موصوف کے علم و فضل اور قوت بیان کے سامنے عوام کا تعصب قائم نہیں رہ سکتا تھا۔ اور وہ بہت جلد اپنا مقام آپ پیدا کر لیں گے۔

حکومت نے ۵ سفر ۷۰۹ھ کو شیخ زین الدین عبدالرحمٰن ابن تیمیہ کو رہا کیا اور چند دن بعد ۳۰ سفر ۷۰۹ھ کو جمعہ کے دن ایک امیر کے ساتھ امام موصوف کو اسکندریہ بھیج دیا۔ کسی کو ان کے ساتھ جانے کی اجازت نہیں دی۔ ۲ ربیع الاول ۷۰۹ھ کو اتوار کے دن وہ اسکندریہ پہنچے۔ اور انہیں سمندر کے کنارے ایک وسیع اور خوشنما برج میں قید کیا گیا۔ اس کے دو راستے تھے جس میں سے ایک سمندر کی طرف کھلتا تھا۔ لوگ اسی راستے سے ان کے پاس آتے جاتے تھے۔ امام موصوف نے یہاں بھی درس و تدریس کی مسند بچھائی اور کتاب و سنت کی تعلیم کو عام

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


کرنا شروع کیا۔

## اپنے بھائی بدر الدین کے نام شیخ شرف الدین کا خط

اسکندریہ پہنچنے کے چند دن بعد شیخ شرف الدین ابن تیمیہ نے اپنے سوتیلے بھائی شیخ بدر الدین کے نام ایک خط لکھا ہے جو العقود الدریہ میں منقول ہے اس میں وہ حمد وصلوٰۃ کے بعد لکھتے ہیں۔

''ہمارے مکرم بھائی اسکندریہ پہنچ گئے ہیں۔ خدا کے دشمنوں نے اسلام اور اہل اسلام کو ضرر اور نقصان پہنچانے کا ارادہ کیا تھا اور ان کا یہ خیال تھا کہ وہ بہت جلد اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیں گے مگر ان کے تمام برے مقاصد الٹ گئے اور ان کو ہر طرح سے ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا ہے۔ خدا اور مؤمنین عارفین کے نزدیک ان کا منہ کالا ہو گیا ہے اور وہ خود اپنے کیے پر نادم اور پشیمان ہو گئے ہیں۔ اور حسرت سے دانت چبانے لگے ہیں۔ اسکندریہ کے لوگوں نے بھائی صاحب کو ہاتھوں ہاتھ لیا ہے اور وہ سب کتاب اللہ اور سنت رسول کی باتوں پر لبیک کہتے جا رہے ہیں اور ارباب بدعت و ضلالت اور کفر و جہالت سے اور خاص ملاحدۂ اتحادیہ و جہمیہ سے نفرت کرتے جا رہے ہیں۔ اب ان کے دلوں میں ان ملاحدہ کی کوئی عزت باقی نہیں رہی ہے۔''

''ایک عجیب اتفاق کہ یہاں ایک ابلیس الحاد نے انڈے دے رکھے تھے اور بچے پیدا کئے تھے اور اپنا ایک گھونسلہ بنا رکھا تھا اور ابن سبعین اور ابن عربی کے پیروؤں کو اور زیادہ گمراہ کر رہا تھا۔ بھائی صاحب کے یہاں پہنچنے کے بعد ان سب کی جماعتیں تتر بتر ہو گئیں اور ان کے رموز و اسرار کے سارے پردے چاک ہو گئے ہیں اور کفر و الحاد کے سارے بند ٹوٹ گئے ہیں۔ بہت سی جماعتوں نے توبہ کر لی ہے اور ان کے رئیسوں میں سے ایک جوان ملحدین کا سب سے زیادہ حامی تھا۔ تائب ہو گیا ہے اور خود ہی ایک کتاب لکھی ہے جس میں اپنی جماعت کے کفر الحاد کو واضح کیا ہے۔ خواص اور عوام مؤمنین کے نزدیک

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



بھائی صاحب بہت مشہور ہو گئے ہیں اور امیر اور قاضی مفتی اور فقیہ، شیخ اور مجاہد سب کے سب آپ کے گرویدہ ہو گئے ہیں۔ وہی شخص ان سے دور ہے جو جہالت میں ڈوبا ہوا ہے۔ مگر اس کو مومنین کے ہاتھوں اور ان کی زبانوں سے اہانت اور ذلت کا ڈر لگا ہوا ہے۔ اللہ اور اس کے رسول کے دشمنوں پر اللہ کا کلمہ بلند ہو گیا ہے اور لوگوں کی عام مجلسوں میں ان ملاحدہ پر لعنت بھیجی جا رہی ہے۔ اس کی وجہ سے شیخ نصر بن سلیمان المنبجی کو بھی سخت پریشانی لاحق ہو گئی ہے اور اسے اتنا خوف پیدا ہو گیا ہے کہ یہاں بیان نہیں کیا جا سکتا۔''

## حاکم سبتہ کو روایت تصانیف کی اجازت دینا

اس مذکورہ بالا اقتباس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ امام ابن تیمیہ نے اپنے علم و فضل اور خوش بیانی کی بدولت کتنی جلدی اہل سکندریہ کے دلوں میں گھر کر لیا تھا۔ دور دور تک ان کی شہرت پھیل گئی تھی یہاں تک کہ سبتہ کے حاکم نے ان سے ان کی تصانیف کی روایت کی اجازت مانگی اور آپ نے تقریباً دس صفحوں میں اپنی تمام تصنیفات کی ایک فہرست مرتب کی اور ان کی روایت کرنے کی بخوشی اجازت دے دی۔ [1]

## ساتھیوں اور دوستوں پر سختی

شیخ نصر بن سلیمان المنبجی اور ان کے رفقاء نے قاہرہ اور دمشق کے اندر امام ابن تیمیہ کے ساتھیوں اور دوستوں پر سختی کرنی شروع کی۔ کئی ایک کو اپنے عہدے سے معزول کیا اور بعض کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کر دیا۔ شیخ کمال الدین ابن الزملکانی بھی ان میں سے ایک تھے۔ جن پر شیخ نصر کا عتاب نازل ہوا۔ شیخ نصر نے سلطان بیبرس جاشنگیر سے کہہ کر شیخ کمال الدین کو سرکاری شفاخانہ کے عہدۂ ناظری سے ربیع الاول ۷۰۹ھ کے آخر میں معزول کر دیا۔ [2]

## حصول سلطنت کے لیے ملک ناصر کی کوشش

ملک ناصر نے اگرچہ اپنی بے بسی کی بنا پر اپنے آپ کو معزول کر لیا تھا مگر اس کے

---

[1] مجموع الدرر، ص: ١٤٤۔ [2] البداية و النهاية: ١٤ /١٥۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


دوست اور احباب ملک کے حاصل کرنے پر اسے ہمیشہ ورغلاتے رہے۔ چنانچہ اس نے رجب ۷۰۹ھ میں کرک سے دمشق پر چڑھائی کی تیاریاں شروع کر دیں۔ دمشق کے بہت سے امیر خفیہ طور پر اس سے مل گئے۔ جب عام لوگوں کو یہ معلوم ہوا کہ نائب السلطنت شام امیر افرم مصر جا کر وہاں سے فوج لانا چاہتا ہے اور ملک ناصر کا مقابلہ کرنا چاہتا ہے تو شہر دمشق میں بے چینی پھیل گئی۔ اکثر دکانیں بند رہنے لگیں۔ قاضیوں اور امیروں نے سلطان بیبرس جاشنگیر کے لیے دوبارہ بیعت لی۔ لیکن ملک ناصر اپنی فوج لے کر خمان پہنچ گیا۔ بعض دانشمند اور امیر چھپ کر اس سے ملے اور یہ رائے دی کہ اتنی سی فوج کے بل بوتے پر مصری اور شامی فوج کا مقابلہ بہت مشکل ہے۔ بہتر یہ ہے کہ وہ کرک واپس ہو جائے۔ اور مزید تیاری کے بعد دمشق کی طرف روانہ ہوا۔ مختلف صوبوں کے حکام بھی اس کے ساتھ مل گئے یہ دیکھ کر امیر افرم نے بھی اس کی اطاعت قبول کر لی۔ اور ۲۳ شعبان ۷۰۹ھ کو اس کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

## امام ابن تیمیہ کی پیشین گوئی

جب مصر میں ملک ناصر کی ان تیاریوں کی خبر پھیلی تو امام ابن تیمیہ کے ساتھیوں اور دوستوں کو فطری طور پر خوشی ہوئی مگر اس کے ساتھ یہ بھی خدشہ تھا کہ ملک ناصر کے اور مخالفین کے ساتھ امام موصوف کو بھی ختم نہ کر دیا جائے۔ چنانچہ بعض لوگوں نے جب امام موصوف کو اس کی اطلاع دی تو وہ فوراً سجدے میں گر پڑے اور بہت دیر تک دعا کی پھر سجدے سے سر اٹھایا۔ لوگوں نے پوچھا: اس وقت سجدے کا کیا موقع ہے؟ آپ نے فرمایا: سلطان بیبرس کے زوال کا وقت قریب آ گیا ہے۔ لوگوں نے کہا کب؟ آپ نے جواب دیا لشکر کے گھوڑے مصر کی طرف بڑھائے نہیں جائیں گے کہ سلطان بیبرس مغلوب ہو جائے گا۔ [1] ان کی پیشین گوئی حرف بحرف صادق ہوئی۔ رمضان کے آخر میں ملک ناصر ایک زبردست فوج لے کر مصر کی طرف بڑھا ہی تھا کہ سلطان بیبرس وہاں سے فرار ہو گیا اور غزہ کے جنگلوں میں پناہ لی۔ سلطان ناصر ٹھیک عید الفطر کے دن قلعۃ الجبل قاہرہ میں داخل ہوا۔ اور سلطان بیبرس اور اس کے سپاہیوں کی گرفتاری کے لیے ہر طرف سپاہی روانہ کئے۔ مشہور

---

[1] مدارج السالکین لابن القیم: ۲/ ۲۵۱۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



امیر سیف الدین قراسنقر منصوری نے ذوالقعدہ ۷۰۹ھ میں غزہ کے جنگلوں میں شکار کا حلقہ ڈالا تو سلطان بیبرس اور اس کے بعض ساتھی گرفتار ہو گئے۔ یہ سب سلطان ناصر کے سامنے پیش کیے گئے اور اس کے حکم سے سلطان بیبرس کو قتل کر دیا گیا۔

## فوری طلبی اور سلطان سے ملاقات

مصر میں داخل ہوتے ہی ملک ناصر نے سب سے پہلا فرمان امام موصوف کی رہائی کا جاری کیا۔ ۲ شوال کو اس نے حکم دیا کہ امام موصوف کو اسکندریہ سے پورے اعزاز واحترام سے لایا جائے۔ چنانچہ آپ ۸ شوال کو اسکندریہ سے روانہ ہوئے۔ روانگی کے دن سارا شہر امنڈ آیا تھا۔ لوگوں کی وارفتگی کا عجیب عالم تھا۔ لوگ آگے بڑھ بڑھ کر ان سے مصافحہ کرتے تھے۔ اور ان سے یہ خواہش کرتے تھے کہ اسکندریہ کو دوبارہ اپنے قدوم میمنت لزوم سے شرف بخشیں۔ ۲۴ شوال ۷۰۹ھ کو جمعہ کے دن امام ابن تیمیہ نے قلعہ الجبل میں سلطان ناصر سے ملاقات کی۔ اس وقت وہ قاضیوں اور امیروں کے ساتھ اپنے دربار میں بیٹھا ہوا تھا۔ جیسے ہی امام موصوف دروازے سے داخل ہوئے ملک ناصر اپنی جگہ سے اٹھا اور ان کے لینے کے لیے آگے بڑھا۔ سب لوگ اپنی اپنی جگہ اٹھ کھڑے ہوئے سلطان نے پہلے تو بڑی گرم جوشی سے مصافحہ کیا اور پھر ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر کھڑکی کے پاس لے گیا۔ اس نے اپنی جیب سے کچھ کاغذات نکالے اور انہیں دکھائے۔ یہ درحقیقت وہ فتوے تھے جو ان کے قتل کے جواز میں دیے گئے تھے اور بعض وہ کاغذات بھی تھے جن میں سلطان بیبرس جاشنگیر کی بیعت کی صحت کا فتویٰ تھا۔ وہ فوراً سمجھ گئے کہ سلطان ان کی آڑ لے کر اپنے دشمنوں کو ہلاک کرنے کا بہانہ ڈھونڈ رہا ہے۔ انہوں نے ان کی تنقیص کی بجائے ان کی تعریف شروع کر دی اور کہا کہ یہ سب لوگ تیری سلطنت کے چندہ اشخاص ہیں اگر وہ ختم ہو جائیں تو ان کی سی قابلیت اور لیاقت کے آدمی تمہیں کہاں سے ملیں گے۔ اب رہی ان کی مجھ پر زیادتیاں تو میں اپنے دل سے ان کو معاف کرتا ہوں ان سے مجھے کسی قسم کی پرخاش نہیں ہے۔ [1]

سلطان کا مقصد خاص کر قاضی القضاۃ زین الدین بن مخلوف مالکی اور شیخ نصر بن سلیمان

---

[1] مجموع الدرر، صفحہ ۱۸۳۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



المنبجی اور ان کے ہمنواؤں کو قتل کرانا تھا۔ کیونکہ انہی لوگوں نے آگے بڑھ کر امیر بیبرس جاشنگیر کی تائید کی تھی اور اس کی بیعت کے صحیح ہونے کا فتویٰ دیا تھا۔ [1] اسی لیے قاضی زین الدین بن مخلوف مالکی کہا کرتے تھے ہم نے ابن تیمیہ سے بڑھ کر عفو اور درگزر کرنے والا کسی کو نہیں دیکھا۔ ہم نے ان کے قتل کرانے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا مگر جب بھی انہیں ہم پر قابو ملا تو انہوں نے پوری دریا دلی کے ساتھ ہمیں معاف کر دیا۔ [2]

## سلطان کی تعریف

ملک ناصر ابن تیمیہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر کھڑکی سے اپنی جگہ واپس آیا اس درمیان میں وزیر فخر الدین بن الخلیل بھی آ گیا تھا۔ سب لوگ اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے۔ وزیر سلطان کے بائیں جانب بیٹھا۔ اس سے کچھ پیچھے قاضی نجم الدین صصری بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے نیچے حنفی قاضی صدر الدین علی (المتوفی: ۷۲۷ھ) تھے۔ خطیب جمال الدین، شیخ کمال الدین ابن الزملکانی اور قاضی جمال الدین بن القلانسی قاضی لشکر بھی موجود تھے۔ سلطان کے دائیں جانب مصر کے قاضی القضاۃ شیخ بدر الدین بن جماعہ شافعی تشریف فرما تھے۔ سلطان نے سب کے سامنے امام ابن تیمیہ کے علم و فضل اور ان کے اخلاق حمیدہ کی بڑی تعریف شروع کی اور اتنا کچھ کہا کہ دوسروں کو ان پر رشک اور حسد ہونے لگا۔ مگر ان درباری قاضیوں اور عالموں نے بادل ناخواستہ سلطان کے ہاں میں ہاں ملائی اور اس کے کہے پر صاد کیا۔

## ذمیوں کے متعلق بحث

تھوڑی دیر بعد وزیر فخر الدین ابن الخلیل نے ذمیوں کی یہ درخواست پیش کی کہ انہیں سرخ و زرد اور نیلے عماموں کے پہننے سے معاف رکھا جائے اور مسلمانوں کی طرح سفید عمامے باندھنے کی اجازت دی جائے۔ اگر حکومت ان کے ساتھ اتنی سی رواداری برتنے پر آمادہ ہو جائے۔ تو وہ ہر سال لگان اور خرچ کے علاوہ سات لاکھ درہم حکومت کو دیا کریں گے۔ سلطان نے قاضیوں کی طرف خطاب کر کے پوچھا تم لوگ اس بارے میں کیا کہتے ہو۔ سب لوگ

---

[1] الدرر الكامنة: ۱ / ۵۰۵، ۵۰۶۔

[2] مجموع الدرر: ۱۸۳۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



چپ رہے کسی نے بھی اپنی زبان نہیں کھولی۔ یہ دیکھ کر امام ابن تیمیہ دوزانو ہو بیٹھے اور اس مسئلہ کے متعلق نہایت ہی وضاحت کے ساتھ گفتگو شروع کی۔ انہوں نے وزیر کی پیش کی ہوئی درخواست کی سخت ترین تردید کی اور کہا کہ کیا تم اس پہلی ہی مجلس میں اسلام اور اہل اسلام کو چھوڑ کر محض چند دنیاوی فائدوں کی غرض سے کافروں کی تائید کرنا چاہتے ہو۔ تم خدا کی اس نعمت کو یاد کرو جبکہ اس نے تمہیں تمہارا ملک واپس دلایا۔ اور تمہارے دشمنوں کو نیچا دکھایا اور ان پر تمہیں کامیابی عطا کی۔ سلطان نے کہا کہ یہ حکم امیر رکن الدین بیبرس جاشنگیر کا جاری کیا ہوا ہے۔ امام موصوف نے پورے جوش سے جواب دیا۔ خدا کی قسم! جاشنگیر نے تمہارے ہی قانون کو جاری کیا تھا۔ کیونکہ وہ صرف تمہارا نائب تھا۔ اس دلیرانہ جواب سے سلطان کو بڑا تعجب ہوا۔ مگر اس کی وجہ سے اس کے دل میں ان کی قدر اور زیادہ ہوگئی۔ امام موصوف کا لہجہ لحہ بہ لحہ تیز ہوتا جا رہا تھا۔ مگر سلطان اس کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ آخر میں اس کو اپنا ارادہ ترک کرنا پڑا اور اس نے حکم دیا کہ ذمیوں پر پرانا حکم ہی جاری رکھا جائے اور ان کی درخواست مسترد کر دی جائے۔

## ذمیوں پر پابندی لگانے کی وجہ

امام موصوف نے اس مجلس کے ختم ہونے کے بعد دمشق کو ایک خط لکھا ہے جس میں اپنی خیریت و عافیت کی خبر دینے کے بعد یہودی اور عیسائی ذمیوں سے متعلق اپنے بعض رسائل منگوائے ہیں۔ انہوں نے گرجاؤں کے متعلق ایک رسالہ لکھا تھا۔ اس مسئلہ سے متعلق انہوں نے قاضی ابویعلیٰ کی تعلیق بھی منگوا بھیجی تھی جو گیارہ جلدوں میں تھی اور یہ بھی لکھا تھا کہ ان رسالوں اور کتابوں کے نکلوانے میں شیخ جمال الدین یوسف بن الحجاج المزی سے مدد لی جائے۔ اس خط کا تھوڑا سا حصہ العقود الدریہ اور کتاب البدایہ والنہایہ میں منقول ہے۔ اس کے ایک ٹکڑے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں مصر اور شام کے ذمی یہودی اور نصرانی اپنے عہد و پیمان پر قائم نہیں رہتے تھے اور مسلمانوں کا سا جامعہ پہن کر مسلمانوں ہی کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتے تھے۔ اس لیے ان کو عام مسلمانوں سے تمیز کرنے کے لیے ان پر سرخ و زرد اور نیلے عماموں کے پہننے کی پابندی لگائی گئی تھی۔ چنانچہ امام موصوف لکھتے ہیں:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''ہم نے اس بارے میں ان پر چند شرطیں لگائی ہیں جن کی وجہ سے اسلام اور سنت نبوی کی عزت اور باطل اور بدعت کی بیخ کنی ہوتی ہے۔ اس لیے کہ یہ سب لوگ ان باتوں میں دخل دے چکے تھے۔ اور ہم نے ان سے ان باتوں کو قبول نہیں کیا تاوقتیکہ ان کے افعال سے ان کے اقوال کی صداقت ظاہر نہ ہو جائے۔ ہم نے ان کے عہد و پیمان کا کوئی اعتبار نہیں کیا۔ اور ان کی کوئی مقصد برآری نہیں کی تاوقتیکہ جس چیز کی شرط لگائی گئی ہے وہ عمل میں نہ آجائے اور اوپر جو کچھ کہا گیا ہے وہ پورے طور پر فعل میں نہ آجائے۔ اور خواص وعوام کے لیے اسلام اور سنت نبوی کی اتنی شان ظاہر نہ ہو جائے جس سے ان کے گناہ دھل جائیں۔ خدا نے ایسے اسباب کے پیدا کرنے میں جن سے اسلام اور سنت نبوی کا درجہ بلند ہوتا ہے اور کفر و بدعت کی جڑ کٹتی ہے ہماری مدد کی ہے ان کا بیان کرنا طوالت سے خالی نہیں ہے۔ یہود و نصاریٰ ہم پر بہت کچھ دست درازیاں کر چکے تھے اور انہیں پوری شوکت وقوت حاصل ہو چکی تھی اور اس معاملہ میں بعض لوگوں نے (ان سے مراد شیعہ ہیں) ان کی بڑی امداد و اعانت کی تھی۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ایسے اسباب پیدا کر دئے جن کی وجہ سے ان یہود و نصاریٰ اور ان کے ہمنواؤں کو ذلت کا منہ دیکھنا پڑا۔ اور ان کی بیخ کنی ہوگئی اور اسلام کا بول بالا ہوگیا۔''

## شیخ عماد الدین کی وصیت

قید سے رہا ہونے کے بعد امام ابن تیمیہ مسجد سیدنا حسین کے قریب ایک مکان میں رہنے لگے۔ قاہرہ کے بہت سے علما فقہاء ان کے پاس آئے اور ان سے اپنی زیادتیوں کی معافی چاہی۔ امام موصوف نے کہا میں سب کو معاف کرتا ہوں مجھے کسی سے کوئی گلہ اور شکوہ نہیں ہے۔

امام موصوف نے یہ ساری مدت قید و بند میں گزاری تھی۔ اس کے باوجود مصر میں ان کے معتقدین کا ایک اچھا خاصہ حلقہ پیدا ہوگیا تھا۔ دمشق میں تو ان کے چاہنے والے بہت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ